ورتل القرآن ترتیلا

مقدمۃ شرح البیضاوی

المسماۃ

اثمار التکمیل

لما فی

انوار التنزیل

للعبد الضعیف محمد موسیٰ الروحانی البازی

مکتبۃ مدنیۃ

۱۸ اردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۸۹۶۶ / ۷۲۳۳۳۶۹

مقدمۃ شرح البیضاوی

محمد موسیٰ الروحانی البازی

مقدمة شرح البيضاوي

المسمّاة

اثمار التكميل

لما في

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحاني البازي عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية، لاهور

الجزء الاول والثاني

مكتبه مدنيه
اردو بازار ○ لاہور
فون ۷۲۴۲۲۶۹
فون ۷۲۲۸۹۷۷

مقدمة شرح البيضاوى

المسمّاة

اثمار التكميل

لما فى

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحانى البازى عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية، لاهور

الجزء الثانى

مكتبة مدنية

فون ٧٢٤٢٢٦٩ — اردو بازار ○ لاهور — فون ٧٢٢٨٩٧٧

الجزء الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے موسوم بتجبیر الحبیب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اصحابِ تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔
طبقۂ اولیٰ کو عرب بائدہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو ختم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب روئے زمین پر موجود نہیں ہے
طبقۂ ثانیہ عرب عاربہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب قحطان تک پہنچتا ہے
قحطانیین کا اصل وطن و مسکن یمن ہے۔ اہلِ یمن و بادشاہانِ یمن سارے اولادِ قحطان ہیں۔
طبقۂ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ و عدنانیین کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلۂ نسب اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جدِ اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔
ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہٰذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ۔ بائدہ کی نسل ختم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر موجود ہو تو وہ عاربہ و مستعربہ میں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسمیں ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہونگے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔
بیان عرب بائدہ۔ عرب بائدہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ بائدہ کے قبائل یہ ہیں عاد، ثمود، طسم، جدیس، امیم، جاسم، عبیل، عبد بن ضخم، جرہم اولیٰ، عمالقہ۔ وحضورا۔ راجع تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب بائدہ سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ارم بن سام بن نوحؑ دوم لاوذ بن سام بن نوحؑ سوم ارفخشد (بالذال وقیل بالدال المہملۃ) ابن سام بن نوحؑ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ فاما عاد فہو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون

الاحقاف من الرمل فارسل اللہ الیھم ھودًا علیہ السلام واما ثمود فھو ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون الحجر فارسل اللہ الیھم اخاھم صالحًا علیہ السلام واما طسم وجدیس فھما ابنا لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ونزلوا الیمامۃ (لاوذ بالذال الدال المہملۃ)۔

واما اخوھما عملیق فھو عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بعضھم بالحرم وبعضھم بالشام وجمع عملیق عمالقۃ فالعمالقۃ امم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر والجبابرۃ ومنھم ملوک فارس و اھل خراسان۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص۱۳۔ اس کتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراجع ذلک۔

فرعونِ موسیٰ و فرعونِ ابراہیم و فرعونِ یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مؤرخ محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحبر۔ ص ۴۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنۃ وھم ثلاثۃ نفر اولھم سنان بن الاشل بن علوان بن العبید بن عویج بن عملیق بن یلمع بن عابر بن اسلیحا ابن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام ویکنی ابا العباس وھو فرعون ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ والثانی الریان بن الولید بن لیث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون یوسف علیہ السلام۔ والثالث الولید بن مصعب بن ابی اھون بن الھلواث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون موسیٰ علیہ السلام قال (لعلہ قیل) کان فرعون یوسف جدّ فرعون موسیٰ علیھما السلام واسمہ برخوز انتھی۔ معارف و محبّر کی عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتب تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب و بعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانۂ انضباطِ تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہلِ تاریخ اس قسم اختلاف میں معذور رہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۳ و مروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن قتیبۃ۔ ص ۱۳۔

واما اُمیم فھو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نَزَل بارضِ فارس فاَجناسُ الفرس کلھم من ولد امیم ثم قال ابن قتیبۃ فی المعارف والانبیاء کلّھم عجمیّھم وعربیّھم والعرب کلھا یمنیّھا ونزاریّھا من وُلد سام بن نوح علیہ السلام اھ۔ قال الامام الطبری فی تاریخہ الکبیر ج ۱ ص۱۰۱ عن وھب بن منبّہ یقول انّ سام بن نوحؑ ابو العرب وفارس والروم وان حام بن نوحؑ ابو السودان وان یافث بن نوح علیہ السلام ابو الترک ویأجوج ومأجوج۔

ثم قال الطبری فی احوال بنی جاسم وغیرھم وکان اھل البحرین واھل عمان منھم امۃ یسمّون جاسم وکانوا ساکنی المدینۃ منھم بنو ھف وسعد بن ھزان وبنو مطر وبنو الازرق وکان بنو امیم بن لاوذ بن سام بن نوحؑ اھل وبار بارض الرمل رمل عالج فاصابتھم من اللہ عزوجل نقمۃٌ من معصیۃ اصابوھا

فهلكوا وبقيت منهم بقية وهم الذين يقال لهم النسناس (قلتُ وقد ذكرنا بعض احوال النسناس فی بیان عنقاء مغرب من فصل الحيوان فی هذا الكتاب فراجعه) فكانت طسم والعماليق واميم وجاسم قوماً عرباً لسانهم الذی جبلوا عليه لسان عربی وكانت فارس من اهل المشرق ببلاد فارس يتكلمون بهذا اللسان الفارسی اھ ما فی تاريخ الطبری۔

وعن سمرة بن جندب عن النبی صلی الله عليه وسلم قال وُلدُ نوحٍ ثلاثةٌ سام وحام ويافث فسام ابو العرب وحام ابو الزنج ويافث ابو الروم۔ وعن سعيد بن المسيب يقول وُلد نوح عليه السلام ثلاثةٌ و وُلدُ كلِ واحدٍ ثلاثةٌ سام وحام ويافث فولد سام العرب وفارس والروم وفی كل هؤلاء خيرٌ و وُلد يافث الترك والصقالبة ويأجوج ومأجوج وليس فی واحدٍ من هؤلاء خيرٌ و وُلد حام القبطُ والسودانُ والبربر۔ اثر سعید بن المسیبؒ مذکورہ صدر مرفوع روایتِ سمرۃ بن جندبؓ کے خلاف ہے اور روایتِ مرفوعہ بہرحال اَولیٰ ہے غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ وعلماء نے سوال کیا کہ اہلِ پاکستان وہندستان نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ پاکستان وہندستان اولادِ حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکی عنہ الامام الطبری فی تاریخ ج ۱ صـ۱۰۲ ومن وُلد حام بن نوح عليه السلام النوبة والحبشة وفزان والهند والسند واهل السواحل فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جد وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذكر ابن جرير باسناده عن ابن عباس رضی الله عنهما قال اَوحی الله الی موسی عليه السلام انك يا موسیٰ قومك واهل الجزيرة واهل العال من وُلدِ سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والهند والسند من ولد سام بن نوح عليه السلام انتهی ما ذكر ابن جرير فی تاريخ الامم والملوك ج ۱ صـ۱۰۱ اور ہند وسند میں بلاریب اہل پاکستان یعنی پنجاب وسرحد وبلوچستان داخل ہیں۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ہند وسند اولادِ یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکوش بن حام۔ اور حبشہ وہند وسند اولادِ کوش بن حام ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ ہند وسند اولادِ قوط بن حام ہیں۔ كذا فی تاريخ الطبری۔ قال القزوينی فی آثار البلاد صـ۹۳ قالوا السند والهند كانا اَخوَين من ولد توقير بن يقطن بن حام بن نوح عليه السلام انتهی

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جد حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک وہند کے

باشندوں کے لیے اولادِ یافث یا اولادِ حام ہونے کی بجائے اولادِ سام ہونا موجبِ فخر و مسرت ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناءِ عم ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت مسلم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہٰذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعثِ مسرت ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجبِ فخر ہے آپؐ بھی سامی ہیں اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہم کے نسلاً قریب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قدمنا آنفاً۔ اور یہ عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن اسحاق من المؤرخین انّ نوحًا دعا لسام بان یکون الانبیاء والرسل من ولدہ ودعا لیافث بان یکون الملوک من ولدہ۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن المسیبؒ کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولادِ یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناءِ عم ہوں گے اور یہ بات ہمارے لیے موجبِ برکت و باعثِ مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثی النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش اولادِ یافث ہیں۔

سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناءِ عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافث ابوالترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالبہ اہل روس و قوم تاتار و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کما صرح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیب کی مذکورہ روایت سے اولادِ یافث کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعًا۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسلِ یاجوج و ماجوج سے والبستہ ہوں گے اور ان کے ابناء عم ہوں گے۔ کیونکہ یاجوج و ماجوج اولادِ یافث ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہان روح و قلب ہے۔

عاشرًا۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بد دعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولادِ حام کو یہ بد دعا دی تھی کہ وہ اولادِ سام و یافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا وسعادتِ عظیم ہے۔

روی ضمرۃُ بن ربیعۃ عن ابن عطاء عن ابیہ قال وُلدُ حامٍ کلھم اسودُ جعدُ الشعرِ وُلدِ یافث کلُ عظیمُ الوجہ صغیرُ العینین ووُلدُ سامٍ کلُ حسنِ الوجہ حسن الشعر قال ودعا نوح علیہ السلام علی حام الا یعدُو شعرُ ولدہٖ أذانھم وحیث مالقی ولدُہ وُلدَ سامٍ استعبد وھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۷۔

اسی بد دعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بد دعا کا ظہور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اھل التوراۃ ان ذلک السواد فی اولادِ حام لم یکن الا عن دعوۃٍ دعاھا نوحٌ علی ابنہ حام وذلک ان نوحًا علیہ السلام نام فانکشف عن عورتہٖ فرآھا حام فلم یغطّھا ورآھا سام ویافث فالقیا علیھا ثوبًا فواریا عورتہ فلما ھبّ من نومتہٖ علِم ما صنع حامٌ وسام ویافث فقال ملعون کنعان بن حام یکونون عبیدًا لاخوتہ وقال یُبارِکُ اللہ ربّی فی سام ویکون حامُ عبدَ اخوَیہ ویقرض اللہ یافث ویحلّ فی مساکن سام ویکون حام عبدًا لھم انتھی ما ذکرہ ابن اسحاق تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۰۲۔ ومثل ذلک فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۲۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۴ ان السفینۃ لنوح علیہ السلام طافت ببیت المقدس اسبوعًا وطافت ببیت اللہ۔ وروی ان نوحًا علیہ السلام قال لاھل السفینۃ وھی تطوف بالبیت العتیق انکم فی حرم اللہ وحول بیتہ لا یمسّ احد امرأۃ وجعل بینھم وبین النساء حاجزا ویذکر ان ولدہ حامًا تعدی ووطئ زوجتہ فدعا علیہ بان یسوّد اللہ لون بنیہ فاجاب اللہ دعاءہ فی اولادہ فجاء ولدہ اسود وھو ابو السودان۔

حادی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولادِ حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمراتِ طیبات کے قابل و مستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزورِ بازو حاصل نہیں ہوسکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبارِ اصل حرمی یعنی باشندگانِ حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریفہ ہی ہمارا وطنِ اصلی ہوگا اور ہم اجدادِ قدیمہ کے پیشِ نظر جیرانِ بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ادھر ادھر اطرافِ عالم میں منتشر ہوئے۔ قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۳ فولد لسام عابر وآشوذ وارفخشد ولاوذ وارم وکان مقامہ بمکۃ قال فمن ولد ارفخشد الانبیاء والرسل وخیار الناس والعرب کلہا والفراعنۃ بمصر اھ۔

بیان "عرب عاربہ"۔ عرب کا دوسرا طبقہ عرب متعربہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدت مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب بائدہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تبابعہ (جمع تبع) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارضِ حجاز پر بھی انہوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراۃ سفر تکوین میں یقطان ہے۔ نسابین کا اس کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثلِ عدنان سامی النسل یعنی اولادِ سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ھو قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد (بالذال وروی بالدال المہملۃ ایضاً) بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۳۵۴ و مروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ و ابن ہشام ج ۱ ص ۷ و نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ و تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۲۰۵ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ والاکلیل ج ۱ ص ۵۷ و کتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاخبار الطوال ص ۹ والتنبیہ ص ۷۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالح بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱، القسم الاول ص ۱۱ وابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص ۹ ویقطن ھو قحطان بن عابر بن شالخ اھ۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ راجع ترجمۃ قحطان من ہذا الکتاب۔

بہر حال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ[۱] و عدنانیہ[۲]۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب مستعربہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمٰعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلۂ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اوّل اوّل عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اوّل مَن تکلّم بالعربیۃ یعرب بن قحطان وقحطان اوّل مَن قیل لہ اَنعِم صَباحًا ومن قیل لہ اَبیتَ اللعنَ۔ راجع السیرۃ الحلبیۃ ج۱ ص۱۸ ومروج الذھب للمسعودی ج۱ ص۲۷۷۔
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعۃ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔
لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اوّل متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام و وحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسبِ عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبانِ عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بائدہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بائدہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات و لہجات کچھ کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ ناآشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔
اس بات کی تائید ان کتباتِ حجریہ سے ہوتی ہے جو ماہرینِ آثارِ قدیمہ و مستشرقین کو تبابعۂ یمن و بادشاہانِ حمیر کے محلّات و ملوکِ سبائیین کے قلعوں سے زمانۂ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ واوّل متکلم بھا ان شئتَ التحقیق فراجعھا۔
بیان "عرب مستعربہ" عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان و قبائلِ اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سرزمینِ حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرۂ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
عدنان کا مشہور بیٹا معد بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معد بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہِ بابل و عراق کو مسلط کردیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزارہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صحیح وسالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مرگیا۔

اس جنگ وتباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ تاریخ طبری ج ا ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وان اللہ تعالیٰ اوحیٰ الی ارمیا و برخیا ان اللہ قد انذر قومکما فلم ینتھوا فعادوا بعد الملک عبیدًا وبعد نعیم العیش عالۃً یسألون الناس وقد تقدمت الی اهل عربۃ بمثل ذلک فابوا الا لجاجۃ وقد سلطت بخت نصر علیھم لانتقم منھم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی اخرجہ فی اٰخر الزمان اختم بہ النبوۃ وارفع بہ من الضعۃ فخرجا تطوی لھما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقاھما فطویاہ الی معد ولمعد یومئذ اثنتا عشرۃ سنۃ فحملہ برخیا علی البراق وردف خلفہ فانتھیا الی حران من ساعتھما وطویت لارمیا الارض فاصبح بحران فالتقی عدنان وبخت نصر بذات عرق فھزم بخت نصر عدنان۔ اھ۔

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابو بولصر بادشاہ بابل کی وفات ۵۵۱ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین وزمانۂ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مورخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ موخر ہے۔

عُکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلًا من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف ہے مسمّی بہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے سوق عکاظ کہتے تھے۔ جزیرۂ عرب میں اسی طرح کئی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان وشوکت کے مظہر ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ درحقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرانے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعراء پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء وقبیلہ کے مناقب ومفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین وداد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر وخوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے موثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع معلقات مشہور قصائد اسی بازار عکاظ میں عظیم فصاحت وسلاست وبلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلّم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

ابلغ و افصح و احسن شمار ہوتے ہیں ۔
اسی طرح خطباء و فصحاءِ عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے ۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے ۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا چرچا زیادہ تھا ۔ سوقِ عکاظ خصوصًا اور دیگر بازار عمومًا لغتِ عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے ۔

دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فکانت قبائل العرب تقصدھا لانھا فی طریقھا الی الحج فیجتمعون منہ فی مکان یقال لہ الابتداء فتعمر اسواقھم بالناس فینتھز الشعراء ھذہ الفرصۃ فیعرضون ما قالوہ من نُخَبِ قصائدھم علی نَقَدَۃِ القریض ھناک ویکون لذلک احتفالٌ حافل یشھدہ الجماھیر فتشیع قصائدُھم شیوعًا تامًّا ویترنّم بھا الرکبان فی کل صقع و فی ذلک غایۃ ما یتمنّاہ شاعر لشعرہ ۔

ولقد کان لھذہ السوق العظیمۃ وغیرھا من اسواق العرب تأثیر کبیر فی تھذیب اللغۃ العربیۃ فان کل شاعر و خطیب کان یفضی باحسن ما فتح اللہ بہ علیہ من المعانی العالیۃ فی العبارات الجزلۃ المنخلۃ فیتلقّفھا السامعون ویدخلونھا الی کلامھم ویلفظون ما سواھا من وحشی الکلمات ومتنافر التراکیب و فی ذلک من اثر التھذیب اللغوی ما لا یستھان بہ وکانت قریش لقربھا من تلک السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن و لفظ جزل و عبارۃ شاردۃ فنسب الیھا التھذیب الاخیر للغۃ واستأھلت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتھا واعتبرت لھجتھا اخلص لھجات العرب من التعقید و التنافر ایۃ ۔

وقال فی المفصّل ج ۷ ص۳۷۷ واشھر الاسواق واعرفھا سوق عکاظ وھی سوقُ تجارۃٍ وسیاسۃٍ وادبٍ فیھا کان یخطب کل خطیب مصقع وفیھا علّقت القصائد السبع الشھیرۃ افتخارًا بفصاحتھا علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی ما یذکرہ بعض اھل الاخبار وفیہ ص۳۸۱ ویظھر من الروایات ان حظّ المفاخرۃ والمباھاۃ والتمدّح والذمّ لم یکن باقلّ من حظ البیع والشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجود واحدث ما عندھم من شعر علی الحاضرین وکان کثیر من الحاضرین انما یفدُون الیھا للوقوف علی احدث ما یقال من صنوف الشعر وھو صنف رائج اکثر من رواج النثر بالطبع لما فیہ من ایقاع وموسیقی ووزن وسھولۃ فی الحفظ واثر فی النفس لذلک کان للشاعر فی ھذہ السوق مکانۃ تزید کثیرًا علی مکانۃ التاجر فیھا لما للشعر من اثر فی الحیاۃ العامۃ لمجتمع ذلک الیوم ۔

ویقال ان الشاعر الشھیر النابغۃ الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب لہ قبۃ من ادم یجلس تحتھا فیفد الیہ الشعراء من یرید ان یفتخر بشعرہ علی غیرہ لینشد امامہ شعرہ فیحکم علی شعرہ برأیہ لما لرأیہ من

اثر فی الناس وکان الشاعران الاعشی وحسّان بن ثابت ممن احتکما الیه وکذلک الشاعرة الخنساء اھ۔

راجع الاغانی ج ۹ ص ۱۵۶ وشعراء النصرانیۃ ج ۵ ص ۶۴۳ وتاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ واللسان ج ۹ ص ۴۲۶ و البلدان ج ۶ ص ۲۰۳ وابن خلدون ص ۶۴۲۔

بازار عکاظ کے محل وقوع و زمانۂ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مؤرخ ابن حبیب محبرؔ میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریبًا من عرفات اھ محبر ص ۲۶۷۔ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصّل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۸ میں ہے وذکر ان عکاظ نخل فی واد بینہ وبین الطائف لیلۃ وبینہ وبین مکۃ ثلاث لیال وبہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلۃ والطائف الی بلد یقال لہ الفتق کانت موسمًا من مواسم الجاھلیۃ تقوم ھلال ذی القعدۃ وتستمر عشرین یومًا وکانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یتفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلک شھرًا یتبایعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام ھدم ذلک انتھی۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴۔ وفی المفصل وان للباحثین فی موضع سوق عکاظ اٰراء متباینۃ فیہ ولا زالت ھذہ الاٰراء متباینۃ حتی الیوم اھ۔

راجع لسان العرب ج ۷ ص ۴۴۷۔ البکری ج ۳ ص ۹۶۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۵ مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ شرح دیوان الحماسۃ ج ۳ ص ۱۵۱۴ اخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۲۳ قال فی اخبار مکۃ وعکاظ وراء قرن المنازل بمرحلۃ علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منہا وھی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضھا لنصر اھ۔

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ محبر۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوق رابیہ وسوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیہ تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر وکانتا ای سوق عکاظ ورابیہ تقومان فی یوم واحد للنصف من ذی القعدۃ الی اٰخر الشھر وکانت عکاظ من اعظم اسواق العرب ۔ ۔نت قریش تنزلھا وھوازن وطوائف من افناء العرب اھ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشھر الذی یسمونہ ذا الحجۃ خرج الناس الی مواسمھم فیصبحون بعکاظ یوم ھلال ذی القعدۃ فیقیمون بہ عشرین لیلۃ تقوم فیھا اسواقھم بعکاظ والناس علی مداعیھم وراٰیاتھم منحازین فی المنازل تضبط کل قبیلۃ اشرافھا وقادتھا فاذا مضت العشرون انصرفوا الی مجنۃ

فاقاموا بها عشراً اسواقهم قائمة فاذا رأوا اهلال ذی الحجة انصرفوا الی ذی المجاز فاقاموا بها ثمان لیال اسواقهم قائمة ثم یخرجون یوم الترویة من ذی المجاز الی عرفة فیتروّون ذلک الیوم من الماء لانہ لا ماء بعرفة ولا بالمزدلفة یومئذٍ وکان یوم الترویة آخر اسواقهم انتهی۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳۔ قاموس ج ۲ ص ۲۹۶۔ صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۴۱۰۔ البلدان ج ۳ ص ۷۰۴۔ الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۵۔ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ المفصّل ج ۷ ص ۳۷۸۔

بعض علمار کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وکانت تقوم هذه السوق فی قول اوّل ذی القعدة الی عشرین منه ثم یتوجهون الی مکة فیقفون بعرفات ویقضون مناسک الحج ثم یرجعون الی اوطانهم وفی قول آخر انهم کانوا یقیمون به جمیع شوال الی غیر ذلک من الاقوال المختلفة ولعل ذلک لاختلاف العادة فی السنین او لاختلاف القبائل فی الاقامة فی هذا الموسم والذی علیه صاحب قبائل العرب انهم کانوا یقیمون فی هذه السوق من نصف ذی القعدة الی آخره انتهی۔

وفی المفصّل وغیره وهم یخطئون رأی من یذهب الی ان انعقاد السوق کان فی شهر شوال ویحتجّون ان انعقاد السوق کان فی الشهر الحرام لیراعی الناس حرمة تلک الایام فلا یعتدون علی من یقصد السوق وشهر شوال لا یدخل فی جملة اشهر الحرم ویستدلون بدلیل آخر هو تقاتل بعض العرب فی ایام عکاظ فانهم اطلقوا علی تلک الحروب والایام ایام الفجار وهی اربعة ایام یوم شمطه ویوم العبلاء ویوم الحریرة ویوم شرب وهذه الاسماء اسماء اماکن فی عکاظ وما کان العرب لیطلقوا علی تلک الایام ایام الفجار لو لم تکن قد وقعت هذه الایام والحروب فی شهر الحرام۔ انتهی بتصرف۔

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶، ج ۱۰ ص ۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳۷۷۔ الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۵۸۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگراں اور منتولی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور کسٹم وصول کرتے تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکا کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکا محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی تھی۔ یعنی چمڑے، غلّہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، باندیوں وغیرہ مختلف اشیا کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی زید بن حارثہ ؓ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا گیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زیدؓ نبی علیہ السلام کو ہبۃً دے دیا۔ قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۶۳ ثم ان خدیجۃ ملکت زید بن حارثۃ اشتراہ لہا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعمائۃ درھم فسألہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تھب لہ زیدًا وذلک بعد أن تزوّجہا فوھبتہ لہ فاعتقہ وزوّجہ اُمّ ایمن فولدت لہ اُسامۃ بن زید ؓ اھ۔ اخبار مکہ ج ا ص ۱۲۵ پر ازرقی لکھتے ہیں، وکانوا یرون ان افجر الفجور العمرۃ فی اشھر الحج تقول قریش وغیرھا من العرب لاتحضروا سوق عکاظ ومجنۃ وذی المجاز الا محرمین بالحج وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئًا من المحارم او یعدو بعضہم علی بعض فی الاشھر الحرم وفی الحرم۔

عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعۂ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصل ولو اخذنا بھذہ الروایۃ نکون قد جعلنا مبدأ ھذا السوق ۵۸۵ءم او ۵۸۶ء للمیلاد تقریبًا ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعید عھدٍ عن الاسلام فھو قبلہ بنحو ربع قرن وقد اُقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ذاک ۱۵ سنۃً وید ھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخرٰی ھی سوق مجنۃ فیقیمون بھا عشرۃ ایام فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ فی نھایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وھی سوق جاھلیۃ فیقیمون فیہا ثمانیۃ ایام یبیعون و یشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اھ۔

بعض محققین کی رائے ہے سوق عکاظ کی ابتداء ۵۴۰ء میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہوسکا۔ دائرۃ المعارف میں ہے عکاظ اشھر اسواق العرب فی الجاھلیۃ واعظمہا اتخذت سوقًا بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ای سنۃ ۵۴۰ء للمیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان نھبھا الخوارج الحروریۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ للھجرۃ اھ۔

علامہ ازرقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومجنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثًا من الدھر فاما عکاظ فانما ترکت عام خرجت الحروریۃ بمکۃ مع ابی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الآن ثم ترکت مجنۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ ومنٰی وبعرفۃ اھ۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص۲۵۴۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کانت عکاظ ومجنۃ وذو المجاز اسواقًا فی الجاھلیۃ فلما کان

الاسلام تأثموا من التجارة فيها فانزل الله ليس عليكم جناح فی مواسم الحج قرأ ابن عباس كذا۔ كذا فی ارشاد الساری ج۴ ص۳۶۷ ۔ وفی تفسیر الطبری قال ابن عباس كان ذو المجاز وعكاظ متجر الناس فی الجاهلیة فلما جاء الاسلام تركوا ذلك حتی نزلت لیس علیكم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربكم فی مواسم الحج۔ طبری ج۲ ص۱۶۴ ۔

سوق عکاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست ونگرانِ اعلیٰ بنوتمیم تھے۔ اس میلہ میں جھگڑوں اور خصومات کے فیصلے بنوتمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنی تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنوتمیم کے رئیس کی یہ عدالت بڑی محترم وبارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عکاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سرتسلیم خم کرتے تھے۔

قال فی صبح الاعشی ج۱ ص۴۱۰ والمفصل ج۷ ص۳۸۳ كانت فی هذه الاسواق مجتمعات تعقد فیها العقود والمعاهدات والاتفاقات القبلیة والعائلیة ومواضع یعلن فیها عن التبنی وعن الخلع ای خلع الافراد لجرائم یرتكبونها ویجب ان لا ننظر الی هذه الاسواق نظرتنا الی السوق بالمعنی المفهوم من هذه اللفظة فی الوقت الحاضر فقد كانت اسواق الجاهلیة اوسع مجالاً من ذلك بكثیر كانت مجامع لاهل اللسان من شعراء ومن خطباء من مرموقین معروفین ومن مغمورین طلاب شهرة وهی ساحات محاكم یجلس فیها المتخاصمون للاستماع الی قرارحاكم مهاب محترم وقد كانت الحكومة فی هذه السوق الی بنی تمیم وكان آخر من حكم منهم بها الاقرع بن حابس التمیمی الصحابی رضی الله عنه۔ انتهی بتصرف۔

سوق عکاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور موحد و واعظِ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور وعظ کی مجلس منعقد کراتے ہوئے لوگوں کو توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی سوق عکاظ ومجنہ وذوالمجاز وغیرہ مواسم میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل انه علیه السلام مكث سبع سنین یتبع الناس فی مواسمهم فی سوق عكاظ وكان فیمن دعاهم وكلمهم ودعاهم الی الاسلام بنو عامر بن صعصعة۔ البكری ج۵ ص۲۵۹ والبدایة لابن كثیر ج۳ ص۱۴۱ ۔

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخرالزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوتے کہا کرتے تھے کہ نبی آخرالزمان خاتم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں بازار عکاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہورِ اسلام سے قبل ہی قس وفات پاگئے۔

قالوا قس بن ساعدة اول من قال البینة علی المدعی والیمین علی من انكر واول من تألّه من العرب ای ترك عبادة الاوثان واول من قال اما بعد واول من كتب من فلان الی فلان و

اوّل من اتکأ علی عصا او قوس او سیف عند الخطبۃ۔ روی ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان قس بن ساعدۃ کان یخطب قومہ بسوق عکاظ فقال سیأتیکم حق من ھذا الوجہ واشار بیدہ الی نحو مکۃ۔ قالوا لہ و ماھذا الحق؟ قال رجل ابلج احور من ولد لوی بن غالب یدعوکم الی کلمۃ الاخلاص و عیش و نعیم لاینفد ان فاذا دعاکم فاجیبوہ ولو علمت ان اعیش الی مبعثہ لکنت اول من یسعی الیہ۔ قد رویت ھذہ القصۃ من طرق متعددۃ قال الحافظ ابن کثیر ھذہ الطرق کلھا علی ضعفھا کالمتعاضدۃ علی اثبات اصل القصۃ وقال ابن حجر طرق ھذا الحدیث کلھا ضعیفۃ۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم وفد عبد القیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایکم یعرف القس بن ساعدۃ الایادی قالوا کلنا یارسول اللہ نعرفہ قال فما فعل قالوا ھلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انساہ بعکاظ علی جمل احمر وھو یقول ایھا الناس اجمعوا واسمعوا وعوا من عاش مات ومن مات فات وکل ماھو آت آت إن فی السماء لخبرا وان فی الارض لعبرا مھاد موضوع وسقف مرفوع ونجوم تمور وبحار لاتغور اقسم قس قسما حاتما لان کان فی الامر رضا لیکونن سخطا ان للہ دینا ھو احب الیہ من دینکم۔ الذی انتم علیہ مالی اری الناس یذھبون ولا یرجعون أرضوا بالمقام فقاموا ام ترکوا ھناک فناموا ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم ایکم یروی شعرہ فانشدہ علیہ الصلاۃ والسلام

فی الذاھبین الاولین من القرون لنا بصائر

لما رأیت مواردا للموت لیس لھا مصادر

ورأیت قومی نحوھا تسعی الاصاغر والاکابر

لا یرجع الماضی الیٰ ولا من الباقین غابر

ایقنت انی لا محا لۃ حیث صار القوم صائر

راجع لتفصیل ترجمۃ قس رسالتی النجم السعد فی مباحث اما بعد وانسان العیون ج ۱ ص ۱۹۶ والبدایۃ لابن کثیر۔ روی بعض الناس ان القس کان من اسباط العرب ای من ولد ولدھم شیخا عمر سبعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ ادرکہ من الحواری بین سمعان ھذا واللہ اعلم۔

اسی سوق عکاظ کے سفر کے دوران جنات نے نبی علیہ السلام کا قرآن سنا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے۔ وفی الصحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ما قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجن ولا رآھم انطلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفۃ من اصحابہ عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین وخبر السماء فرجعت الشیاطین الی قومھم فقالوا مالکم؟ قالوا حیل بیننا وبین خبر السماء وارسلت علینا الشھب فقالوا ما ذاک الا من شئ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربھا

فالتقى الذين اخذ وانحو تهامة النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بنخلة عامدين الى سوق عكاظ وهو صلى الله عليه وسلم يصلي باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا له وقالوا هذا الذي حال بيننا وبين خبر السماء ورجعوا الى قومهم فقالوا انا سمعنا قرآناً عجباً يهدي الى الرشد - الآيتين -

وهذا الذي ذكره ابن عباس في اول ما كان من امر الجن مع النبي صلى الله عليه وسلم ولم يكن النبي عليه السلام راهم اذ ذاك انما اوحي اليه بما كان منهم - وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال في قوله تعالى و اذ صرفنا اليك نفراً - الآية - قال كانوا سبعة من جن نصيبين فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً الى قومهم فعلم ان ابن عباس لم ينف كلامه صلى الله عليه وسلم الا الجن استمعوا في صلاة الفجر ولم يرد نفي الكلام بعد ذالك وقوله فجعلهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رسلاً الى قومهم دل على انه كلمهم بعد ذلك ولهذا قالوا يا قومنا اجيبوا داعي الله فدل على انهم اجتمعوا به صلى الله عليه وسلم قبل عودهم الى قومهم -

واخرج البيهقي باسناده عن ابن مسعود رضي الله عنه قال هبطوا على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقرأ القرآن ببطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا صه وكانوا تسعة احدهم زوبعة فانزل الله و اذ صرفنا اليك نفراً من الجن الى قوله مبين - وفي الصحيحين من حديث ابن مسعود انه صلى الله عليه وسلم اذنته بهم شجرة -

فائدہ - ارضِ عرب میں سوق عکاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے - سوق عکاظ و مجنّہ و ذو المجاز کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران و سرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹیکس (عشور) کسٹم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار کا ضامن و ذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور اردگرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفارہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع قبائل کی حفاظت و مدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازار دس ہیں۔ قال اليعقوبي في كتابه ج ۱ ص ۲۳۹ ان اسواق العرب كانت عشرة اسواق يجتمعون بها في تجاراتهم ويجتمع فيها سائر الناس ويأمنون على دمائهم واموالهم اھ - وفي المفصل ج ۷ ص ۳۶۹ وتقع هذه الاسواق في مواضع مختلفة متناثرة من جزيرة العرب فهي اذن اسواق عربية وهناك اسواق اُخرى قصدها العرب للاتجار في مواسم في اوقات مختلفة كانت خارج جزيرة العرب في العراق او في بلاد الشام او في الحبشة اھ -

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضلیات ص ۲۰۸۔ معجم البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ النقائض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۶ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۱۴ ص ۱۴۵۔ المحبر ص ۲۶۳۔ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰ الاغانی ج ۱۴ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۶، ۸۲ ج ۱۲ ص ۱۶ ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ اُسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۴۔

ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لوٹ مار کرنے والے محلون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۲ وکان فی العرب قوم یستحلون المظالم اذا حضروا هذہ الاسواق فسموا المحلون وکان فیہم من ینکر ذلك وینصب نفسہ لنصرۃ المظلوم والمنع من سفك الدماء فیسمون الذادۃ المحرمون واما المحلون فکانوا قبائل من اسد وطیئ وبنی بکر وقوم من بنی عامر بن صعصعۃ واما الذادۃ المحرمون فکانوا من بنی عمرو بن تمیم وبنی حنظلۃ بن زید مناۃ وقوم من هذیل وقوم من بنی شیبان وقوم من بنی کلب بن وبرۃ فکان هولاء یلبسون السلاح لدفعہم عن الناس۔ انتہی۔ وراجع عقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۶ والبیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰۔

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دومۃ الجندل۔ ۲۔ سوق ہجر ۳ سوق عمان۔ ۴ سوق المشقر۔ ۵۔ سوق عدن ابین۔ ۶۔ سوق صنعاء۔ ۷ سوق حضر موت۔ ۸ سوق ذی المجاز۔ ۹ سوق مجنۃ۔ ۱۰ سوق عکاظ۔ ۱۱ سوق حباشۃ۔ ۱۲ سوق صحار۔ ۱۳ سوق بدر۔ ۱۴ سوق بنی قینقاع۔ ۱۵ سوق الشحر۔ ۱۶ سوق عثر۔ یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلے سے متعلق ہوتے تھے۔

وقد ذکر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرۃ کانت فی الجاهلیۃ ثلاث عشرۃ سوقا واولها تیاما دومۃ الجندل قالہ المرزوقی فی الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۱۔ راجع لبیانها الطبری ج ۲ ص ۲۲۶ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ کتاب الصفۃ ص ۱۷۹۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:۔

(**الف**) سوق دومۃ الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاول کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب وجدیلۃ طی اس سوق کے جیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دو رئیسوں یعنی اُکیدر عبادی ثم سکونی اور قُنافۃ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی المحبر ص ۲۶۳ فکان العبادیون اذا غلبوا ولیها اُکیدر واذا غلب الغسانیون ولوها قُنافۃ وکانت غلبتہم وان الملکین کانا یتحاجیان فایما ملك غلب صاحبہ باخراج ما یُلقی علیہ ترکہ والسوق فصنع فیها

ماشاء ولم يبيع فيها احد شيئا الا باذنه حتى يبيع الملك كلما اراد بيعه معرما يصل اليه من عشورها وكان لكلب فيها قين كثير فى بيوت الشعر فكانوا يكرهون فتياتهم على البغاء وكانوا اكثر العرب وكانت مبايعة العرب فيها القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع على السلعة نفر يساومون بها صاحبها فايهم رضى القى حجره فربما اتفق فى السلعة رهط فلايجدون بدا من ان يشتركوا وهم كارهون وربما اتفقوا فالقوا الحجارة جميعا اذا كانوا عدداً على امر بينهم فوكسوا صاحب السلعة اذا طابقوا عليه ۔اھ۔

عبارتِ مجرسے معلوم ہوا کہ سوق دومۃ جندل میں بیع القاء الحصاۃ والحجر رائج تھی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فروی مسلم عن ابی ھریرۃ رض قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الحصاۃ وعن بیع الغرر۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲ واما بیع الحصاۃ ففیہ ثلاث تاویلات احدھا ان یقول بعتک من ھذہ الاثواب ماوقعت علیہ الحصاۃ التی ارمیھا اوبعتک من ھذہ الارض من ھنا الی ما انتہت الیہ ھذہ الحصاۃ۔ والثانی ان یقول بعتک علی انک بالخیار الی ان ارمی بھذہ الحصاۃ والثالث ان یجعلا نفس الرمی بالحصاۃ بیعا فیقول اذا رمیت ھذا الثوب بالحصاۃ فھو مبیع منک ھکذا اھ۔

قال فی المفصل ج ۷ ص ۳۶۷ وکان اکیدر صاحب دومۃ الجندل یرعی الناس ویقوم بامرھم اول یوم وتدوم سوقھم الی نصف الشھر وکان اکیدر یعشر الناس (تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر کسٹم وصول کرنا۔ بہر حال وہ شرکا سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) وربما یتولاھا بنو کلب الذین یأتونہا متأخرین فیتولونھا وتدوم عند قدوم بنی کلب الی آخر الشھر ویتولون ھم حینئذٍ تعشیر الناس اھ۔

راجع البلدان ج ۴ ص ۱۰۶ ، ج ۲ ص ۶۲۵ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وابن خلدون ج ص ۲۷۳۔

ویعرف البیع فیھا ببیع الحصاۃ وھو نوع من انواع المقامرۃ ابطلہ الاسلام وکان مکس ھذہ السوق لمن یتولی الاشراف علیھا ودومۃ الجندل فی غائط من الارض خمسۃ فراسخ ومن مغربہ عین تثج فتسقی ما بہ من النخل والزرع ودومۃ ضاحیۃ بین غائطھا واسم حصنھا مارد۔ کما فی تاج العروس ج ۸ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۵ وھو حصن قدیم ورد ذکرہ فی الشعر الجاھلی وقد اکتسب شھرۃ کبیرۃ بین الجاھلیین حتی ضربوا بہ وبالابلق حصن السموأل المثل فی العز والمنعۃ فقالوا "تمرد مارد وعز الابلق" قالوا قصدھما الزباء فعجزت عن قتالھما فقالت تمرد مارد وعز الابلق وذھب مثلاً لکل عزیز ممتنع۔ ودومۃ الجندل مفرق من مفارق الطرق مہم یقصدہ اصحاب القوافل الذاھبون الی العراق والی الشام وبالعکس لوجود العذب بھا وھی الیوم یسمی الجوف فی المملکۃ السعودیۃ۔

راجع المفصل ج ۷ ص ۳۷۳ والازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۱ ومراصد الاطلاع ج ۲ ص ۵۲۶ و

التاریخ الکبیر ج ا ص۸۹ والمسالک والممالک ص۱۱۵ والکامل ج ۲ ص۱۹۲۔

بعض بعید قبائل سوق دومۃ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر و شرکا سوق چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہو سکتے تھے۔ محبّر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن والحجاز یتخفر بقریش ما داموا فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یھیجھم حلیف لمضری کان ذلک بینھم فکانت کلب لا یھیجھم لحلفھم بنی تمیم وطئ لا تھیجھم لحلفھم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش من قتہ ما اورثنا اسمعیل علیہ السلام من الدین اھ۔

(ب) سوق المشقّر۔ یہ سوق مقام ہجر میں تھا۔ سوق دومۃ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوق مُشقّر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورا ایک مہینہ جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمندر پار کرکے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس و تمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ ونگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوک فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ و رؤسا مقرر کیے تھے۔ بازار مشقر کا انتظام بھی دومۃ الجندل کی طرح تھا یہاں کا رئیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یؤمّھا من التجار یتخفرون بقریش لانھا لا توتی فی بلاد مضر وکان بیعھم فیھا الملامسۃ والھمھمۃ اما الملامسۃ فھی الایماء یؤمئ بعضھم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماءً واما الھمھمۃ فکیلا یحلف احدھم علی کذب ان زعم المشتری انہ قد بدا لہ۔ کذا فی المحبر۔

وفی المفصّل ویحمی المشقر حصن قدیم قویم یقال ورثہ امرؤ القیس وقد اشیر الیہ فی الشعر۔

یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقت ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔

دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ا ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد واخبار العباد ص ۷۳۔ مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ففی صحیح مسلم روی ابو ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ قال النووی فی شرحہ ج ۲ ص۲ ولاصحابنا ثلاثۃ اوجہ فی تاویل الملامسۃ احدھا تاویل الشافعی وھو ان یأتی بثوب مطوی او فی ظلمۃ فیلمسہ المستام فیقول صاحبہ بعتکہ بکذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرک ولا خیار لک اذا رأیتہ والثانی ان یجعلا نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمستہ فھو مبیع لک والثالث ان یبیعہ شیئا علی انہ متی لمسہ انقطع

خیار المجلس وغیرہ وھذا البیع باطل علی التاویلات کلھا اھ۔

(ج) سوق صُحار۔ یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلندی بن مستکبر اس کا متولی و حاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور وصول کرتا تھا۔ یہ سوقِ صُحار سوقِ مشقر کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی محبر۔ ص ۲۶۵۔ ویذکر بعض اھل الاخبار ان البیع فی سوق صحار ھو بالقاء الحجارۃ۔ راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۶۔

(د) سوق دَبا۔ یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سندھ و ہند و چین و اہل مشرق و مغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوقِ دَبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہِ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر وکان بیعھم فیھا المساومۃ وکان الجلندی بن المستکبر یعشرھم فیھا وفی سوق صحار ویفعل فی ذلک فعل الملوک بغیرھا۔ اھ۔ ودبا احدی فرضتی العرب۔

(ھ) سوق الشحر شحر مھرۃ۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقولِ بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بھا عشور لانھا لیست بارض مملکۃ وکانت التجار تخفر فیھا ببنی محارب بن حرب من مھرۃ وکان قیامھا للنصف من شعبان وکان بیعھم بھا القاء الحجارۃ۔ کذا فی المحبر ص ۲۶۶۔ وکان غالب مایعرض فیھا الادم والبز وسائر المرافق ویشترون بھا الکندر والصبر ویقصدھا تجار من البر والبحر۔

راجع الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وتاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۷۔

(و) سوق عدن۔ سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتخفرون ھنا باحد لانھا ارض مملکۃ وامرھا محکم وکانت الابناء تعشرھم بھا ولا تشترون فی اسواقھم ولا تبیع والابناء ابناء الفرس الذین فتحوا الیمن مع وھرز وقتلوا الحبشۃ۔ کذا فی المحبر۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر ھذہ السوق ملوک حمیر ثم من ملک الیمن من بعدھم واشھر ما یباع فیھا الطیب ولم یکن احد یحسن صنع الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجع بالطیب المعمول تفخر بہ فی السند الھند ویرحل بہ کذلک تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ والازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۵۔

(ز) سوق صنعاء۔ سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ وکان بیعھم بھا الجس جس الایدی انتھی ما فی المحبر۔ وقد اشتھرت ھذہ السوق ببیع الخرز والادم والبرود وکانت تجلب الیھا معافر والقطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بھا من البر والحدید وحاصلات الیمن۔

راجع صبح الاعشیٰ ج ا ص۴۱۰ والازمنۃ والامکنۃ ج ۵ ص۱۶۵ الیعقوبی ج ا ص۲۳۶۔

بیع جس ایدی کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(ح) سوق الرابیہ۔ سوق رابیہ وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیہ حضرموت یعنی یمن میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المحبر فاما الرابیۃ فلم یکن یصل الیھا احد الا بخفارۃ لانھا لم تکن ارض مملکۃ وکان من عزّ فیھا بزّ صاحبہ فکانت قریش تخفر فیھا ببنی اٰکل المرار وسائر الناس یتخفرون بآل مسروق بن وائل من کندۃ۔ اھ۔

(ط) سوق مجنۃ۔ سوق عکاظ بقول بعض یکم ذوقعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذوقعدہ سے لوگ سوق مجنۃ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنۃ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ا ص۱۲۳ ومجنۃ سوق باسفل مکۃ علی بریدٍ منھا وھی سوق لکنانۃ وارضھا من ارض کنانۃ وھی التی یقول فیھا بلال رضی اللہ عنہ بعد الھجرۃ ؎

الا لیتَ شِعری ھل اَبیتَنّ لیلۃً	بِفَخٍّ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اَرِدَنْ یوماً میاہَ مجنّۃٍ	وھل یَبدُوَنْ لی شامۃٌ وطفیلُ

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنۃ انتھی۔

(ی) سوق ذوالمجاز۔ سوق مجنۃ کے بعد یکم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالمجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالمجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات ومنیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔

(یا) سوق حُباشۃ۔ یہ عرب کے مشہور وقدیم اسواق میں سے ہے۔ وھی سوق بتھامۃ یُتاجر فیھا اھل الحجاز واھل الیمن وکان فی جملۃ من حضرھا وتاجر فیھا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شھر رجب وحباشۃ سوق اُخریٰ کانت لبنی قینقاع۔ کذا فی المفصل۔

وقال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ا ص۱۲۳ وحباشۃ سوق الازد وھی فی دیار الاوصام من بارق من صدر قنونا وحلی من ناحیۃ الیمن وھی من مکۃ علی ست لیال وھی اُخر سوق خربت من اسواق الجاھلیۃ وکان والی مکۃ یستعمل علیھا رجلاً یخرج معہ بجند فیقیمون بھا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی قَتلتِ الازدُ والیاً کان علیھا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی سنۃ ۱۹۷ھ فاشار فقھاء مکۃ علیٰ داؤد بن عیسی بتخریبھا فخربھا وتُرکت الی الیوم وانما ترک ذکر حباشۃ مع ھذہ الاسواق لانھا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشھرہ وانما کانت فی رجب انتھی۔

حباشہ بضم حاء مہملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یاقوت لکتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

به فی خطبته ومقدمة کتابه ۔ اسی لفظ حباشہ پر یاقوت بن عبداللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجہاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ا صنا ۔

فارس۔ آیت وقلنا یاآدم اسکن انت وزوجك الجنة کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظِ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس ہے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتدا مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرمی نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرمی نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غررت المسلمین وامرہ ان یلحق بسعد بن ابی وقاص بالکوفة فسار نحوہ فلما بلغ ذاقارمات العلاء الحضرمی رضؓ۔

فائدہ۔ ارض فارس پر زمانۂ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت وحکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ ازدشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولت ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے ۲۳۰ء قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تاآنکہ کسریٰ انوشیروان ۵۸۰ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمہر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔ انوشیروان ۶۲۰ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانۂ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولّد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزدجرد ۳۱ھ میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص۱۷۔

ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن ماسور بن سام بن نوحؑ۔ وقال ابوبکر احمد

الحلوانی سمیت بفارس بن مدین بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ وقیل سمیت بفارس بن طہمورث والیہ ینسب الفرس لانہم من ولدہ وکان ملکاً عادلاً قریب العہد من طوفان نوح علیہ السلام ۔

فائدہ ۔ شاہانِ ملکِ فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع و مفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس ۔ عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جزء بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ وہ رسالہ یہ ہے :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

ملوک و شاہانِ فارس کے دو طبقے ہیں ۔ اول قدماء جنھیں کینیہ کہا جاتا ہے ۔ ان کا آخری بادشاہ دارا تھا، جس کو سکندر نے قتل کرایا ۔ عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا ۔ سکندر نے حکومتِ کینیہ ختم کر دی ۔ دوم متاخرین جو حکومت ساسانیہ و کسرویہ کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ حکومت، حکومتِ کینیہ کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا ۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اول حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا ۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے ۔ ان کے قدماء کی تاریخ مختلف فیہ و مجہول ہے ۔ علماء و اصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسماء و کوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں ۔ اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں ۔

قتلِ دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے ۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی ۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے ۔ یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ و اہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی ۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم و بادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا ۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا ۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا ۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا ۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے ۔ ابن سعید کتاب تاریخ الامم لعلی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے ۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے ۔ اس سے متقدم شاہانِ فارس کسریٰ سے ملقب نہیں ہوتے تھے ۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے ۔ مؤرخینِ فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولادِ آدم میں اوّل بادشاہ کیومرث (بالثاء والتاء کما قیل) ہے ۔

قال فی لفظة العجلان ص۳۹ امة الفرس من اقدم امم العالم واشدهم قوة و آثاراً فی الارض و کانت لهم فی العالم دولتان عظیمتان طویلتان ۔ الاولی منها الکینیة وهی التی غلب علیها الاسکندر والثانیة الساسانیة الکسرویة وهی التی غلب علیها المسلمون و اما قبل هاتین الدولتین فبعید اخبارہ متعارضة ولاخلاف بین المحققین انهم من ولد سام بن نوح علیه السلام وارض ایران هی بلاد الفرس ولما عربت قیل لها عراق وقیل انهم من ولد ایران بن افریدون وهم ینسبون الفرس الی کیومرث و معناہ ابن الطین کانت ملوك الفرس من اعظم ملوك الارض فی قدیم الزمان ۔

وهم اربع طبقات ۔ الاولی یقال لهم الفیشدادیة ومعناها اول سیرة العدل وعدتها تسعة وهم اوشهنج و طهمورث وجمشید وبیوراسپ وهو الضحاك وافریدون بن اثفیان ومنوچهر وفراسیاب وزو وکرشاسف وهذہ الطبقة قدیمة وقد نقل فی مدة ملکهم وحروبهم امور یاباها العقل و یمجها السمع ۔

والثانیة یقال لهم الکیانیة وهم الذین فی اول اسمائهم کی وهو لفظة التنویة قیل معناها الروحانی وقیل الجبار وعدة الکیانیة تسعة ایضاً وهم کی کاؤس وکیخسرو وکیلهراسف، کی بشتاسف و کی ازدشیر وبهمن وخمانی بنت ازدشیر ودارا الاول ودارا الثانی وهو الذی قتله الاسکندر واستولی علی ملکه ۔

والثالثة ۔ هم بعض ملوك الطوائف ویقال لهذہ الطبقة الاشغانیة وعدتهم احد عشر ۔

الرابعة هم الاکاسرة لان کل واحد منهم یقال له کسری ویقال لهم ایضاً الساسانیة نسبته الی جدهم ساسان وملك منهم عدة من النساء واولهم ازدشیر بن بابك وآخرهم یزدجرد الذی قتل فی ایام عثمان ابن عفان رضی الله عنه انتهی بحذف ۔

علامہ محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب محبر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جیومرت (کیومرث) جنس جن کا فرد تھا نہ کہ جنس انس کا اور جیومرت یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طهمورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوشنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوشنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے ۔ فبعض المجوس یقول ان آدم ابن شینك ولیس کلهم یقول ذلك ۔ اور نوعِ انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجهان من ولد قابیل تھا ۔ وکان جمشاذ یقطع الدنیا کل یوم کما تقطعها الشمس یضحی بالمشرق ویمسی بالمغرب ملکها والناس مائة نفس فیما بین نوح وآدم علیهما السلام والثانی بعدہ نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیه السلام ملکها والناس عشرة آلاف نفس والثالث هو الضحاك بن قیس ذو الحیتین صدیق ابلیس ثم سلیمان بن داؤد علیهما السلام ثم ذوالقرنین هو هرمس بن میطون بن

سرومی بن لنطی بن کسلوحیین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔انتہی۔

قال العبد الضعیف الروحانی انا لا اری صحۃ ما قال ابن حبیب من وجوہ۔ منہا[1] عدم ثبوت ما ادّعٰی بل لیل شاف اذ من اخبرہ من ملوک الجن ولم یثبت ذلک بنص۔ ومنہا[2] المشہور ان جیومرث واوسہنج من الانس لا من الجن ومنہا[3] ان قبل خلق آدم کانت الارض خالیۃ عن ملک الجن والملائکۃ اخلت عامۃ الارض عنہم وترکوھم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الآثار الصحیحۃ ولم یترک لہم احدا برأس و بملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیومرث واوشینک یعنی اوسہنج و طہمورث ملکوا الارض کلہا۔ و منہا[4] ان اکثر المؤرخین صرّحوا بخلاف ذلک وقالوا ان اول ملک من البشر فی الارض غیرہم شاذ۔ ومنہا[5] ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلا کیف وعمر آدم علیہ السلام الف سنۃ وکان نوح علیہ السلام طویل العمر وھذہ المدۃ الطویلۃ توجب العدد الکثیر من الانفس۔ ومنہا[6] ان قصر اولاد آدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلا وخلاف ما صرح بہ الثقات من اہل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یمت آدم حتی بلغ ولدہ و ولد ولدہ و ولد ولد ولدہ اربعین الفا۔ تاریخ طبری ج ۱ ص۱۲۳۔

مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔(۱) یہ اصلِ نوعِ انسانی ہے یعنی کیومرث آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابنِ آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیومرث کا نام اُمیم ہے۔ وہو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ امیم سب سے پہلے ارضِ فارس میں آباد ہوا تھا۔ (ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوعِ جن میں سے تھا۔ کما قدمنا من ابن حبیب النسابۃ)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیومرث کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیومرث بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم ومکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض وعناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ وجدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ صرف رعب وخوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ تو عالم کبیر یعنی نوعِ انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسمِ انسانی پر قیاس کرکے بادشاہ کے وجود کو جو مرکزِ طاقت اور مرکزِ تدبیر ہو ضروری سمجھا۔ تفصیلِ مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت وجسمِ انسان حسّاس و دَرّاک پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال وگوناگوں تصرفات وخواصِ ظاہریہ و باطنیہ کا ایک مرکز ہے۔ جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضا۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس وغیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکزِ قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضاء واجزاء بدن کا بادشاہ و حاکمِ اعلیٰ و مدبّر ہے۔ وہ مرکزِ قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضاء دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و خدام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضاء باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور برے راستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہرحال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالم اصغر کے حسین و قوی نظم و ضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالم کبیر و نوع انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحب قوت حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلس قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں اِنّ النِعم لاتدوم الّا بالشکر و اِنّا نحمد اللہ علی آیادیہ و نشکرہ علی نِعَمِہ و نَرغَب الیہ فی مزیدھا ونسأله المعونۃَ علی ما دُفِعنا الیہ وحسنَ الھدایۃِ الی العدل الذی بہ یجتمع الشملُ و یصفو العیشُ فثِقُوا بالعدل مِنّا و اَنصِفُونا من اَنفسکم نُوردُکم الی افضل ما فی ھممکم و السلام۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لتأخذ الطبیعۃ بقسطھا فیصلح البدن بما یرد الیہ من الغذاء وتسکن النفس عند ذلک فتُدَبّر کل عضو من الاعضاء تدبیراً یؤدّی الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفو الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابلۃ للغذاء ما یناسبھا وما فیہ صلاحھا فان الانسان متی شغل عن طعامہ بضرب من الضروب انصرف قسطٌ من التدبیر و جزءٌ من التغذی الی حیث انصباب الھمۃ ووقوع الاشتراک فأضرّ ذلک بالانفس الحیوانیۃ والقوی الانسانیۃ واذا کان ذلک ادی الی مفارقۃ النفس الناطقۃ لھذا الجسد المرئی وفی ذلک ترک للحکمۃ وخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۱۔

بعض نسّابین کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشہنج (اوشہنق) تھا۔ اوشہنج بطنِ حوا سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۷۵ وکان بعضھم یزعم ان اوشھنج ھذا ھو ابن آدم علیہ السلام لصلبہ من حواء واما ھشام الکلبی فانہ فیما حُدّثتُ عنہ قال بلغنا واللہ اعلم انّ اوّل مَلِکٍ مَلَکَ الارض اوشھنق بن

عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدعیہ وتزعم انہ کان بعد وفاۃ آدم بمائتی سنۃ قال وانما کان ھذا الملک فیما بلغنا بعد نوح بمائتی سنۃ فصیرہ اھل فارس بعد آدم بمائتی سنۃ ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم رد الطبری قول الکلبی و رجح القول الاول۔ وقال ان ملک اوشھنج ھذا کان اربعین سنۃ۔ مسعودی نے اوشہنج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلۂ شاہان فرس میں پانچواں بادشاہ ضحاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسپ بن اروادسب بن رسنوران بن نیاداس بن طلح بن قروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجوبۂ زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقالیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جابر و سرکش و ظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا ھو الضحاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فراعنۂ مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعونِ مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ امّ اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کما فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸۔

فرس کہتے ہیں الضحاک ھو الازدھاق وھو بیوراسب بن ارندا سب وقیل فی اسم ابیہ اروادسب وقیل انہ ماسب۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جابر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا جس کے سات سر تھے کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت و مورتی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقالیم سبعہ کا مالک تھا۔ روی الطبری عن الامام الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وسعفص و قرشت کانوا ملوکا جبابرۃ فتفکر قرشت یوما فقال تبارک اللہ احسن الخالقین (ای جعل نفسہ احسن الخالقین) فمسخہ اللہ فجعلہ اجدھاق (وھو معرب اژدہا۔ سانپ) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بدنباوند و جمیع اھل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملک الاقالیم کلھا وانہ کان ساحرا فاجرا، اھ۔ ثم قال ملک الضحاک بعد جم فیما یزعمون الف سنۃ وسار بالجور وبسط یدہ فی القتل وکان اول من سن الصلب والقطع واول من وضع العشور (ای الخراج) وضرب الدراھم واول من تغنی و

وغُنِيَ لَه اھ۔

وفی المروج ج ۱ ص ۲۲۳ انہ کان ساحرًا وملک الاقالیم السبعۃ وکان ملکہ الف سنۃ وبغی فی الارض وتمرد وانہ مقید فی جبل دباوند بین الری وطبرستان اھ۔ قیدہ افریدون۔ وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۱ کان عمرہ الف سنۃ وملکہ منہا کان ستمائۃ سنۃ وقیل کان عمرہ ۱۱۰۰ سنۃ الی ان خرج علیہ افریدون فقتلہ وزعم بعضہم ان نوحًا علیہ السلام کان فی زمانہ وانہ ارسل الیہ والی من فی مملکتہ۔

وقال الطبری ایضًا قبیل ھذا ان الضحاک کان عاصیًا وانہ غصب الارض واھلہا بسحرہ و خبثہ وھوّل علیہم بالحیتین اللتین کانتا علی منکبیہ فلقی الناس منہ کل جھد وذبح الصبیان یقول البعض الذی کان علی منکبیہ کان لحمتین طویلتین ناتئتین علی منکبیہ کل واحد منہما کرأس الثعبان و انہ کان بخبثہ ومکرہ یسترھما بالثیاب ویقول للتہویل وترھیب الناس انہما حیّتان تقتضیانہ الطعام وکانتا تتحرکان تحت ثوبہ اذا جاع کما یتحرک العضو من الانسان عند التہابہ بالجوع والغضب وکانت الناس منہ فی جھد شدید ویقال انہ خرج فی منکبہ سِلعتان فکانتا تضربان علیہ فیشتد علیہ الوجع حتی یطلیہما بدماغ انسان فکان یقتل لذلک فی کل یوم رجلین ویطلی سلعتیہ بدماغیہما فاذا فعل ذلک سکن ما یجد۔

قال ھشام بن محمد بلغنا ان افریدون وکان مولدہ بدنباوند خرج حتی ورد منزل الضحاک وھو عنہ غائب بالھند فحوی علی منزلہ ومافیہ فاقبل الضحاک وقد سلبہ اللہ قوتہ فاوثقہ افریدون و صیّرہ بجبال دنباوند فالعجم تزعم انہ الی الیوم موثق فی الحدید یعذب ھناک وبعض المجوس تزعم انہ جعلہ اسیرًا فی تلک الجبال موکلًا بہ قومٌ من الجن ومنہم من یقول انہ قتلہ ھذا ما فی تاریخ الطبری وفی کتاب اللقطۃ ص ۳۰ وغیرہ من الکتب ماحاصلہ ان اول من خرج علی الضحاک رجل باصبہان اسمہ کابی وکان حدادًا فدعا الناس الی مجاھدۃ الضحاک فی ۳۹۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام وکان معہ عصا فعلق باطرافہا جرابًا کان عندہ ثم نصب ذلک العلم فاسرع الناس الی اجابتہ لما کانوا فی فنون الجور فلما غلب کابی علی الضحاک تفاءل الناس بذلک العلم فعظموا امرہ وزادوا فیہ حتی کان جمیع ملوک الفرس علمہم الاکبر الذی یتبرکون بہ وسموہ درفش کابیان۔ فکانوا یظہرونہ فی الامور العظام وقال ھشام بعد ذکر قصۃ اخری لرفع العلم بلغنا ان ھذا العلم کان جلد اسد انہ لم یزل محفوظًا عند ملوک فارس فی خزائنہم فالبسہ ملوک فارس الذھب والدیباج تیمنًا بہ طبری ج ۱ ص ۹۹ ثم بعد الفتح ملکوا علیہم افریدون۔

فائدہ۔ اتخذت الفرس بامر افریدون یوم قتل افریدون الضحاک اوحبسہ فی جبل دباوند عیدًا ویوم نجاۃ من الآفات وسموا ھذا العید عید المھرجان وکان ذلک فی شہر مہر ماہ مہروز ذکرہ الطبری

فی التاریخ ج ا ص۹۹ وللفرس عیدان مشہوران وبقیا حتی فی الاسلام عند بعض ملوک العراق وایران کانو ا یظہرون فیہا المسرّات وہما مہرجان ونیروز (نوروز) امّا المہرجان فقد مرّ وجہُ تقرّرہٖ۔

ومہر فی الفارسیّۃ اسم الشمس قال القزوینی وذکروا ان فی ھذا الیوم یوم مہرجان دحا اللہ الارض وجعل الاجساد قرار الارواح اھ ویوم مہرجان دائما ھو یوم ۲۲ سبتمبر اذ فی ھذا الیوم تکون الشمس فی الاعتدال الخریفی ویعتدل اللیل والنہار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیہ خط الاستواء وبعد ھذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیۃ وتکون فیہا الی ستۃ اشہر ثم بعد ستۃ اشہر تصل الشمس الی الاعتدال الربیعی فی ۲۱ من شہر مارس (مارچ) ویعتدل اللیل والنہار فی العالم لکون الشمس مسامتۃ لخط الاستواء ثم بعد ۲۱ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیۃ وتکون فیہا الی نحو ستۃ اشہر ویوم ۲۱ مارس ھو یوم عید النیروز عند الفرس۔ نوروز معناہ فی الفارسیّۃ الیوم الجدید وھو اول یوم من السنۃ الفارسیّۃ والفرس زعموا ان اللہ فی ھذا الیوم ادار الافلاک وسیّر الشمس والقمر والکواکب۔

وقد ذکرنا فی ترجمۃ جمشید بالدال المعجمۃ والمہملۃ وجہ بداء النیروز وذکرنا ھنالک انہم کانوا یتزیّنون ویظہرون انواع الفرح فی النیروز الی ستۃ ایام فکان عیدھم الی ستۃ ایام۔ وکذلک مہرجانہم الی عدّۃ ایام بل قال البعض انہم کانوا یجعلون جمیع الشہر عیدًا باظہار انواع الزینۃ والفرح۔

قال فی المروج ج ۲ ص۱۹۷ ان شہر تشرین الاول ۳۱ یومًا وفیہ المہرجان وبین النیروز والمہرجان ۱۶۹ یومًا وعند الفرس فی معنی المہرجان انہ کان لہم ملک فی قدیم الزمان من ملوک الفرس قد عمّ ظلمہ خواصّ الناس وعوامّہم وکان یسمّی مہر وکانت الشہور تسمّی باسماء الملوک فقیل مہرماہ ومعنی ماہ ھو الشہر وان ذلک الملک طال عمرہ واشتدّت وطأتہ فمات فی النصف من ھذا الشہر وھو مہرماہ فسمّی ذلک الیوم الذی مات فیہ مہرجان وتفسیرہ نفس مہر ذھبت وبعض اھل العراق وغیرھم من العجم یجعلون ھذا الیوم اول یوم من الشتاء اھ بتصرف۔

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انہ نبیّہم وجاء بکتاب ادّعاہ وحیًا من اللہ تعالی ھو الذی رتّب لہم عیدین النیروز فی الاعتدال الربیعی والمہرجان فی الاعتدال الخریفی و کان زرادشت کما قیل فی ایام بشتاسف۔

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ وجدول سے معلوم کی جاسکتی ہے:۔

هذا جدول ملوك فارس من بدء نوع الانسان الى ظهور الاسلام

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
١	كيومرث ـ هو اوّل من ملك الارض وتوّج بتاج قيل هو ادم وقيل ابن ادم وقيل من نسل نوح عليه السلام وقال ابن حبيب المؤرخ كان من الجنّ قبل ادم عليه السلام ـ	٤٠
٢	ثم اوشهنج[1] بن فروال بن سيامك بن برنيق بن كيومرث وقيل هو اخ الكيومرث بن ادم كان ينزل الهند ـ	٤٠
٣	ثم طهمورث بن نوبجهان بن ارفخشذ بن اوشهنج كان ينزل سابور وظهر فى عهده بوداسف الذى احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطى طهمورث لطاعته قوة وقال الكلبى اعطى من القوة ما خضع له ابليس وشياطينه وقيل انه ابتنى مدينة سابور ونزلها وانه وثب على ابليس فركبه فطاف عليه فى جميع الارض وانه اول من امر باتخاذ الكلاب لحفظ المواشى ـ	٣٠
٤	ثم جمشيد[2] اخو طهمورث قيل كان فى زمنه الطوفان وقيل كان قبل الطوفان ـ وهو اوّل من امر بغزل الابريسم والقطن	٩٠٠

[1] قال ابن حبيب كان من الجنّ ملك الارض كلها وحكى الطبرى فى تاريخه جزء ١ ص ١٧١ انه اول من اقطع الشجر وبنى البناء واول من استخرج المعادن والحديد وانه بنى مدينة "الرىّ" وانه قهر ابليس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مردتهم وملك الاقاليم كلها ١٢

[2] وشيد معناه عندهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشيد لجماله واسمه الاصلى جم ملك ٦٠٠ سنة وقيل ٩٠٠ سنة وستة اشهر كما فى المروج جزء ١ ص ٢٢٣ وانه سخر الشياطين على ما زعمت الفرس وذللهم وامرهم بعمل الرخام والجص وصنعة النورة وامر بعجلة من زجاج فصعد فيها الشياطين وركبها واقبل عليها بمساعدة الشياطين فى الهواء من بلده من دنباوند الى بابل فى يوم واحد وذلك فى يوم النيروز فاتخذ الناس للاعجوبة التى رأوه عيد نوروز وامرهم باتخاذ ذلك اليوم وخمسة ايام بعده عيدًا وهو عيد الفرس المسمى بالنيروز (نوروز) ودفع الله عنه وعنهم الحرّ والبرد والاسقام والهرم والحسد الى مدة طويلة ثم ان جمشيد بطر وتكبر بعد ما كان مطيعًا لله خاضعًا له وجحد احسان الله واخبرهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	[illegible]
٥	ثم بيوراسب بن ارواداسب وهو الضحاك وهو الذى قتل جمشيد۔	١٠٠٠
٦	ثم افريدون بن اثقابان بن جمشيد ملك الاقاليم السبعة وكانت دار مملكته بابل وهو اشهر ملوك الفرس۔	٥٠٠

جمشيد انه وليهم وربهم والدافع عنهم بقوته الاسقام والهرم وغير ذلك فجاء النقص والهوان فى ملكه بعد ما ادعى الربوبية ووثب عليه بيوراسب فغلبه على ملكه وقتله۔ كذا ذكر الطبرى ج ١ ص٨٥۔

س٣ وكان الضحاك ساحراً ملك الاقاليم السبعة وفى اللقطة ص٤ انه يقال له الدهاك ومعناه عشر آفات فلما عرب قيل الضحاك وكان ابراهيم عليه السلام فى اواخر ايام الضحاك واول ملك افريدون والفرس يجعلون الضحاك قبل الطوفان لانهم يعترفون بالطوفان وفى الطبرى ج ١ ص٩٩ قال بعض العلماء ان الضحاك هو نمرود وهو الذى اراد احراق ابراهيم عليه السلام ١٢۔

س٤ وفى زمنه وزمن بيوراسب كان ابراهيم والخضر عليهما السلام كما فى الطبرى ج ١ ص١٩٢ ويقال كان افريدون قبل ابراهيم الخليل عليه السلام بكثير ويقال ان افريدون هو نوح النبى عليه السلام والصحيح انه من ولد جمشيد بينهما تسعة آباء وانه الذى محا آثار ثمود وقيل هو ذو القرنين المذكور فى القرآن ويدل كلام الطبرى فى تاريخه ج ١ ص١٩٣ ان ابراهيم وموسى والخضر عليهم السلام وفرعون مصر كلهم كانوا فى زمن بيوراسب و افريدون وللمؤرخين فى ذلك اختلاف كثير وافريدون هو الذى قتل الضحاك الذى كان اظلم الناس وكان ساحراً وقيل حبسه وجعلوا يوم قتل الضحاك عيداً سموه المهرجان وقد تقدم بيانه وبيان النيروز۔

وافريدون اول من تسمى بكى ومعناه التنزيه اى مخلص متصل بالروحانيات وقيل معناه البهاء لانه كان يغشاه نور من يوم قتل الضحاك وقيل معناه مدرك الثار وفى تاريخ الطبرى ج ١ ص٢٠١ قيل ان افريدون اول من سمى بالكيية فقيل له كى افريدون وتفسير الكيية التنزيه كما يقال روحانى يعنون به ان امره مخلص منزه يتصل بالروحانية وقيل ان معنى كى طالب الدخل وقيل معناه البهاء وان البهاء يغشى افريدون حين قتل الضحاك۔

وكان افريدون رجلاً جسيماً بهياً مجرباً عادلاً فى ملكه وكان طوله تسعة ارماح كل رمح ثلاثة ابواع وعرض حجزته ثلاثة ارماح وعرض صدره اربعة ارماح۔

وكان له ثلاثة ابناء اسم الاكبر سرم والثانى طوج والثالث ايرج وهو اصغرهم وقسم الارض بينهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهمُ	مدة الملك بالسنين
۷	ثم منوشّهر (منوچہر) بن ایران بن افریدُن وکان ینزل بابل دار مملکته قیل کان فی زمنه موسٰی وهارُن ویوشع علیهم السلام -	۱۲۸
۸	ثم سہم بن ابان بن اثقبان بن یوح بن منوجهر کانت دار مملکته بابل قاله المسعودی	٦٠

اثلاثا وجعل ایرج مَلِكَ العراق والهند والحجاز وجعله صاحب التاج والسریر وفوّض الیه الولایة علٰی اخویه قیل وبه سمیت مملکة بابل وارضها وماحولها ایران فایران مصحف لفظة ایرج وقیل سمیت ارض بابل لهذا السبب ایران شهر قیل ان افریدون اوّل من نظر فی الطب والنجوم واول من ذلّل الفیلة وامتطاها ونتج البغال واول من اتخذ الاوّز والحمام ویقال ان الترك من اولاد افریدُن فان الترك الذی تنسب الیه الاتراك کان ابن ارشسب بن طوج بن افریدُن ویقال فی ارشسب شهراسب -

ﮦ۵ هو اوّل من خندق الخنادق وزعم البعض ان منوشهر هذا ابن منشخرنر بن افریقیس بن اسحاق بن ابراہیم علیهما السلام انتقل الیه الملك بعد ان مضی ۱۹۲۲ سنة من عهد جیومرث ذکره الطبری والفرس ینکر هذا النسب ولا تعرف لها ملکا الّا فی اولاد افریدُن تملّك منوجهر (منوشهر) ۱۲۰ سنة ثم وثب علیه ابن لابن طوج الترکی فنفاه عن العراق ۱۲ سنة ثم غلب علیه منوشهر وتملّك بعد ذلك ۲۸ سنة فمدّة جمیع ملکه ۱۲۸ سنة وکان مَلِكُ الیمن فی عهده الرائش بن قیس بن صیفیّ بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان ویقال انّ موسی علیه السلام ظهر فی سنة ٦٠ من ملك منوشهر -

قال الطبری وقد یزعم بعض المجوس ان افریدُن وطئ ابنة لابنه ایرج یقال لها کوشك فولدت لافریدُن جاریةً اسمها فرکوشك ثم وطئ افریدُن فرکوشك هذه فولدت لافریدُن جاریة اسمها زوشك ثم وطئ افریدون زوشك فولدت لافریدُن جاریة اسمها فرزوشك ثم وطئ افریدُن فرزوشك هذه فولدت لافریدُن جاریة اسمها بیتك ثم وطئ افریدُن بیتك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ایرك ثم وطئ افریدُن ایرك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ایزك ثم وطئ افریدُن ایزك هذه فولدت لافریدُن جاریة اسمها ویرك ثم وطئ افریدُن ویرك هذه فولدت لافریدُن ابنًا اسمه منشجرفاغ وبنتًا اسمها منشجزك ثم ان منشجرفاغ وطئ اخته منشجزك فولدت له ابنًا اسمه منشخرنر وبنتًا اسمها منشرارك ثم ان منشخرنر وطئ اخته منشرارك هذه فولدت له منوشهر ای منوجهر وکان مولده بدنباوند وقیل بالرّیّ -

ثم ان منوشهر لما کبر صار الی جدّه افریدُن فتوسم فیه افریدُن الخیر وتوجه بتاجه ۱۲-

	اسماء الملوک وبعض احوالھم	مدۃ الملک بالسنین
۹	ثم فراسیاب بن اطوج بن یاسر بن رامی بن ارس بن بولک بن ساساسب بن زسست بن نوح بن دومر بن سرور بن اطوج بن افریدون وکان عمرہ اربعمائۃ سنۃ۔	۱۲
۱۰	ثم زوبن طہماسب وقیل فی اسمہ زاب وقیل زاغ وکان محمود السیرۃ محسنًا فی رعیتہ وھوالذی طرد فراسیات بن فشنج بن رستم بن ترک وترک ھذا جد سائر الترک الموجودین الیوم۔	۳
۱۱	ثم کیقباذ بن زاغ بن نوجیاہ بن میسو بن نوذر بن منوشہر قیل ان الملوک الکیبیۃ واولادھم من نسلہ۔	۱۰۰
۱۲	ثم کیقاوس بن کیبیۃ بن کیقباذ الملک قیل ان الشیاطین کانت مسخرۃ لہ عن امر سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔	۱۵۰

۵۶ قیل بعد موت منوشہر (منوجہر) غلب علی مملکۃ فارس فراسیات (فراسیاب) بن فشنج بن رستم بن ترک فھومن الترک لامن الفرس وقیل ان فراسیات من نسل افریدون فھومن الفرس وقیل ان الترک کلھم من اولاد افریدون وکان فراسیات جائرًا اجبارًا اعظم جورہ وخرب ماکان عامرًا من بلاد فارس دفن الانھار والقنی ولم یزل الناس منہ فی اعظم البلایا والفتن الی ان ظھرعلیہ زوبن طہماسب من نسل منوجہر فطردہ زوٌ الی ترکستان فعمر زوٌ ماخرب وافسد ویوم طرد زو فراسیات اتخذہ الفرس عیدًا ویوم سرورلما رفع اللہ عنہم شر فراسیات وجعلوہ الثالث من اعیادھم النوروز والمھرجان ۱۲۔

۵۷ کان کیقاوس فی زمن سلیمان علیہ السلام قیل بنی کیقاوس بلدۃ کبیرۃ بمساعی الشیاطین لھاسور من صفر و سور من شبہ و سور من نحاس و سور من فخار و سور من فضۃ و سور من ذھب وکانت الشیاطین بنوا ھذہ البلدۃ مابین السماء و الارض مع مافیھا من الحیوانات والناس وکان کیقاوس لایحدث ای لایبول ولایتغوط وھو یأکل و یشرب وکان منصورًا مظفرًا فی کل امر فلمار أی عزہ تجبر فغزابلاد الیمن وعلی الیمن یومئذ ذو الاذعار بن ابرھۃ ذی المنار بن الرائش فظفر بکیقاوس وحبسہ فی بئر ثم جاء رستم واطلق کیقاوس۔ یقال لکیقاوس قابوس ایضًا ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۱۳	ثم كيخسرو بن سياوخش بن كيقاوس قيل انه زهد بعد مدة فی الملك وتنسك فغاب للعبادة فلا يدری اين مات قيل ان سياوخش والد كيخسرو بنی فی حياة ابيه مدينة القندهار من ارض افغانستان وكيقاوس بنی مدينة كشمير فی ارض الهند ولم يكن لكيخسرو عقب ۔	۶۰
۱۴	ثم لهراسف بن قنوج بن كيمس بن كيناسس بن كيناسة بن كيقباذ الملك و قد احسن وعدل فی الرعية وبنی بلدة بلخ ۔	۱۲۰
۱۵	ثم بشتاسب بن لهراسب وهو الذی اطلق سبايا بنی اسرائيل واسارهم اذن لهم بالذهاب الی ارضهم بلاد الشام وفلسطين وعمارة بيت المقدس بعد ما خربها بخت نصر فعمروها ۔	۱۵۰
۱۶	ثم بهمن بن اسفنديار بن بشتاسب كان دار مملكته بلخ ويقال له اردشير بهمن بن اسفنديار وكان متواضعًا مرضيًا يكتب فی كتبه من اردشير عبد الله وخادم الله	

۵۸ وهو الذی غضب علی بنی اسرائيل واهلكهم وشتت شملهم حيث عين بخت نصر مرزبان بابل والعراق ومعنی مرزبان النائب والحاكم علی حصة من الملك (ای گورنر) وكان اسمه بالفارسية بخترشه وهذا هو الاصح وقيل كان بخت نصر ملكًا مستقلًا قال الطبری فی تاريخه ۱ ص ۲۰۱ كان بختنصر فی زمان لهراسب وكان بختنصر اصبهبذ (گورنر) ما بين الاهواز الی ارض الروم من غربی دجلة اه بحاصله وبختنصر هو الذی سبی بنی اسرائيل وقتلهم وخرب بلادهم وكان ينزل بابل وكان فی زمانه ارميا النبی عليه السلام الذی مكث فی نومه ۷۰ سنة او مكث ۱۰۰ سنة كما فی القران المجيد قاله الطبری وقيل كان ذلك عزير النبی عليه السلام وكان بختنصر بعد داؤد وقبل عيسی عليهما السلام ويؤرخ كثير من القدماء كبطلميوس صاحب المجسطی تاريخ الامم من عهد بختنصر وكانت نيابة بختنصر ۴۰ سنة وقيل عاش اكثر من ۳۰۰ سنة وكان فی خدمة لهراسب ثم فی خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم فی خدمة بهمن ۱۲

۵۹ وفی زمنه انتبه ارمياء او عزير عليهما السلام من النوم بعد ۷۰ سنة او ۱۰۰ سنة فنظر الی بيت المقدس كيف تعمر ويبنی مسجدها وقال اعلم ان الله علی كل شئ قدير و فی عهد بشتاسب وقيل اسمه بستاسف ظهر زرادشت الذی تزعم المجوس انه نبيهم وكان زرادشت عند البعض من العلماء خادمًا لبعض تلامذة ارمياء النبی عليه السلام

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
	السائس لامرهم وهو ابو دارا الاكبر وابو ساسان ابی الملوك الساسانية من الفرس المتأخرة	
١١٢	علی ماسيأتی توفی بهمن وله ابنان دارا الاكبر وساسان وبنت اسمها خمانی وقيل حماية ۔	
	ثم حماية بنت بهمن بن اسفنديار كانت حسنة السياسة قاله المسعودی و قال	١٧
	الطبری اسمها خمانی وتلقبت بشهرازاد وانما ملكت خمانی بعد ابيها لانها حملت من ابيها	
	فسألته ان يعقد التاج له فی بطنها ففعل ذلك بهمن فلما رأى ساسان ذلك وكان	
٣٠	كبيرا حينئذ لحق با صطخر فتزهد ولحق بالجبال يرعی الغنم ولذا قيل له الراعی ۔	
	ثم اخوها وابنها ای دارا بن بهمن وكانت دار مملكته بابل وهو دارا الاكبر اخو	١٨
	ساسان ابی الملوك الساسانية وبعد ما كبر دارا حولت اخته وامها خمانی التاج عن	
	رأسها اليه وبنی هو مدينة بفارس سماها دارابجرد وكانت دار مملكته بابل كان ضابطا	
	لملكه قاهرا لمن حوله من الملوك وكان معجبا بابنه دارا الاصغر ومن حبه اياه سماه باسم	
١٢	نفسه وصيّر له الملك من بعده ۔	
	ثم دارا الاصغر ابن دارا الاكبر ابن بهمن اساء السيرة فی رعيته وقتل رؤساءهم	١٩
١٤	وكان غرا جبارا حقودا ۔	

اثيرا عنده فكذب عليه فدعا عليه الله فبرص فلحق ببلاد اذربيجان فاظهر بها دين المجوسية ثم توجه الی بشتاسب وهو ببلخ فاعجب ودخل بشتاسب فی المجوسية وقسر الناس علی الدخول فيه وقتل فی ذلك رعيته مقتلة عظيمة وكان قبل هذا علی دين الصابئين ١٢

نله وهو آخر سلسلة ملوك الفرس القدماء وقد مله اهل فارس واحبوا الراحة منه غزا الاسكندر الرومی فلحق كثير من اعلامهم بالاسكندر فالتقيا ببلاد الجزيرة وقيل بناحية خراسان مما يلی الخزر فاقتتلا سنة قتالا شديدا ثم ان دارا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الی الاسكندر فقتل الاسكندر قاتليه وقال هذا جزاء من اجترأ علی مليكه وكان الاسكندر امر بأسر دارا وعدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب اليه فوجده يجود بنفسه فوضع رأسه فی حجره وبكی عليه وقال سلنی حوائجك فسأله دارا ان يتزوج ابنته رشنك ويقتل قاتليه فوفی له الاسكندر وتزوج بروشنك وبعد قتل دارا سهل لاسكندر التسلط علی جميع ملوك الدنيا وملك فارس والروم و الشام ومصر وهدم كثيرا من المدن والحصون وبيوت النيران فی فارس واحرق كتبهم ودواوين دارا

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک وبعض احوالهم	
۱۴	ثم الاسکندر[1] بن فیلفوس المقدونی الیونانی الرومی کان فیلفوس ابوہ ملکا علی الیونانیین وکان من بلدۃ مقدونیۃ۔	۲۰
۳۸	ثم بعد موت الاسکندر ملک کل قطر[2] ناحیۃ امراء الاسکندر وکان ابنہ صغیرًا وذکر الطبری ان اسم ابنہ الاسکندروس وانہ ابی واختار النسک والعبادۃ فملکت الیونانیۃ علیهم بطلیموس ابن لوغوس وکان علی مصر والشام ونواحی المغرب ملکہ وکل من ملک ہذہ البلاد یسمّی بطلیموس وکان مُلکہ ۳۸ سنۃ۔	
۲۹	ثم ابنہ اورغاطس	
۱۷	ثم بطلیموس ساطر	
۱۱	ثم بطلیموس الاحسندر	
۸	ثم بطلیموس الذی اختفی عن ملکہ	
۱۶	ثم بطلیموس دوسیوس	
۱۷	ثم بطلیموس قالوبطری۔ وکل هؤلاء من الیونانیین۔	
۵	ثم ملک الشام فیما ذکرہ الروم المصاص فکان اول من ملک منهم جایوس یولیوس۔	
۵۶	ثم ملک الشام اغوسطوس ولما مضی من ملکہ ۴۲ سنۃ ولد عیسٰی علیہ السلام و بین مولدہ وقیام الاسکندر ۳۰۳ سنۃ۔	

[2] ودفاتر علومهم وکان یعبد الاصنام ومعلّمہ ومشیرہ ارسطو الفیلسوف ۱۲

[1] وکان ابوہ یحمل الخراج الی ملک الفرس فلما ملک الاسکندر انکر عن اداء ذلک فوقعت الحرب بینہ وبین دارا و کان ما کان قیل کان یونانیًا وقیل رومیًا والطبری حکی کل ذلک وغزا الهند ووصل الی فنجاب اقلیم باکستان ثم رجع فمات بناحیۃ السواد فحمل الی الاسکندریۃ فی تابوت من ذهب وکان ملکہ ۱۴ سنۃ وقتل دارا کان فی اول السنۃ الثالثۃ من ملکہ وبنی اثنتی عشرۃ مدینۃ وسمّاها کلها اسکندریۃ منها الاسکندریۃ بمصر ومنها مدینۃ اصبهان ومدینۃ هراۃ ومدینۃ مرو ومدینۃ سمرقند وقرر فی کل ناحیۃ من فارس وغیرها نوابًا له وخاطب کل واحد بالملک ونحو ذلک من الالقاب وکان مراد الاسکندر تشتیت کلمتهم وغلبۃ کل رئیس منهم علی ناحیتہ فینعدم نظام الملک والانقیاد الی ملک واحد علی الاسکندر لیرجع الامر الیہ وکان ذلک باشارۃ ارسطو معلّمہ ۱۲

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدة الملک بالسنین
۲۱	ثم نرجع الی ملوک الفرس فنقول لم یجتمع ملک فارس لاحد بعد الاسکندر وکان الزمان زمان ملوک الطوائف الی مدة ۵۲۳ سنة[12] او اقل لایخضعون[12] لاحد۔	۵۲۳
۲۲	ثم ملک[13] الفرس کلها اردشیر بن بابک بن ساسان قیل کان من الفرس من نسل بهمن ابن اسفندیار ای من نسل افریدون وکان من ملوک الطوائف۔	۱۵ تقریبًا
۲۳	ثم کسریٰ سابور بن اردشیر کتب الیه ملک الروم بلغنی حسن سیاستک لرعیتک وسلامة مملکتک وانی احببت ان اسلک طریقتک فکتب الیه سابور نلت[خ] لک بثمان خصال لم اهزل فی امر ولانهی ولم اخلف وعدًا ولا وعیدًا قط وحاربت للغنی لا للهوی واجتلبت قلوب الناس ثقة بلا کره وخوفًا بلا مقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعممت بالقوت وحسمت الفضول۔	۳۱
۲۴	ثم هرمز بن سابور کان حسن السیرة فی رعیته۔	۱
۲۵	ثم بهرام[14] بن هرمز وکان حلیمًا فاستبشر الناس بولایته وفی عهده کان مانی بن یزید الزندیق داعی المذهب الثنوی۔	۳

سطر[12] غیران من کان یملک بلاد الجبل یعدونه اکبرهم وهم الملوک الاشغانون الذین یدعون ملوک الطوائف وکان هذا الافتراق قائمًا الی ملک اردشیر بابکان وفی هذا الزمان کان رفع عیسیٰ وقتل الانبیاء منهم یحییٰ وزکریا علیهم الف الف صلاة وسلام قال الطبری وکان ملک الاسکندر وملک سائر ملوک الطوائف فی النواحی ۵۲۳ سنة اھ وقیل ۲۶۶ سنة وقال المسعودی ۵۱۷ سنة وذلک من ملک الاسکندر الی ان ظهر اردشیر بن بابک بن ساسان الذی هو جد الملوک الساسانیة ۱۲۔

سطر[13] قالوا ان اردشیر غلب علی جمیع الملوک واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس کلهم وکان ملک الفرس فی اسرته الی ان ظهر الاسلام وهم الملوک الساسانیة وکل ملک ساسانی کان یلقب بکسریٰ وآخر من ملک منهم یزدجرد قتل فی عهد عثمان رضی الله عنه وکانت مدة ملکه اربع عشرة وعشرة اشهر ۱۲

سطر[14] قال الطبری دعاه مانی الزندیق الی دینه فوجده داعیة الشیطان فامر بقتله وسلخ جلده وحشوه تبنًا وتعلیقه علی باب من ابواب مدینة جندیسابور وقتل اصحابه اھ وفی المروج ج ا صفحہ ۲۵ ان مانی بن یزید عرض علی بهرام مذاهب الثنویة فاجابه احتیالًا منه علیه الی ان احضر دعاته المتفرقین فی البلاد فقتله

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٦	ثم بهرام بن بهرام بن هرمز ملك ١٨ سنة او ١٧ سنة وكان فى اول ملكه مشغولاً فى اللذات واللهو والصيد والنزهة فخربت البلاد وهلك الضعيف واقطع الضياع لخواصه فخلت من عمارها وقل مال الخزانة ـ	١٧
٢٧	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملك ٤ سنين او تسعًا ـ	٤
٢٨	ثم نرسى بن بهرام وهو اخو بهرام المذكور من قبل اى اخو بهرام الثالث ـ	٩
٢٩	ثم هرمز بن نرسى ـ ثم هلك ولا ولد له فشق ذلك على الناس وكانت بعض نسائه حبلى فملكوا حبلها فولدت تلك المرأة سابور ذا الاكتاف ـ	٧

قتل الرؤساء من اصحابه ـ وفى ايام مانى هذا ظهر اسم الزندقة وذلك ان الفرس اتاهم زرادشت بكتاب اسمه البستاه ثم فسره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وكان الزند بيانًا لتاويل المتقدم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الى التاويل الذى هو الزند قالوا هذا زندى اى منحرف عن ظواهر المنزل الى تأويل هو بخلاف المنزل فعربته العرب وقالوا زنديق والثنوية هم الزنادقة ١٢

۵۱ قيل انه سار ليلة مع الموبذان (قاضى القضاة) فى منتزهاته وصيده نحو المدائن فتوسط خربات لا انيس بها الا البوم واذا بوم يصيح وآخر يجاوبه فقال بهرام للموبذان هل احد أُعطى فهم منطق الطير فقال الموبذان انا افهمه فقال مايقول هذان الطائران قال الموبذان هذا بوم ذكر يخاطب بومة ويقول لها امتعينى من نفسك حتى يخرج منّا اولاد يسبحون الله ويبقى لنا عَقِب يكثرون ذكرنا فاجابته البومة نعم هذا هو الحظ الاوفر لكن بشرط خصال اوّلها ان تعطينى من خربات امهات الضياع عشرين قرية مما قد خرب فى ايام هذا الملك فقال البوم ان دامت هذا الملك اعطيتكِ مما يخرب من الضياع الف قرية فما تصنعين بها ؟ قالت فى اجتماعنا ظهور النسل وكثرة الولد فنقطع كل واحد من اولاد ناقريةً من هذه الخربات فقال لها الذكر هذا اسهل امر سألتنيه وانا مَلِئٌ بذلك فهاتى ما بعد ذلك ـ فلما سمع بهرام هذا الكلام من الموبذان استيقظ من نومه قال ما الغرض الذى له قصدتَ بضربك المثل على لسان الطائر قال الموبذان ايها الملك ان الملك لا يتم عزه الا بالشريعة والقيام لله تعالى بطاعته والتصرف تحت امره ونهيه ولا قوام للشريعة الا بالملك ولا عز للملك الا بالرجال و لا قوام للرجال الا بالمال ولا سبيل الى المال الا بالعمارة ولا سبيل الى العمارة الا بالعدل والعدل الميزان المنصوب بين الخليقة نصبه الرب وجعل له قيما وهو الملك وانت انتزعت الضياع من عمارها وهم ارباب

	أسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٠	ثم سابور ذو الاكتاف وخلفه والده حملاً وتقلد الوزراء والكتّاب اعمال المملكة۔	٧٢
٣١	ثم اردشير بن هرمز بن نرسى فخلع بعد اربع سنين وكان جائراً مفسداً قتل العظماء۔	٤
٣٢	ثم سابور بن سابور ذى الاكتاف مات تحت فسطاط كان ضرب عليه بعد ما قطع اطنابها وكان عادلاً۔	٥
٣٣	ثم اخوه بهرام بن سابور ذى الاكتاف كان حسن السياسة فرماه بعض الفتاك برمية نشابة فقتله كان لقبه كرمان شاه۔	١١
٣٤	ثم يزدجرد بن بهرام كرمان شاه وقيل هو اخو كرمان شاه۔	٢٢

الخراج واقطعتها الحاشية واهل البطالة فقلت العمارة والاموال فانتزع الملك الضياع وردها الى اربابها وتوجه الى امور الملك فحسنت ايامه حتى كانت تدعى ايامه اعياداً ١٢

له وضعف امر الفرس فطمعت فيها الترك والروم والعرب وغلبوا على كثير من النواحي والاقاليم فغلبت العرب على سواد العراق وملكهم الحارث بن الاغر الايادى فلما بلغ عمر سابور ١٦ سنة فتح جميع النواحي واكثر من القتل والسبي والتخريب وقتل العرب وغزا الروم وبنى فى هذه الغزوات مدينة بارض السواد وهى الانبار وبارض الاهواز مدينة السوس وبارض خراسان مدينة نيسابور وكل ملوك الفرس الثانية من نسل اردشير بن بابك بل اكثر الفرس الاولى قبل اردشير كانوا من المجوس يعبدون النار وكانت لهم بيوت النار فى شتى المواضع وكانت دار مملكة بعض الفرس الثانية من نسل اردشير مدينة سابور وتسمى ايضاً جنديسابور من بلاد خوزستان و فى المروج ج ١ ص ٢٥٩ ان ملوك الساسانية يسكنون بطيسون بغربي المدائن فسكن سابور بالجانب الشرقي من المدائن وبنى هناك الايوان المعروف بايوان كسرى وكان فى زمنه ملك الروم قسطنطين الذى بنى مدينة قسطنطينية وكان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمى سابور بذى الاكتاف لانه قتل العرب وخلع اكتافهم ظلماً۔ فلما هلك سابور اوصى بالملك لاخيه اردشير بن هرمز ١٢

له وكان يلقب بالاثيم وكان جباراً جائراً شيطاناً مريداً يقتل او يعاقب بادنى زلة سيئ الخلق منها للناس لا يأتمن احداً على شئ وكان الناس من العظماء وغيرهم منه فى بلاء عظيم فتضرعوا الى الله بتعجيل انقاذهم منه فاتفق ان رمحه فرس على فؤاده رمحة هلك منها مكانه وغاب ذلك الفرس فى مكانه فكانوا يقولون لم نر هذا الفرس من قبل وان الله ارسل هذا الفرس من الغيب لاهلاكه ١٢

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک و بعض احوالهم	
۲۳	ثم بهرام جور بن یزدجرد الاثیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملک وهو ابن عشرین سنۃ وکان ذا قوۃ وبطش شدید وجرأۃ کبیرۃ فغرق مع فرسه فی جب الوحل ولم یجدوا جثته۔	۳۵

فائدہ ملک فارس کی ارضِ عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہِ فارس کی طرف سے بعض نائبین مقرر تھے یہ نائبین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسریٰ کے تابع تھے۔ ان نائبین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البدء بن عمرو ملک الحیرۃ وهو صاحب الخَوَرْنَق والخَوَرْنَق قصر له اشهر من قفا نبك یضرب المثل ببانیه سنمار وکان النعمان المذکور فی زمان یزدجرد الاثیم هذا۔

وکان سبب بناء الخورنق فیما ذکرہ الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۷۲ ان یزدجرد الاثیم کان لا یبقی له ولد فسأل عن منزل بریٔ مریٔ صحیح من الادواء والاسقام فدل علی ظهر الحیرۃ فدفع ابنه بهرام جور الی النعمان هذا وامرہ ببناء الخورنق مسکناً له وانزله ایاہ وامرہ باخراجه الی البادیۃ من بوادی العرب وکان الذی بنی الخورنق رجلاً یقال له سِنِمّار فلما فرغ من بنائه تعجبوا من حسنه واتقان عمله فقال لو علمتُ انکم توفوننی اَجرِی وتصنعون بی ما انا اهله بنیته بناءً یدور مع الشمس حیث دارت فقال وانك لتقدر علی ان تبنی ما هو افضل منه ثم لم تبنه فامر به فطرح من رأس الخورنق فمات سنمار اھ۔ فضربوا به المثل لمن ظلم محسنه ولمن کان مکفِّراً قال ابو الطمحان القینی ؎

جزاءَ سنمارٍ جزاها و ربِّها وباللاتِ والعزّی جزاءَ المکفِّرِ

وقال سلیط بن سعد ؎

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبرٍ وحُسنِ فعلٍ کما یُجزی سنمارُ

وقیل ؎

جزانی جزاه الله شرَّ جزائه جزاءَ سنمارٍ وما کان ذا ذنب

وقیل ان الذی امر ببناء الخورنق هو المنذر بن النعمان وهو الذی استحضنه یزدجرد ابنه وکان اسم هذا الابن بهرام جور بن یزدجرد الملك ۱۲

۱۸ حکی من قوته انه رکب یوماً قبل ان یتملّك الی الصید فاذا هو باسد قد شدّ علی عیر فتناول الاسد ظهر العیر بفیه لیفترسه فرماه بهرام رمیۃ فی ظهرہ فنفذت النشابۃ من بطنه ثم من ظهر العیر الی سرته حتی

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۶	ثم يزدجرد بن بهرام جور سار فيهم باحسن سيرة وكان له ابنان احدهما فيروز والآخر هرمز۔	۱۹

افضت الى الارض فساخت فيها الى قريب من ثلثها فتحركت طويلًا فامر بهرام فصوّر ما كان منه في امر الاسد العير في بعض مجالسه۔ ومما حكى من شدّة بأسه وشجاعته انه اخذ الراية والتاج بين اسدين ضاريين و قتلهما من غير سيف وذلك انه لما مات ابوه يزدجرد الاثيم وكان ظالمًا تعاقد العظماء ان لا يملكوا احدًا من ذرّيّة يزدجرد لسوء سيرته فملكوا رجلًا من عترة اردشير بن بابك يسمى كسرىٰ فطلب بهرام جور ان يكون ملكًا في مقام ابيه واجتمع بالوزراء والكبار القصة طويلة وصالحوا على ان يلقى التاج والراية بين اسدين ضاريين مشبلين فمن تناولهما من بين الاسدين فهو الملك وبهرام جور هو الذي اشار بهذا الطريق من الصلح فجعلوا التاج والراية بين اسدين مجوّعين وارخى وثاقهما وكان هذا بمحضر جمع عظيم ثم قال بهرام لكسرىٰ دونك التاج والزينة فقال كسرىٰ انت اولى بالبدء فلم يكره بهرام قوله ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرزًا ومشى الى الاسدين فبدر اليه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبة فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبي الاسد بفخذيه عصرًا اثخنه وجعل يضرب على رأسه بالجرز ثم شدّ الاسد الآخر عليه فقبض على اذنيه وعركهما بكلتا يديه فلم يزل يضرب رأسه برأس الاسد الآخر الذي كان راكبه حتى دمغهما ثم قتلهما بالجرز فتناول التاج والزينة وصار ملك الفرس كلها وكتب على خاتمه بالافعال تعظم الاخبار۔ ولم يزل ملكا على الفرس فركب يومًا للصيد فشدّ على عير (الحمار الوحشي) فغاص هو وفرسه في حومة حمأة فغرق فسارت الوالدة الى ذلك الجبّ والحومة وامرت بنقل الطين فنقلوا طينًا كثيرًا حتى جمعوا من ذلك آكامًا عظامًا ولم يقدروا على جثة بهرام كذا في كتب التاريخ ۱۲

ف۱۹ احضر يزدجرد هذا رجلًا من الحكماء لاقتباس الرأي منه يسوس به رعيته فقال له يزدجرد ايها الحكيم الفاضل ما صلاح الملك؟ فقال الرفق بالرعيّة واخذ الحق منهم من غير مشقة والتودّد اليهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك؟ فقال وزراؤه واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسد ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٧	ثم هرمز بن يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوه فيروز فقتله فيروز وولى الملك	
٣٨	ثم فيروز[٢٠] بن يزدجرد تملك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فاظهر العدل وحسن السيرة ۔	٢٧
٣٩	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه فى الملك اخوه قباذ ففر قباذ الى خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبنى بالسواد اى بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه ۔	٤
٤٠	ثم قباذ[٢١] بن فيروز وقيل فى اسمه قباد بالمهملة. وفى زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباذ فى المزدكية فقتل ابنه انوشروان هذا الزنديق ۔	٤٣

[٢٠] قحط الناس فى زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزائن وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر ان يكون حال الغنى والفقير والشريف والوضيع فى التأسى واحدًا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيًّا مات جوعًا عاقب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعًا الا رجلًا واحدًا ثم ابتهل الى ربه فانزل الغيث هلك فيروز فى الحرب على يدى ملك الهياطلة المسمى اخشنوار فى بلاد خراسان ١٢

[٢١] كان قباذ عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الى خاقان مستنصرًا به على اخيه بلاش فمر بحدود نيسابور ومعه جماعة متنكرين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباذ الى الجماع وامر ان تلتمس له امرأة ذات حسب فصار رفيق له الى امرأة صاحب المنزل وكان رجلًا من الاساورة وكانت له ابنة بكر فائقة فى الجمال فتكلم معها ان تبعث بابنتها الى قباذ فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرفيق واسمه زرمهر يرغب المرأة وزوجها حتى فعلا وصارت الابنة الى قباذ واسمها نيوندخت فغشيها قباذ فحملت انوشروان وهو الملك المشهور بالعدل فامر لها بجائزة حسنة وحباها حباء جزيلا وما كانت تعلم ان قباذ من ابناء الملوك ۔

وقيل ان امّ تلك الجارية سألتها عن هيئة قباذ فقالت انها لا تعرف غير انها رأت سراويله منسوجًا بالذهب فعلمت امها انه من ابناء الملوك وسرّها ذلك ومضى قباذ الى خاقان فوجّه مع قباذ جيشا فلما انصرف قباذ بذلك الجيش وصار فى ناحية نيسابور استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلامًا فاتته ومعها انوشروان وقد شابهه فى جماله وصورته وفى هذا الموضع ورد الخبر بموت بلاش فامر بحمله و حمل امّه على مراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكًا بغير حرب لموت بلاش ۔

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۴۱	ثم کسریٰ انوشروان[۲۲] بن قباذ بن فیروز بن یزدجرد بن بهرام جور وهو الملك المعروف بالعدل اشهر ملوك الفرس الثانية الملوك الساسانية حارب ملوكاً۔	۴۸

وعمّر قباذ فی عهده مدناً منها مدينة الرجّان (ارجان) ومدينة حلوان وظهر فی عهده مزدك رئيس المزدكية الزنادقة وتابعه قباذ فبعد مضی عشر سنين من ملكه اجتمع العظماء فعزلوا قباذ وحبسوه لمتابعة مزدك والمزدكية شيوعية العهد القديم كانت المزدكية تقول الناس شركاء سواء فی كل شئ من الاراضی والدور والمال الارزاق حتى النساء فدخل السفلة فی هذا الدين وتابعوا مزدك فوقع الناس منهم فی بلاء عظيم وقوی امر المزدكية حتى كانوا يدخلون على الرجل فی داره فيغلبونه على منزله ونسائه وامواله لا يستطيع الامتناع منهم حتى كانت افتنة عمياء وفتنة دهياء وصار لا يعرف الرجل منهم ولده ولا المولود اباه ولا يملك الرجل شيئاً مما يتسع به۔

وكان مزدك ينهى الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رای ان اكثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احلّ النساء واباح الاموال وجعل الناس شركاء فيهما كاشتراكهم فی الماء والنار والكلاء ومذهب مزدك مثل مذهب المانوية فی القول بالاصلين النور والظلمة وكان يقول ان النور يفعل بالاختيار والظلمة تفعل على الخبط والاتفاق والنور عالم حساس والظلام جاهل اعمى ويقول ان الاركان ثلاثة الماء والارض والنار ولما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبر الخير ومدبر الشر فما كان صفوها فهو مدبر الخير وما كان من كدرها فهو مدبر الشر وروی عنه ان معبوده قاعد على كرسيه فی العالم الاعلى هيئة قعود الملك فی العالم الاسفل وبعد عزلهم قباذ ملكوا اخاه جاماسب وكان ملك جاماسب ست سنين ثم فر قباذ من الحبس بحيلة وغلب على اخيه فی الملك فتملك مرة ثانية وكان زمان ملكه مع سنی ملك اخيه ثلاثاً واربعين سنة وبغير سنی ملك اخيه سبعاً وثلاثين سنة ۱۲

[۲۲] فتح بلاداً كثيرة من ملك فارس التی قبض عليها بعض الملوك فی زمن من قبله وبلاداً من الترك والروم وكان منصوراً مظفراً قتل مزدك بن بامداد واصحابه وثبّت المجوسية مذهب اجداده ورد الاموال التی اخذتها اصحاب مزدك الى اهلها۔

كان انوشروان ذا رأفة برعيته شديداً على اعدائه فتح انطاكية وكثيراً من بلاد الروم ومملكته تهابه جميع الامم وكان مكرّماً للعلماء وزوّج خاقان ملك الترك ابنته وهادنه ملوك السند والهند وغيرهما وكثر جنده وحملت اليه الهدايا من سائر الملوك۔

وفی زمانہ کان مولد النبی علیہ السلام ومولد ابیہ عبد اللہ بن عبد المطلب وفی زمانہ کان مُلک الحبشۃ علی الیمن ووقوع واقعۃ اصحاب الفیل الذین جاؤ الھدم بیت اللہ وکان مولد النبی علیہ السلام لمضی ۴۲ سنۃ من ملک انوشروان قالہ الطبری ولما کانت لیلۃ ولد فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسری وسقطت منہ اربع عشرۃ شرفۃ وخمدت نار فارس التی کانت الفرس تعبدھا ولم تخمد قبل ذلک بالف عام وغاضت بُحیرۃ ساوۃ ورأی الموبذان ابلاً صعاباً تقود خیلاً عراباً قد قطعت دجلۃ وانتشرت فی بلادھا فافزع کسریٰ مارأی وجمع العظماء ثم ورد علیہ کتاب بخمود النار وقصّ علیہ الموبذان مارأی فازداد غمّاً فقال حادث یکون من عند العرب۔

فکتب کسری الی النعمان ملک الحیرۃ ان یوجّہ الیہ عالماً بما ارید ان اسألہ عنہ فوجہ الیہ عبد المسیح بن عمرو بن حیّان الغسّانی فاخبرہ بما رأی فقال عبد المسیح لا علم لی بذلک وعلم ذلک عند خالی فی مشارف الشام یقال لہ سطیح قال فأتہ وأتنی بجوابہ فرکب عبد المسیح حتی قدم علی سطیح وقد اشفی علی الموت فحیّاہ۔

فقال سطیح لہ عبد المسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان یاعبد المسیح اذا کثرت التلاوۃ وبعث صاحب الھراوۃ وفاض وادی السماوۃ وغاضت بحیرۃ ساوہ وخمدت نار فارس فلیست الشام لسطیح شاما یملک منھم (ای من الساسانیۃ) ملوک وملکات علی عدد الشرفات وکل ماھو اٰت اٰت ثم مات سطیح مکانہ ثم قام عبد المسیح وقدم علی کسریٰ واخبرہ بقول سطیح فقال کسری الی ان یملک منا اربعۃ عشر ملکاً قد کانت امور فملک منھم عشرۃ فی اربع سنین وملک الباقون الی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ واٰخرھم یزدجرد قتل فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ۔

کان وزیر انوشروان رجلاً حکیماً اسمہ بزرجمھر ولھذا الحکیم اقوال فی الادب والحکمۃ مشھورۃ و انوشروان کسریٰ ھو الذی ورد علیہ ابن ذی یزن من الیمن یَستَنصِرہ علی الحبشۃ الذین تملکوا علی الیمن فبعث معہ جیشاً علیہ قائد لہ اسمہ وھرز فافتتحوا الیمن ونفوا السودان وکان ملک انوشروان کما قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۲۹۲ سبعا واربعین سنۃ وسبعۃ اشھر اھ۔ وکان لانوشروان مائدۃ من الذھب عظیمۃ علیھا انواع من الجواھر مکتوب علیھا ماکلتہ وانت تشتھیہ فقد اکلتہ وما اکلتہ وانت لاتشتھیہ فقد اکلکُ کان انوشروان یدعی کسری الخیر۔

وجلس یوماً للحکماء لیأخذ من اٰدابھم فقال لھم دلونی علی حکمۃ فیھا منفعۃ لخاصّۃ نفسی وعامۃ رعیتی فتکلم کل واحد منھم ثم قال بزرجمھر بن البختکان ایھا الملک اناجامع لک ذلک فی اثنتی عشرۃ کلمۃ

فقال هات فقال اولهن تقوی الله فی الشهوة والرغبة والرهبة والغضب والهوی فاجعل من ذلک کله لله لا للناس والثانیة[۲] الصدق فی القول والعمل والوفاء بالعدات والشروط والعهود والمواثیق والثالثة[۳] مشورة العلماء فیما یحدث من الامور والرابعة[۴] اکرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والکتاب والخول بقدر منازلهم والخامسة[۵] التعهد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم باحسانه والمسیئ علی اساءته والسادسة[۶] تعهد اهل السجون بالعرض لهم فی الایام لتستوثق من المسیئ وتطلق البریئ والسابعة[۷] تعهد سبیل الناس واسواقهم واسعارهم وتجاراتهم والثامنة[۸] حسن تادیب الرعیة علی الجرائم واقامة الحدود والتاسعة[۹] اعداد السلاح وجمیع آلات الحرب والعاشرة[۱۰] اکرام الولد والاهل والاقارب وتفقد مایصلحهم والحادیة عشرة[۱۱] اذکاء العیون فی الثغور لیعلم مایتخوف فیؤخذ له اهبته قبل هجومه والثانیة عشرة[۱۲] تفقد الوزراء والخول والاستبدال بذی الغش و العجز عنهم۔

فامر انوشروان ان یکتب هذا الکلام بالذهب وهذا مشتمل علی سیاسة المملکة وسئل انوشروان ما اعظم الکنوز وانفعها عند الاحتیاج فقال معروف اودعته الاحرار وعلم تورثه الاعقاب و قیل له من اطول الناس عمراً فقال من کثر علمه فتأدب به من بعده اومعروفه فیشرف به عقبه انوشروان قال یوماً لبزرجمهر من یصلح من ولدی للملک فقال لا اعرف ولدک ولکنی اصف لک من یصلح لذلک . اسماهم للمعالی واطلبهم للادب واجزعهم من العامة وارأفهم بالرعیة واوصلهم للرحم وابعدهم من الظلم۔

کان ملک الیمن فی ایام قباذ وانوشروان تبع واسمه تبان اسعد ابوکرب وتبع هذا فتح بلاداً کثیرة من المشرق وسار فی اطراف الاراضی فمر فی مسیره علی المدینة المنورة فلم یهج اهلها وخلف بین اظهرهم ابناله فقتل غیلة فحارب الانصار وعلیهم عمرو بن مبذول فکانوا یحاربونه بالنهار و یقرونه باللیل فیعجبه ذلک منهم و یقول والله ان قومنا هؤلاء لکرام فجاء حبران من الیهود حین سمعا ان تبع یرید اخراب المدینة الشریفة فقالا له ایها الملک لاتفعل والا لم نأمن علیک عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر نبی یخرج من قریش فی آخر الزمان فتناهی عما اراد وانصرف الی الیمن معه الحبران المذکوران ولما وصل الی مکة وکانت مکة فی طریق الیمن فاخبره نفر من الهذلیین ان فی الکعبة مالا داثرا من اللؤلؤ والزبرجد و الیاقوت والذهب والفضة واراد الهذلیون هلاک تبع بطریق الحیلة اذ قد عرفوا من هلاک من اراد الکعبة وبغی علیها فاجمع ثم نهاه الحبران وقالا له انهم ارادوا اهلاکک وامراه بتعظیم بیت الله والطواف و الخضوع عنده ففعل ۔

واری فی المنام ان یکسوه فکساه فهواول من کسا البیت کذا فی تاریخ الطبری وکان تبع ممن یعبد الاوثان

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٣٢	ثم هرمز[٢٣] بن انوشروان و امه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلاً كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير التحمل على العظماء والاشراف لاستطالتهم على المساكين والوضعاء كما هو عادة العظماء فى التكبر والظلم على الضعفاء ۔	١٢

فتهوّد باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام فى نسب تبع هذا
وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبي من قريش وانه يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب
الصدفى الكاهن فقال له تبع ما بقى من علمك فهل تجد لقوم ملكاً يوازى ملكى قال لا الا الملك غسان نجل
قال فهل تجد ملكا يزيد عليه ۔

قال نعم قال ولمن ؟ قال اجده لبار مبرور ايد بالقهور ووصف فى الزبور وفضلت امته فى السفور
يفرج الظلم بالنور احمد النبى طوبى لامته صلى الله عليه وسلم ۔

٢٣ھ قيل ان هرمز هذا كان عادلاً اريباً ردئ النية وانه كان مانعاً للاشراف من التجبر على الضعفاء مقصياً
لهم وانه لاجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ١٣٦٠٠ رجلاً ولم يكن له رأى الا فى تألف
المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل المخالفون عينيه
وصار الملك الى ابنه كسرى ابرويز بعد حوادث وحروب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرمز حينما كان ابرويز
غائباً ۔

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضى مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حروب طالت
الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر واسكندرية وبيت المقدس و
فلسطين وحاصرت القسطنطينية دار مملكة الروم ثم ان هرقل بكى الى الله ودعا الله ان ينقذه ورعيته
من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هرقل وخلص منهم جميع بلاده وغلب على بلاد فارس
حتى المدائن دار مملكة فارس وتحصن كسرى ابرويز فى المدائن خوفاً من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه
الحرب بعد مضى اربع عشرة سنة من ملك كسرى ابرويز الى سنة ٢٨ من ملكه كما يعلم من كلام الطبرى ج ٢ ص ١٣٠
وقيل اقل من ذلك وغير من ذلك من اقوال متعددة ۔

وفى هذه الحرب نزل قول الله تعالى الم غلبت الروم فى ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فى
بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۳۸	ثم كسریٰ ابرويز[۲۴] بن هرمز بن انوشروان كان اشد ملوكهم بطشًا وابعدهم غورًا وبلغ من جمع البأس والنجدة والنصر والظفر وجمع الاموال ومساعدة القدر مبلغًا كبيرًا ولذلك سمي ابرويز ومعناه بالعربية المظفر وفي زمنه بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التي نزلت فيها الم غلبت الروم الخ ثم قتله ابنه شيرويه بن ابرويز۔	۴۳

وَعْدَ اللهِ لا يخلف الله وعده ولكن اكثر الناس لا يعلمون۔ الروم۔ روي ان ادنى الارض يوم اذرعات بها التقوا فهزمت فارس الروم فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بمكة فشق ذلك عليهم وكان النبي صلى الله عليه وسلم يكره ان يظهر الامّيون المشركون من المجوس على اهل الكتب من الروم وفرح الكفار من اهل مكة وشمتوا فقالوا للمسلمين انكم اهل كتاب مثل النصارى ونحن امّيون مثل المجوس وقد غلب اخواننا على اخوانكم وانكم ان قاتلتمونا لنظهرن عليكم فانزل الله الم غلبت الروم الخ ففرح المسلمون بهذه الآية۔

فلقي ابوبكر الصديق رضي الله عنه ابي بن خلف الجمحي فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبيّنا فقال ابي بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب وخاطره عشر قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبي عليه السلام فقال ما هكذا ذكرتُ لك انما البضع ما بين الثلاث الى التسع فزايده في القلائص ومادّه في الاجل فلقي ابوبكر أُبيًّا فجعلاها مائة قلوص اي ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من ورثة ابي بن خلف۔

[۲۴] قال هشام بن محمد في سنة عشرين من ملك ابرويز بعث الله محمدًا صلى الله عليه وسلم وهاجر في سنة ۳۳ من ملكه الى المدينة وقال الطبري ولمضى ۳۲ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يومًا من ملكه هاجر النبي صلى الله عليه وسلم اهلكه ابنه شيرويه واسم شيرويه قُباذ وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية ففرح۔

ثم ان ابرويز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم ير له مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصمت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة المنجمين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبيٌّ او هو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا۔

سنہ وفات	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۸۔ اشہر	ثم شیرویه[۲۵] بن ابرویز بن هرمز بن انوشروان وكان اسم شیرویه قباذ ملك بعد قتل ابیه والفرس تسمیه المشئوم وفی ایامه كان الطاعون بالعراق واقالیم فارس كان ملكه سنة وستة اشهر قاله المسعودی وقال الطبری كان ملكه ثمانیة اشهر۔	۴۴

وعن الحسن البصری ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قالوا یا رسول الله ما حجة الله علی كسریٰ فیك قال بعث الله الیه ملكا فاخرج یده من سور جدار بیته الذی هو فیه تلألأ نورا فلما راها فزع فقال لم ترع یا كسریٰ ان الله بعث رسولا وانزل علیه كتابا فاتبعه تسلم دنیاك واخرتك قال سانظر قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص۲۶۔ ان ابرویز هو الذی قتل الوزیر الحكیم المشهور بزرجمهر بن البختكان حیث اتهمه بالمیل الی الزنادقة من الثنویة ومال بعد ذلك ابرویز الی الظلم وتجبّر والناس منه فی بلاء عظیم وكانت عنده اثنتا عشرة الف امرأة وجاریة ونحو الف فیل فملكوا شیرویه وحبسوا ابرویز ثم امر بقتل ابرویز۔ ثم ابرویز هذا هو الذی ارسل الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم الكتاب یدعوه الی الاسلام بید شجاع بن وهب وفی روایة بید عبد الله بن حذافة فمزقه فدعا علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یمزقوا كل ممزق وفی كتب الحدیث ان ارسال رسول الله صلی الله علیه وسلم الكتب الی الملوك كان بعد الحدیبیة ونظرا الی هذا الاصح ان قتل شیرویه لابرویز كان بعد الحدیبیة وما ذكر الطبری ان خبر قتله وصل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الحدیبیة كما قدمنا فمشكل الا ان یقال ان المراد من یوم الحدیبیة فی كلام الطبری زمن قضاء عمرة الحدیبیة بعد عام صلح الحدیبیة۔

[۲۵] كانت الفرس تسمیه المشئوم لسوء سیرته وقبح افعاله وكان فی زمانه الطاعون فی فارس فهلك فیه مائتا الف من الناس فالمكثر یقول هلك نصف الناس والمقلل یقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرویز خرق جیبه وبكی بكاء كثیرا ثم قتل اخوته وهم سبعة عشر اخا له وذلك بمشورة وزیره فیروز فابتلی بالاسقام ولم یلتذ بشیء من لذات الدنیا وجزع لقتل اخوته جزعا شدیدا وفی الیوم الثانی من قتل اخوته دخلت علیه اختاه بوران وآزرمیدخت فاغلظتا له وقالتا حملك الحرص علی ملك لا یتم علی قتل ابیك و جمیع اخوتك فبكی بكاء شدیدا ورمی بالتاج عن رأسه ولم یزل ایامه كلها مغموما مدنفا ویقال انه اهلك من قدر علیه من اهل بیته قاله الطبری وقال ابن قتیبة فی كتاب المعارف ص ۲۹۳ ان شیرویه امر بابیه فسملت عیناه وقتل من اخوته ثمانیة عشر رجلا وخفف المؤنة علی الناس ورفع الخراج وظهر الطاعون

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۴۵	ثم اردشیر بن شیرویہ بن ابرویز بن هرمز بن انوشروان وکان اردشیر صغیراً ابن سبع سنین فقتله شهریار و سماه الطبری شهر براز وسماه ابن قتیبة خرهان وکان ملک اردشیر سنة و ستة اشهر قاله الطبری وقال المسعودی و ابن قتیبة کان ملکه خمسة اشهر۔	۱½ سنة
۴۶	ثم شهر براز (شهریار)[۲۶] وهو فرخان ماه اسفندار القاتل لاردشیر ولم یکن من بیت المملکة۔	۴۰ یومًا
۴۷	ثم بوران بنت ابرویز بن هرمز بن انوشروان فقالت یوم ملکت البر انوی بالعدل امر و احسنت السیرة فی الرعیة ووضعت بقایا الخراج عن الناس وامرتهم بالطاعة والمناصحة۔	۱½ سنة
۴۸	ثم جشنشده وقال المسعودی اسمه فیروز خشنشده من بنی عم ابرویز وکان ملکه اقل من شهر وقال المسعودی کان ملکه شهرین۔	شهران
۴۹	ثم ابنة[۲۷] لکسری ابرویز یقال لها آرزمی دخت۔	۶-۱ اشهر

فهلک فیمن هلک فیه وکان ملکه لخمس سنین واشهر مضت من مقدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة وکان ملکه سبعة اشهر ۱۲

۲۶ ولما جلس علی سریر الملک ضرب بطنه علیه وبلغ من شدة ذلک علیه انه لم یقدر علی اتیان الخلاء فدعا بطست فوضع امام السریر فتبرز فیه فقتل بعد اربعین یومًا من ملکه وقیل بعد ۲۲ یومًا منه قیل احتالت له امرأة من اهل بیت الملک یقال لها بوران فقتلته وقیل اسمها آرزمیدخت۔ فملکوا علیهم بوران بنت کسری ابرویز ۱۲

۲۷ وقال الطبری اسمها آزرمیدخت یقال ارسل الیها عظیم فارس فرخ هرمز یسألها ان تزوجه نفسها فارسلت الیه ان التزویج للملکة غیر جائز وقالت انک ترید قضاء الشهوة منی فصر الی لیلة کذا وکذا فرکب الیها فی تلک اللیلة وامرت آزرمیدخت الی صاحب حرسها ان یقتله لیلة التواعد فقتل فبلغ الخبر رستم بن فرخهرمز خلیفة ابیه بخراسان فاقبل فی جند عظیم الی المدائن دار المملکة وسمل عینی آزرمیدخت قتلها وقیل بل سممت وکان ملکها ستة اشهر وقیل اربعة اشهر وقال المسعودی سنة واربعة اشهر وقیل غیر ذلک ۱۲

مدة السلطنة	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
عدة ايام	ثم کسری بن مهر جشنس وكان من عقب اردشير بن بابك وقتل بعد ان ملك بايام۔	۵۰
عدة اشهر	ثم قيل ان[۲۸] الذی ملك بعد آزرمیدخت اسمه خرزاذ خسرو وقال المسعودی اسمه فرخاد خسرو بن کسری ابرویز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهرا وقيل عدة اشهر ثم خالفوه۔	۵۱
عدة ايام	ثم فیروز بن مهرانجشنس وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه کرها وكان رجلا ضخم الرأس فلما توج قال ما اضيق هذا التاج فتطير العظماء من افتتاحه كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام۔	۵۲
۶ شهور	ثم فرخ[۲۹] زادخسرو ابن کسری ابرویز۔	۵۳
۲۰ سنة	ثم یزدجرد[۳۰] بن شهریار بن ابرویز بن هرمز بن انوشروان	۵۴

ش ۲۸ وقال الذين قالوا ملك بعد آزرمیدخت کسری بن مهرجشنس لما قتل کسری هذا طلب عظماء فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولو من قبل النساء فاتوا برجل يقال له فیروز بن مهرانجشنس ويسمى ايضا جشنسده ۱۲

ش ۲۹ وكان قد فر الى حصن الحجارة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظماء فجاؤا به اذ لم يجدوا احدا من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد ستة اشهر۔ وقیل ملك بعد فرخاد خسرو رجل اسمه یزدجرد بن شهریار بن ابرویز وهو آخر الملوك ۱۲

ش ۳۰ ظفر به اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبری حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثا واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرخزادخسرو وكان ملكه فی مقابلة ملك آبائه كالخيال والحلم وكانت الوزراء يدبرون امر المملكة لحداثة سنه وضعف امر المملكة الفارسية واجترأ على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلاده بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو آخر ملوك الساسانية قتل فی خلافة عثمان رضی الله عنه بمرو من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل ۲۸ سنة قال المسعودی وذلك لسبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضی الله عنه وهی سنه ۳۱ھ و قيل غير ذلك وكان ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك اھ۔ ویزدجرد هو الذی قاتل المسلمون افواجه فی خلافة عمر رضی الله عنه وبعده۔

فائدۃ قد آن لنا ان نذکر ھنا تفصیل ما کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری عظیم فارس وغیرہ من الملوک فنقول وباللہ التوفیق ان الذی کتب الیہ النبی علیہ السلام من ملوک فارس اسمہ ابرویز ابن ھرمز بن انوشیروان وابرویز ھذا ھو جد یزدجرد۔ واختلفوا فی زمن کتب النبی علیہ السلام الی الملوک فذکر الواقدی ان ذلک کان فی آخر سنۃ ست فی ذی الحجۃ بعد الحدیبیۃ وذکر البیھقی ھذہ الکتب بعد غزوۃ موتۃ التی کانت فی جمادی الاولی سنۃ ۸ ولا خلاف بینھم ان بدء ھذہ الکتب کان قبل فتح مکۃ و بعد الحدیبیۃ۔ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۲۔

قال الواقدی وفی سنۃ ست من الھجرۃ فی ذی الحجۃ منھا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ نفر مصطحبین حاطب بن ابی بلتعۃ الی المقوقس صاحب الاسکندریۃ وشجاع بن وھب الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی یعنی ملک العرب النصاری ودحیۃ بن خلیفۃ الکلبی الی قیصر وعبداللہ بن حذافۃ السھمی الی کسری وسلیط بن عمرو الی ھوذۃ بن علی الحنفی وعمرو بن امیۃ الی النجاشی اھ۔ وقد روی مسلم فی صحیحہ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب قبل موتہ الی کسری وقیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللہ عزوجل ولیس بالنجاشی الذی صلی علیہ۔

اما کتابہ الی ھرقل فکتب فیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فاسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان ابیت فان اثم الاکاریین علیک۔ وفی روایۃ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم الاریسیین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون قولہ بدعایۃ الاسلام ای بالکلمۃ الداعیۃ للاسلام وھی کلمۃ التوحید والاریسیون والاکارون ھم الفلاحون فی القری۔

واما کتابہ الی النجاشی ففیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشۃ سلم انت (ای انت سالم لان السلم یاتی بمعنی السلامۃ) فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول (ای المنقطعۃ عن الرجال او عن الدنیا والعفیفۃ) وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوک وجنودک الی اللہ وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الھدی۔

واما کتابہ للمقوقس ملک القبط وھم اھل مصر والاسکندریۃ ففیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد بن عبد الله ورسوله الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الهدیٰ امّا بعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اَسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتین فان تولیت فانما علیك اثم القبط ویا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔

وامّا کتابہ الی المنذر بن ساوی التمیمی وکان بالبحرین ففیه بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی المنذر بن ساویٰ ففیه سلام علیك فانی احمد الیك الله الذی لا اله الا هو واشهد ان لا اله الا الله وان محمدًا عبدہٗ ورسوله اما بعد فانی اذکرك الله عزوجل فانه من ینصح فانما ینصح لنفسه وانه من یطع رسلی ویتبع امرهم فقد اطاعنی ومن نصح لهم فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا علیك خیرًا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیه (ای من مال وزوجات) وعفوت من اهل الذنوب فاقبل منهم وانك مهما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقام علی یهودیته او مجوسیته فعلیه الجزیة۔

قال اهل التاریخ کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا فی جواب کتاب ارسله المنذر جوابًا لکتاب اٰخر ارسله له صلی الله علیه وسلم قبل ذلك بدعوة الی الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامہٗ۔ وامّا الکتاب الاوّل لرسول الله صلی الله علیه وسلم للمنذر ففی شرح المواهب قال ولم نر احدًا ذکر لفظ ذلك الکتاب۔

وامّا کتابہ صلی الله علیه وسلم الی الحرث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق نائبًا من قیصر ففیه بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی الحرث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الهدیٰ وآمن وصدّق فانی ادعوك الی اَنْ تؤمن بالله وحدہٗ لا شریك له یبقی لك ملکك۔

وامّا کتابہ الی کسریٰ ملك فارس وهو ابرویز بن هرمز بن انوشروان ففیه بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الهدیٰ وآمن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحدہٗ لا شریك له وان محمدًا عبدہٗ ورسوله ادعوك بدعایة الله فانی انا رسول الله الی الناس کافةً لِاُنذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اَسلِم تَسلَم فان ابیت فعلیك اِثم المجوس۔

ارسل رسول الله صلی الله علیه وسلم کتاب کسریٰ علی ید عبد الله بن حذافة لانہ کان یتردد علیه کثیرًا وقیل بید اخیه خنیس وقیل اخیه خارجة وقیل شجاع بن وهب وقیل عمر بن الخطاب رضی الله عنهم۔ وفی انسان العیون للحلبی ج ۳ ص ۲۴۷۔ قال عبد الله بن حذافة رضی الله عنہ فاتیت الی بابہ

وطلبت الاذن عليه حتی وصلت اليه فدفعت اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرئ عليه فأخذه ومزقه ای وفی روایة ان کسری لما اُعلم بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن بحامل الكتاب ان يدخل عليه فلما وصل امر کسری ان يقبض منه الكتاب فقال لاحتى ادفعه اليك كما امرنی رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال کسری ادنه فدنا فناولته الكتاب ـ

فدعا من يقرؤه فقرأه فاذا فيه من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى کسری عظيم فارس فأغضبه حين بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه وصاح ومزق الكتاب قبل ان يعلم ما فيه وامر باخراج حامل ذلك الكتاب فأُخرج فلما رأى ذلك قعد على راحلته وسار فلما ذهب عن کسری سورة غضبه بعث فطلب حامل الكتاب فلم يجده فلما وصل اليه صلى الله عليه وسلم واخبره الخبر قال صلى الله عليه وسلم مزق کسری ملكه ـ

وكتب كسرى الى بعض امرائه باليمن يقال له باذان انه بلغنی ان رجلا من قريش خرج بمكة يزعم أنه نبی فسر اليه فاستتبه فان تاب والا فابعث الى برأسه يكتب الىّ هذا الكتاب ای الذی بدأ فيه بنفسه وهو عبدی ای وفی روایة أن تكفينی رجلا خرج بارضك يدعونی الى دينه والا فعلت فيك كذا يتوعده فابعث اليه برجلين جلدين فيأتيانی به فبعث باذان بكتاب كسرى الى النبی صلى الله عليه وسلم مع قهرمانه وبعث معه رجلا آخر من الفرس وبعث معهما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ان ينصرف معهما الى كسرى فخرجا وقدما الطائف فوجدا رجلا من قريش فی ارض الطائف فسألاه عنه فقال هو بالمدينة فلما قدما عليه صلى الله عليه وسلم المدينة قالا له شاهنشاه ملك الملوك کسری بعث الى الملك باذان يأمره ان يبعث اليك من يأتی بك وقد بعثنا اليك فان ابيت هلكت واهلكت قومك وخربت بلادك ـ

وكانا على زی الفرس من حلق لحاهم واعفاء شواربهم فكره النبی صلى الله عليه وسلم النظر اليهما ثم قال لهما ويلكما من امركما بهذا قالا امرنا ربنا يعنيان کسری فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن امرنی ربی باعفاء لحيتی وقص شاربی ثم قال لهما ارجعا حتى تأتيانی غدا واتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بان الله قد سلط على كسرى ابنه يقتله فی شهر كذا فی ليلة كذا فلما كان الغد دعاهما واخبرهما الخبر وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى باذان ان الله قد وعدنی ان يقتل كسرى يوم كذا من شهر كذا فلما اتى الكتاب باذان توقف وقال ان كان نبيا فسيكون ما قال فقتل الله كسرى فی اليوم الذی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على يد ولده شيرويه قيل قتله ليلا بعد ما مضى من الليل سبع ساعات فيكون المراد باليوم فی تلك الرواية مجرد الوقت ای وفی رواية قال صلى الله عليه وسلم لرسول باذان اذهب الى صاحبك وقل له ان ربی قد قتل ربك

اللیلة ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلك اللیلة فکان کما اخبر صلی اللہ علیہ وسلم ۔

فلما جاءه صلی اللہ علیہ وسلم ہلاك کسری قال لعن اللہ کسری اول الناس ہلاکا فارس ثم العرب وعن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہما انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لتفتحن عصابة من المسلمین او رھط من امتی کنوز کسری التی فی القصر الابیض فکنت انا و ابی فیہم واصبنا من ذلك الف درہم وقدم علی باذان کتاب ولد کسری شیرویہ فیہ اما بعد فقد قتلت کسری ولم اقتلہ الا غضبا لفارس فانہ قتل اشرافہم نتفرق الناس فاذا جاءك کتابی ھذا فخذ لی الطاعة ممن قبلك وانظر الرجل الذی کان کسری یکتب الیك فیہ فلا تزعجہ حتی یاتیك امری فیہ فبعث باذان باسلامہ واسلام من معہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

وفی تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۷ لما اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کسری مزق کتابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزق اللہ ملکہ وفیہ ان باذان بعث قہرمانہ بانویہ مع خرخرة من الفرس قال لقہرمانہ اختبر الرجل وعرفنی بامرہ وفیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہما ان اللہ سلط علی کسری ابنہ شیرویہ لیلة کذا من شہر کذا وذلك لعشر مضین من جمادی الاولی سنة سبع وقال اذھبا واخبراہ بذلك عنی وقولا لہ ان دینی وسلطانی یبلغ ما بلغ ملك کسری وان اسلمت اعطیتك ما تحت یدك وملکتك علی قومك ۔

واعطی خرخرة منطقة فیہا ذھب وفضة وکان بعض الملوك اھداھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدما علی باذان واخبراہ فقال ما ھذا کلام ملك ما اری الرجل الا نبیا کما یقول ونحن ننتظر مقالتہ وکانت حمیر تسمی خرخرة ذا المفخرة للمنطقة التی اعطاہ ایاھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنطقة بلسانہم المفخرة وقد کان بانویہ قال لباذان ما کلمت رجلا قط اھیب عندی منہ فقال ھل معہ شرط قال لا انتہی وکذا فی البدایة ج ۴ ص ۲۷ ۔

وفی الحدیث مرفوعا عن ابی ہریرة اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ فوالذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ اخرجہ مسلم ۔ وقال الشافعی لما اتی کسری بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزقہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمزق ملکہ وحفظنا ان قیصر اکرم کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضعہ فی المسك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثبت ملکہ فباد ملك الاکاسرة بالکلیة وزال ملك قیصر عن الشام بالکلیة وان ثبت لہم ملك فی الجملة ببرکة دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہم حین عظموا کتابہ ۔ قال ابن کثیر وفی ھذا بشارة عظیمة بان ملك الروم لا یعود ابدا الی ارض الشام وکانت العرب تسمی قیصر لمن ملك الشام مع الجزیرة من الروم اھ ۔

فائدة ۔ قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص ۲۸ ذھب الاکثر من الناس ان جمیع من ملك من آل ساسان

من اردشیر بن بابك الی یزدجرد بن شهریار من الرجال والنساء ثلاثون ملکاً امرأتان وثمانیة وعشرون رجلا وقیل اثنان وثلاثون ملکاً وعدة الملوك الاول وهم الفرس الاول من کیومرث الی دارا بن دارا تسعة عشر ملکا منهم امرأة وهی حمایة بنت بهمن وفراسیاب الترکی وسبعة عشر رجلا وعدة ملوك الطوائف احد عشر ملکا فجمیع الملوك من کیومرث الی یزدجرد ستون ملکاً منهم ثلاث نسوة ومدة ماملکوا اربعة الاف سنة واربعمائة وخمسون وقیل ان عدة الملوك من کیومرث الی یزدجرد ثمانون ملکاً۔

وذهب بعض اهل السیر الی ان سنی الفرس الی الهجرة ۳۶۹۰ سنة منها من کیومرث الی منوشهر ۱۹۲۲ سنة ومن منوشهر الی زرادشت ۵۸۳ سنة ومن زرادشت الی الاسکندر ۲۵۸ سنة وملك الاسکندر خمس سنین ومن الاسکندر الی اردشیر ۵۱۷ سنة ومن اردشیر الی الهجرة ۴۰۴ سنة انتهی باختصار لاصحاب التاریخ فی ذلك اختلاف کثیر۔

قال الطبری فی تاریخه ج ۲ ص ۱۶۹ فجمیع مامضی من السنین من هبوط آدم علیه السلام الی وقت الهجرة علی زعم الیهود ۴۶۴۲ سنة واشهر وعلی زعم النصاری ۵۹۹۲ سنة واشهر وعلی قول المجوس من الفرس ۴۱۸۲ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر یوما علی انه داخل فی ذلك مدة مابین وقت الهجرة ومقتل یزدجرد وذلك ثلاثون سنة وشهران وخمسة عشر یوماً۔

واما علماء الاسلام فقال بعضهم کان بین آدم ونوح علیهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة و بین نوح وابراهیم علیهما السلام عشرة قرون و بین ابراهیم وموسی علیهما السلام عشرة قرون و بین موسی و سلیمان علیهما السلام ۶۳۶ سنة وقیل غیر ذلك ومن بناء سلیمان لبیت المقدس الی الاسکندر ۷۱۷ سنة ومن الاسکندر الی مولد عیسی علیه السلام ۳۶۹ سنة ومن مولد عیسی السلام الی مبعث محمد صلی الله علیه وسلم ۵۵۱ سنة وقیل من عیسیٰ الی محمد علیهما السلام ۶۰۰ سنة۔

وعن بعض اهل الکتاب قال من آدم الی الطوفان ۲۲۵۶ سنة ومن الطوفان الی وفاة ابراهیم علیه السلام ۱۰۲۰ سنة ومن وفاة ابراهیم علیه السلام الی دخول بنی اسرائیل مصر ۷۵ سنة ومن دخول یعقوب علیه السلام مصر الی خروج موسی علیه السلام منها ۴۳۰ سنة ومن خروج موسی من مصر الی بناء سلیمان علیهما السلام لبیت المقدس ۵۵۰ سنة ومن بناء بیت المقدس الی ملك بخت نصر وخراب بیت المقدس ۴۴۶ سنة ومن ملك بخت نصر الی ملك الاسکندر ۴۳۶ سنة ومن ملك الاسکندر الی سنة ست ومائتین من الهجرة ۱۲۴۵ سنة هذا خلاصة ماذکره الطبری۔ هذا اخر رسالتنا التاریخیة المسماة بعبرة السائس باحوال ملوك فارس۔

ولله الحمد والمنة۔

الفترة - آیت کان الناس امۃ واحدۃ اور آیت فلولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانۂ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے مسمیٰ بہ النظرۃ الی الفترۃ یہاں پر اس کا اندراج (معمولی تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زمانۂ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے۔ کتابوں میں تینوں اقسام مستعمل ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غارِ حرا میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربک الآیۃ نازل ہو جانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانۂ انقطاع زمانۂ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترتِ وحی کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ تین سال تھی اور بقول سہیلیؒ ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطیؒ دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قم فانذر۔ الآیات۔

کتب حدیث و تاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربک حزناً شدیداً ومکث مدۃ لا یری جبریل حتی غدا مراراً کی یتردی من رؤوس شواھق الجبال فکلما وافی بذروۃ جبل کی یلقی نفسہ منہا تبدّی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جأشہ ای قلبہ وتقر نفسہ ویرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذلک فاذا وافی ذروۃ جبل تبدّی لہ مثل ذلک وفی روایۃ انہ لما فتر الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزناً شدیداً حتی کان یغدو الی ثبیر مرۃ والی حراء مرۃ اخری یرید ان یلقی نفسہ منہا فکلما وافی ذروۃ جبل منہما کی یلقی نفسہ تبدّی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جأشہ وکانت تلک المدۃ اربعین یوما وقیل خمسۃ عشر وقیل اثنی عشر یوما وقیل ثلاثۃ ایام کذا ذکر بعض المفسرین واھل التاریخ وفی فتح الباری وغیرہ من شروح الحدیث انہا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱۔

ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرۃ بثلاث سنین عدم مجیئ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتہی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقۃ چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیشِ نظر فترتِ وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانۂ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سہیلی رحمہ اللہ روض الانف ج ا ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں وقد جاء فی بعض الاحادیث المسندۃ انہا کانت سنتین و نصف سنۃ فمن ھنا یتفق ما قالہ انس رضی اللہ عنہ از مکثہ بمکۃ کان عشر سنین وقول ابن عباس ثلاث عشرۃ سنۃ وکان قد ابتدئ بالرؤیا الصادقۃ ستۃ اشہر فمن عدّ مدۃ الفترۃ واضاف الیہا الاشہر الستۃ کانت کما قال ابن عباسؓ ومن عدّھا من حین حمی الوحی وتتابع کما فی حدیث جابر کانت عشر سنین ووجہ اُخری فی الجمع بین القولین ایضًا وھو ان الشعبیؒ قال وُکِّل اسرافیل بنبوۃ محمد ثلاث سنین ثم جاءہ بالقرآن جبریل واذا صح فھو ایضًا وجہ من الجمع بین الحدیثین۔ انتھی۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترتِ وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپؐ کے ساتھ تسلی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انت رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزولِ قرآن تین سال تک مؤخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانہ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ ادریس علیہ السلام ای الزمان الذی ھو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعِث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعِث ھود علیہ السلام ومثل الفترۃ بین آدم وادریس علیہما الصلاۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانہ جاہلیت زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ا ص ۲۲ والفترۃ التی کانت بینہما اربعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ وقیل بزیادۃ عشرین سنۃ اھ۔

فائدہ۔ زمانہ فترت کے بعض اہم واقعات و امور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امرِ اول۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبی اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوۃ اولاد علات ولیس بینی وبین عیسی علیہ السلام نبی اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ واخرج احمد ایضاً عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات ودینہم واحد امہاتہم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانۂ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحبِ کتابِ مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے متبع و مقرر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان عبسی ہیں۔ یہ زمانۂ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیثِ ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباسؓ قال جاءت بنت خالد بن سنان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لھا ثوبہ وقال بنت نبیّ ضیّعہ قومہ وروی الحافظ ابوبکر البزار باسنادہ عن سعید عن ابن عباسؓ قال ذکر خالد بن سنان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاک نبیّ ضَیّعہ قومُہ ثم قال ولا نعرفہ مرفوعاً الا من ھذا الوجہ وکان قیس بن الربیع الراوی للحدیث ثقۃ فی نفسہ الا انہ کان ردی الحفظ وکان لہ ابنٌ یدخل فی احادیثہ ما لیس منھا۔ خالد بن سنان عربی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلۂ بنو عبس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثار قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحب شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلۃ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانۂ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رسّ کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقاء مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقاء کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعاً لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عربی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اخرج ابو یعلی الموصلی باسنادہ ان رجلاً من عبس یقال لہ خالد بن سنان قال لقومہ انی اُطفئ عنکم نار الحرّتین فقال لہ رجل من قومہ (ھو عمارۃ بن زیاد کما صرح بہ فی المستدرک) واللہ یا خالد ما قلت لنا قط الا حقاً فما شانک وشأن نار الحرتین تزعم انک تطفئھا فخرج خالد ومعہ اناس من قومہ فیھم عمارۃ بن زیاد فاتوھا فاذا ھی تخرج من شقّ جبل فخط لھم خالد خطّۃً فاجلسھم فیھا فقال ان اَبطأتُ علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کأنھا خیل شقر یتبع بعضھا بعضاً فاستقبلھا خالد فجعل یضربھا بعصاہ وھو یقول بدا بدا بدا کل ھدی زعم ابن راعیۃ المعزی انی لا اخرج منھا وثیابی بیدی حتی دخل (خالد) معھا (ای مع النار) الشقّ فابطأ علیھم فقال لھم عمارۃ بن زیاد واللہ ان صاحبکم لو کان حیًّا لقد خرج الیکم بعد قالوا فادعوہ باسمہ قال فقالوا انہ قد نہانا ان ندعوہ باسمہ فدعوہ باسمہ۔

فخرج وھو آخذ برأسہ فقال الم انھکم ان تدعونی باسمی؟ فقد واللہ قتلتمونی فادفنونی فاذا مرّت

بكم الحمر فيها حمار ابتر فانبشوني فانكم تجدوني حيًّا فدنوه فمرت بهم الحمر فيها حمار ابتر فقلنا انبشوه فانه امرنا ان ننبشه فقال لهم عمارة لا تنبشوه لا والله لا تحدث مضرا انا ننبش موتانا وقد كان قال لهم خالد ان في عكن امرأته لوحين فان اشكل عليكم امر فانظروا فيها فانكم ستجدون ما تسألون عنه قال ولا يمسها حائض فلما رجعوا الى امرأته سألوها عنهما فاخرجتهما اليهم وهي حائض فذهب ما كان فيهما من علم۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۱ پر لکھتے ہیں لم يبعث بشريعة مستقلة من العرب بعد اسمٰعيل الا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واما خالد بن سنان وان كان من ولد اسماعيل على ما قيل فقال بعضهم لم يكن في بني اسمٰعيل نبي غيره قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا انه لم يبعث بشريعة مستقلة بل بتقرير شريعة عيسى عليه السلام اى وكان بينه وبين عيسى ثلثمائة سنة وخالد هذا هو الذي اطفأ النار التي خرجت بالبادية بين مكة والمدينة كادت العرب ان تعبدها كالمجوس كان يرى ضوؤها من مسافة ثمان ليال وربما كان يخرج منها العنق فيذهب في الارض فلا يجد شيئا الا اكله فامر الله تعالى خالد بن سنان باطفائها وكانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان يضربها ويقول بدا بدا كل هدى وهي تتأخر حتى نزلت الى البئر فنزل الى البئر خلفها فوجد كلابا تحتها فضربها وضرب النار حتى اطفأها ويذكر انه كان هو السبب في خروجها فانه لما دعا قومه كذبوه وقالوا له انما تخوفنا بالنار فان تسل علينا هذه الحرة نارا اتبعناك فتوضأ ثم قال اللهم ان قومي كذبوني ولم يؤمنوا بي الا ان تسيل عليهم هذه الحرة نارا فارسلها عليهم نارا فخرجت فقالوا يا خالد اردها فانا مؤمنون بك فردها۔

قيل وكان خالد بن سنان اذا استسقى يدخل رأسه في جيبه فيجئ المطر ولا يقلع الا ان يرفع رأسه قيل وقدمت ابنته وهي عجوز على النبي صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاها بخير واكرمها وبسط لها رداءه وقال لها مرحبا بابنة اخي مرحبا بابنة نبي ضيعه قومه فأسلمت وهذا الحديث مرسل رجاله ثقات وفي البخاري انا اولى الناس بابن مريم في الدنيا والأخرة وليس بيني وبينه نبي قال بعضهم وبه يرد على من قال كان بينهما خالد بن سنان وقد يقال مراده صلی اللہ علیہ وسلم بالنبي الرسول الذي يأتي بشريعة مستقلة۔

وحينئذ لا يشكل هذا لما علمت انه لم يأت بشريعة مستقلة ولا ما جاء في رواية اخرى ليس بيني وبينه نبي ولا رسول ولا ما في كلام البيضاوي تبعا للكشاف من ان بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم اربعة انبياء ثلاثة من بني اسرائيل وواحد من العرب وهو خالد بن سنان وبعده حنظلة بن صفوان عليهما السلام ارسله الله تعالى لاصحاب الرأس بعد خالد بمائة سنة لانه يجوز

ان یکون کل من هؤلاء الثلاثة لم یبعث بشریعة مستقلة بل کان مقرراً الشریعة عیسی علیه الصلاة والسلام ایضاً کخالد بن سنان۔

والرس البئر الغیر المطویة ای الغیر المبنیة کذا فی الکشاف والذی فی القاموس کالصحاح المطویة باسقاط غیر فانهم قتلوا حنظلة ودسّوه فیها ای وحین دسوه فیها غار ماؤها وعطشوا بعد ریهم ویبست اشجارهم وانقطعت ثمارهم بعد ان کان ماؤها یرویهم ویکفی ارضهم جمیعاً وتبدلوا بعد الانس الوحشة وبعد الاجتماع الفرقة لانهم کانوا ممن یعبد الاصنام ای وکان ابتلاهم الله تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیه من کل لون فکان ینقض علی صبیانهم یخطفهم اذا اعوزه الصید وکان اذا خطف احدا منهم اغرب به ای ذهب به الی جهة المغرب فقیل له لطول عنقه ولذهابه الی جهة المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلة علیه السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل الله تعالی علیها صاعقة فاهلکتها ولم تعقب وکان جزاؤه منهم ان قتلوه وفعلوا به ما تقدم۔

وذکر بعضهم ان حنظلة هذا کان من العرب من ولد اسمٰعیل علیه السلام ایضاً علیه الصلوٰة السلام ثم رأیت ابن کثیر ذکر ان حنظلة هذا کان قبل موسی علیه السلام وانه لما ذکر ان فی زمن عمر بن الخطاب فتحت تستر المدینة المعروفة وجدوا تابوتاً وفی لفظ سریراً علیه دانیال علیه السلام ووجدوا طول انفه شبراً وقیل ذراعاً ووجدوا عند راسه مصحفاً فیه ما یحدث الی یوم القیامة وان من وفاته الی ذلک الیوم ثلثمائة سنة ثم قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص ۴۰ لکن ان کان تاریخ وفاته محفوظاً من ثلثمائة سنة فدانیال لیس بنبی بل هو رجل صالح لان عیسی علیه السلام لیس بینه وبین رسول الله صلی الله علیہ وسلم نبی بنص الحدیث الذی فی البخاری۔ قال الحلبی اقول وقد علمت الجواب عن ذلک بان المراد بالنبی الرسول وفیه ان هذا یبعده عطف الرسول علی النبی المتقدم فی بعض الروایات الا ان یجعل من عطف التفسیر انتہی۔

مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۲۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

وممن کان فی الفترة خالد بن سنان العبسی وهو خالد بن سنان بن غیث بن عبس وقد ذکره النبی صلی الله علیہ وسلم فقال ذلک نبی اضاعه قومه ثم ذکر قصة النار وانه اطفأها ثم قال فلما حضرت خالد بن سنان الوفاة قال لاخوته اذا انا دفنت فانه ستجیء عانة من حمیر یقدمها عیر ابتر فیضرب قبری بحافره فاذا رأیتم ذلک فانبشوا عنی فانی ساخرج الیکم فاخبرکم بجمیع ما هو کائن فلما مات ودفنوه رأوا ما قال فارادوا ان یخرجوه فکره ذلک بعضهم وقالوا نخاف ان تنسبنا العرب الی نبشنا عن میت لنا واتت ابنته الی رسول الله صلی الله علیہ وسلم فسمعته یقرأ قل هو الله احد الله الصمد فقالت کان ابی یقول هذا او

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و موحد و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اولاً تو اس لیے کہ عیسیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتنذر قوما ما اتٰهم من نذیر من قبلك سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص ۲۱۲ قال ابو یونس قال سماك بن حرب سئل النبی علیه السلام عن خالد بن سنان فقال ذاك نبی اضاعه قومه قال ابو یونس قال سماك بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال مرحبا بابن اخی فهذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولیس فیه انه کان نبیاً والمرسلات التی فیها انه نبی لا یحتج بها هنا والاشبه انه کان رجلاً صالحاً له احوال وکرامات فانه ان کان فی زمن الفترة فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انا لانه لیس بینی وبینه نبی۔ وان کان خالد قبل الفترة فلا یمکن ان یکون نبیاً لان الله تعالی قال لتنذر قوماً ما اتاهم من نذیر من قبلك۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان الله تعالی لم یبعث بعد اسماعیل علیه السلام نبیاً فی العرب الا محمداً صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا به ابراهیم الخلیل وبشرت به الانبیاء لقومهم حتی کان آخر من بشر به عیسی بن مریم علیه السلام وبهذا المسلك بعینه یرد ما ذکره السهیلی وغیره من ارسال نبی من العرب یقال له شعیب بن ذی مهذم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حنظلة بن صفوان فکذبوهما فسلط الله علی العرب بخت نصر فنال منهم من القتل والسبی نحو ما نال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاهر ان هؤلاء کانوا قوماً صالحین یدعون الی الخیر انتهی۔

امر ۲ ثانی۔ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی زمانہ فترت میں تھے۔ یہ قبیلۂ طی سے تھے۔ طی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارم اخلاق و مناقب و مفاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضاء اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایة وکانت لحاتم مآثر وامور عجیبة واخبار مستغربة فی کرمه یطول ذکرها ولکن لم یکن یقصد بها وجه الله والدار الآخرة وانما کان قصده السمعة والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی الله علیه وسلم فقال ذاك اراد امراً فادرکه واخرج احمد فی مسنده قال قلت لرسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فهل له فی ذلك یعنی من اجر قال ان اباك طلب شیئاً فاصابہ واخرج البیهقی باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال یا سبحان اللہ ما ازهد کثیراً من الناس فی خیر عجباً لرجل یجیئہ اخوہ المسلم فی حاجة فلا یری نفسہ للخیر اهلاً فلو کان لا یرجو ثواباً ولا یخشی عقاباً لکان ینبغی له ان یسارع فی مکارم الاخلاق فانها تدل علی سبیل النجاح فقام الیہ رجل فقال فداك ابی وامی یا امیر المؤمنین اسمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما هو خیر منہ (ای سمعتُ عنہ علیہ السلام ما هو خیر من هذا)۔

لما اُتِیَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طیٔ وقعت جاریة حمراء لعساء زلفاء عیطاء شماء الانف معتدل القامة والهامة درماء الکعبین خدلجة الساقین لفاء الفخذین خمیصة الخصرین ضامرة الکشحین مصقولة المتنین قال فلما رأیتها اعجبتُ بها وقلتُ لأطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجعلها فی فیئ فلما تکلمت اُنسیتُ جمالها لما رأیت من فصاحتها فقالت یا محمد ان رأیت ان تخلی عنی ولا تشمت بی احیاء العرب فانی ابنة سید قومی وان ابی کان یحمی الذمار ویفكّ العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یردّ طالب حاجة قطّ وانا ابنة حاتم طیٔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریة هذہ صفة المؤمنین حقاً لو کان ابوك مؤمناً لترحّمنا علیہ خلّوا عنها فان اباها کان یحب مکارم الاخلاق واللہ تعالی یحب مکارم الاخلاق فقام ابوبردة رضی اللہ عنہ فقال یا رسول اللہ واللہ یحب مکارم الاخلاق ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنة احد الا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متلمس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

قلیلُ المالِ تُصلِحہ فیبقیٰ — ولا یبقی الکثیر علی الفساد

وحفظُ المال خیرٌ من فناہ — وعسفٍ فی البلاد بغیر زاد

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ماله قطع اللہ لسانہ حمل الناس علی البخل فهلّا قال ؎

فلا الجود یُفنِی المال قبل فنائہ — ولا البخل فی مال الشحیح یزید

فلا تلتمس مالاً بعیش مقتّرٍ — لکلّ غدٍ رزق یعود جدید

الم تر انّ المالَ غادٍ ورائحٌ — وانّ الذی یُعطیك غیرُ بعید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قولہ وان الذی یعطیك غیر بعید ولو کان مسلماً لرُجی له الخیر فی معادہ

وقد قال اللہ تعالی فی کتابہ واسألوا اللہ من فضلہ. وقال تعالی واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان. انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تران المال الخ بھی بہت خوب ہے۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفارت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غاد ورائح کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیك غیر بعید حاتم کے ایمان باللہ اور موحد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانۂ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء۔ بہرحال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالی کے وجود و توحید کا معترف تھا۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالی قریب وغیر بعید ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا۔

دلیل دوم۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد ؎

اِن یَفنَ ما عندنا فاللہ یرزقنا ۔۔۔ مِمَّن سوانا ولسنا نحن نرتزق

یہ قول فاللہ یرزقنا بظاہر حصر پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحد تھا اللہ تعالی کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا۔

دلیل سوم۔ حاتم خصال حمیدہ ومکارم اخلاق، پاک دامنی وعفت سے موصوف تھا۔ لوگوں کی خیرخواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا، مہمانوں کا اکرام والطعام وسخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ وخوفِ خدا ہی ہو سکتا ہے۔ ذکر الدارقطنی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امرأة حاتم لحاتم یا ابا سفانة اشتهی ان آکل انا وانت طعامًا وحدنا لیس علیه احدٌ فامرها فحولت خیمتها من الجماعة علی فرسخ وامر بالطعام فهیئ وهی مرخاة ستورها علیه وعلیها فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسه ثم قال ؎

فلا تطبخی قِدری وسترك دونها ۔۔۔ علیّ اِذن ما تطبخین حرامُ

ولکن بهذاك الیفاع فاوقدی ۔۔۔ بجزل اذا اوقدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور وقدم الطعام ودعی الناس فاکل واکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابها فانی لا تطاوعنی نفسی ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علی هذا وقد سبق لی السخاء ثم انشأ یقول ؎

أُمارِسُ نفسي البخلَ حتى أعزّها ۔۔۔ واترُكُ نفسَ الجودِ ما استثيرها

ولا تشتكيني جارتي غيرانها ۔۔۔ اذا غاب عنها بعلها لا ازورها

سيبلغها خيري ويرجع بعلها ۔۔۔ اليها ولم تقصر عليها ستورها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق اس کی فطرت بن گئے تھے اور وہ بڑا پاکدامن تھا ہمسایہ عورتوں کو کبھی بری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بےحیائی سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول نفسی اکرم علیّ من ان یثنی علیّ ھذا قابل غور و فکر ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا۔ ریا اور صرف حسن ثنا اور دنیاوی شہرت نیک نامی حاصل کرنے کے لیے یہ نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار سنیے جن میں وہ اپنی عفت اور اجنبی عورتوں کو بری نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ؎

اذا ما بِتُّ اَشرب فوق ريّي ۔۔۔ لسُكرٍ في الشراب فلا رويتُ

اذا ما بِتُّ اَختِلُ عِرسَ جاري ۔۔۔ لِيُخفِيَني الظلامُ فلا خفيتُ

أأفضح جارتي واخونُ جاري ۔۔۔ فلا والله أفعل ما حَييتُ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا واللہ ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحد تھا ورنہ بیان پر بت کی قسم کھا کر واللات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے سنیے۔ کہتا ہے ؎

ما ضرّ جاراً لي اُجاوِرُہ ۔۔۔ أن لا يكونَ لِبابِہ سِترٌ

أُغضي اذا ما جارتي برزتْ ۔۔۔ حتى يُوارِي جارتي الخِدرُ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ؎

وما من شيمتي شَتمُ ابنِ عمّي ۔۔۔ وما انا مُخلِفٌ مَن يرتجيني

وكلمةُ حاسدٍ من غيرِ جرمٍ ۔۔۔ سمعتُ وقلتُ مُرّي فانفذِيني

وعابوها عليّ فلم تَعِبني ۔۔۔ ولم يعرق لها يوماً جبيني

وذي وَجهين يلقاني طليقاً ۔۔۔ وليس اذا تغيّبَ يأتسيني

ظفرتُ بعيبہ فكففتُ عنہ ۔۔۔ محافظةً على حَسَبي ودِيني

ان پانچ ابیات پر غور کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو برا نہیں کہنا اور سب و شتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال و امید وار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ ذو وجہین و منافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرعہ میں ہے کہ وہ یہ تمام افعالِ حسنہ و خصالِ طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیشِ نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ "دینی" دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل و کافر قوم کے برخلاف ایک دین و شریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ "دینی" خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے ؎

وانكَ اِن اَعطيتَ بطنكَ سُؤلَه　　　　وفرجكَ نالا منتهى الذمِّ اَجمعا

اس شعر میں اپنی عفت و حلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شهدتُ حاتماً يكيد بنفسه فقال لی ای بُنَیّ انی اَعهد من نفسی ثلاثَ خصالٍ واللّٰه ماخاتلت جارةً لريبة قط ولا ادتمنت علی امانة الا اَدّيتها ولا اُوتی احدٌ من قبلی بسوءٍ۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسنادہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع و منکسر المزاج ہونے کے علاوہ اسخی الناس یعنی سب سے زیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام و شہرت کا طالب تو ہر مجمع میں اسخی الناس ہونے کا دعویٰ و اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالبِ نام و شہرت اپنی مدح و نام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک و بے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابوبكر بن عياش قيل لحاتم هل فی العرب اجود منك فقال كل العرب اجود منّی ثم انشأ يحدّث حاتم قال نزلت علی غلام من العرب يتيم ذات ليلة وكانت له مائة من الغنم فذبح لی شاة منها واتانی بها فلما قرّب الیّ دماغها قلت ما اطيب هذا الدماغ قال فذهب فلم يزل يأتينی منه حتی قلت قد اكتفيت فلما اصبحتُ اذا هو قد ذهب المائة شاة وبقی لا شئ له

فقیل فما صنعت بہ فقال ومتی ابلغ شکرہ ولو صنعت بہ کل شیٔ قال علی کل حال فقد اعطیتہ مائۃ ناقۃ من خیار ابلی اہ۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قولہ فلا واللہ افعل ما جئت فی الشعر الذی کوسمن قبلہٗ۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق و معطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قولہ لزوجتہ نوار فی زمن القحط. اسکتی فواللہ لاشبعنك ان شاء اللہ

حاتم کی بیوی نوار یہ حکایت بیان کرتی ہے کہ قحط سالی میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ و سفانہ اور عدیؓ بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھلانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سُلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت لہ ماذا صنعت اضطجع واللہ لقد تضاغی اصبیتك فما وجدت ما تعللھم فکیف بھذہ و بولدھا فقال حاتم اسکتی فواللہ لاشبعنك ان شاء اللہ فقام الی فرسہ فوجأ بحربتہ فی لبتہ ثم قدح زندہ واوری نارہ ثم جاء بمدیۃ فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیۃ الی تلك المرأۃ ثم قال دونك ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانك فبعثتھم ثم قال سوءۃ اتأکلون شیئاً دون اھل الصرم فجعل یطوف فیھم حتی ھبوا واقبلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم اضطجع ناحیۃ ینظر الینا واللہ ما ذاق مزعۃ وانہ لاحوجھم الیہ فاصبحنا وما علی الارض الا عظم و حافر کذا فی البدایۃ۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد و مؤمن باللہ و بصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر و مشرک واللہ کی بجائے واللات والعزیٰ اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزیٰ یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھیرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۲۱۷ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق و باسنادہ عن المحرر مولی ابی ھریرۃ قال مر نفر من عبد القیس بقبر حاتم طی فنزلوا قریباً منہ فقام الیہ بعضھم یقال لہ ابو الخیبری فجعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا اباجعد اقرنا فقال لہ بعض اصحابہ ما تخاطب من رمۃ وقد بلیت واجنھم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بمطیکم فان

حاتمًا اتانی فی النوم وانشد نی شعرًا وقد حفظتہ یقول ؎

ابا الخیبری وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتّامُھا

اتیتَ بصحبک تبغی القری لدی حُفرۃٍ قد صَدَت ھامُھا

اتبغی لی الذنب عند المبیت وحولک طیّیٌ وآنعامُھا

وإنا لنُشبعُ اَضیافنَا وتأتی المطیّ فنَعتامُھا

قال واذا ناقتہ صاحب القول تکوس عقیرًا فنحروھا وقاموا یشتوون ویأکلون وقالوا واللّٰہ لقد اضافنا حاتم حیًّا ومیتًا قال واصبح القوم واردفوا صاحبھم وساروا فاذا رجل ینوھ بھم راکبًا جملًا ویقود اٰخر فقال ایکم ابوالخیبری قال انا قال ان حاتمًا اتانی فی النوم فاخبرنی انہ قری اصحابک ناقتک وامرنی اَن اَحملک وھذا بعیرٌ فخذہ ودفعہ الیہ۔اھ۔

یہ قصہ صاحب احوال وکرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ موحدین ومؤمنین کے ہاں ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت واعانت نہیں کرسکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم بُت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جاکر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ درج ہے کہ وہ اللہ تعالٰی ہی کو رازق ومتصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسبِ استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرنا اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر وسعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر ومشرک ہوتا اور ثوابِ آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی وشہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروّجہ اور ان کے زعم کے پیشِ نظر معزز وقابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے مقصود یعنی حصولِ شہرت ونیک نامی میں کامیابی حاصل ہوجاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں کے بہت سے قصے کتبِ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست ومشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانۂ فترت میں تھا اور اشاعرہ ومحدثین ومفسرین کے بے شمار ائمہ عظام وعلماء کرام نے اہلِ فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین واجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطیؒ وغیرہ علماء نے متعدد ادلّہ کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالۃ التعظیم والمنّۃ ص۳۱ عند بیان مذہب اہل السنّۃ فیمن ہو قبل الدعوۃ۔ قال اہل الاصول قاطبۃ شکر المنعم لیس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلۃ قال الکیا الھراسی وغیرہ المراد بشکر المنعم امتثال الاوامر واجتناب النواھی من الکفر وغیرہ اھ وقد رد ابن السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذین ہم من اہل السنۃ وقالوا بوجوب شکر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلۃ ثم قال ابن السبکی وعلی مسألۃ شکر المنعم تتخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ فعندنا یموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وھو مضمون بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح اذ ھو لیس بمسلم۔ انتھی محاصلہ۔ قال السیوطی وھو صریح فی نجاتہ وانہ لا یدخل النار انہ یدخل الجنۃ مع کونہ لا یسمّی مسلماً اھ۔

ثم قال السیوطی فی ذکر عذر من کفر من اہل الفترۃ وکونہم ناجین۔ ولم یکن کفر العرب انکاراً للصانع ولا لألوھیتہ ولا ادّعوا فی الاصنام انہا تخلق وتدبّر کما ادعی نمرود وقومہ بل کانوا یقرون للہ بالالھیۃ وانہ الخالق المدبّر کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ وکانوا یزعمون فی الاصنام انہا تشفع لہم عند اللہ کما قال تعالیٰ حکایۃ عنہم ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔

دلیل نہم۔ مسند احمد کی مذکورہ صدر حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان اباک طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موحّد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ مجمل و مبہم یا ذومعنیین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد و مطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیثِ ہذا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اوّلاً تو مبہم و ذومعنیین ہے جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موحّد و جنتی ہونے پر بھی محمول ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر و ثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پا لیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمالِ صالحہ رائگاں نہیں گئے۔ باقی باطن و نیتِ قلب کہ یہ تعیین و نشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثوابِ آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور مبہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیتِ قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحبُ الدار ادری بما فیہا۔ اس کی نظیر حدیث

المرء مع من احبّ ہے۔ حدیث ہٰذا میں جنت یا دوزخ میں معیت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیت و رفاقتِ اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب محبت کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبِ صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبِ شیاطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیثِ مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المرء مع من احب جیسے مبہم و ذو معنیین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو حاتم طائی کی طرح سخی و اجوادِ عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام و یقری الضیف فھل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ لم یقل یوماً رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکارمِ اخلاق و خصالِ مومنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اوّلاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا۔ سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃً و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت را چہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصالِ طیبہ مثل پاک دامنی، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاقِ شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور رہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت و شہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقِ حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہرحال ظاہری قرائن کے پیش نظر حاتم ناجی و موحد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملۂ توحید مستور و پوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل و قس بن ساعدہ و زید بن عمرو بن نفیل کا معاملۂ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ و اعتقاد توحید کا ہر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ دربارِ نبوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

اخرج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ وفی روایۃ یحشر ذالک امۃ وحدہ بینی وبین عیسی بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدۃ رحم اللہ قسًا اما انہ سیبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ وروی البیھقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثا فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد اٰمن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین و ناجین لوگوں کے بارے میں آپ مبہم جواب پر اکتفاء فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مؤمن و موت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع و ذو معنیین جملہ پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا ان اباك طلب شيئًا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مؤمن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًا لو کان ابوك مؤمنًا لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مؤمن و مسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اسم ترحم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبد المطلب وغیرہ اجدادِ نبی علیہ السلام پر ترحم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء وائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال رائج نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن سبکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التعظیم والمنۃ ص۲۲ میں تصریح کی ہے کہ اہلِ فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حاتم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاتم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانتے ہیں کہ حاتم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اولاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے (بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں) متعدد محدثین وائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کر دیں۔ فان کان ما ذکرنا حقًّا فمن اللہ وتوفیقہ وان کان خطأ فاستغفر اللہ عزوجل۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

امر ثالث۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جدعان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بدایہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاھلیۃ المطعمین للمسنتین وکان فی بدء امرہ فقیرًا مملقا وکان شریرًا یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واھلہ وقبیلتہ وابغضوہ حتی ابوہ فخرج ذات یوم فی شعاب مکۃ حائرًا بائرًا فرأی شقا فی جبل فظن ان یکون بہ شیئًا یؤذی فقصدہ لعلہ یموت فیستریح مما ھو فیہ فلما اقترب منہ اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئًا فلما دنا منہ اذا ھو من ذھب ولہ عینان ھما یاقوتتان فکسرہ واخذہ ودخل الغار فاذا فیہ قبور لرجال من ملوک جرھم ومنھم الحارث بن مضاض الذی طالت غیبتہ فلا یدری این ذھب ووجد عند رؤسہم لوحًا من ذھب فیہ تاریخ وفاتہم ومدۃ ولایتہم۔ واذا عندھم من الجواھر واللآلی والذھب والفضۃ شئ کثیر فاخذ منہ حاجتہ ثم خرج وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاھم حتی احبوہ وسادھم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکانت لہ جفنۃ یاکل منہ الراکب علی بعیرہ ووقع فیھا صغیر فغرق۔

وذکر ابن قتیبۃ وغیرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد کنت استظل بظل جفنۃ عبداللہ بن جدعان وفی حدیث مقتل ابی جھل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ تطلبوہ بین القتلی وتعرفوہ بشجۃ فی رکبتہ فانی تزاحمت انا وھو علی مأدبۃ لابن جدعان فدفعتہ فسقط علی رکبتہ فانھشمت فاثرھا باق فی رکبتہ فوجدوہ کذلک وجعل ابن جدعان منادیا ینادی کل لیلۃ علی ظھر الکعبۃ ان ھلموا الی جفنۃ ابن جدعان وفی صحیح مسلم ان عائشۃ رض قالت یا رسول اللہ

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلك یوم القیامة فقال لا انہ لم یقل یوماً رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین۔

قال ابن حبیب المؤرخ فی کتابہ المحبر ص۱۳۷ لما اسن ابن جدعان بن عمرو حجر علیہ رهطہ فکان اذا اعطی احدًا شیئًا رجعوا علی المعطی فاخذوه منہ فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریبًا اذا جلست فانی سالطمك فلا ترض الا بأن تلطمنی بلطمتك اوتفتدی لطمتك بفداء رغیب ترضاه ولہ یقول ابن قیس الرقیات ؎

والذی ان اشار نحوك لطماً تبع اللطم نائل وعطاء

وذکروا ان امیة بن ابی الصلت دخل علی عبد اللہ بن جدعان وعندہ قینتان لہ فلما راٰهما قال انعم صباحًا ابازهیر ثم انشأیقول ؎

أأذکر حاجتی ام قد کفانی حیاؤك ان شیمتك الحیاء

فقال لہ خذ بید ایهما شئت فاخذ احداهما ثم خرج علی مجالس قریش فقالوا لہ یا امیة ابیت شیخنا و سیدنا وعندہ جاریتان لہ تلهیانہ فسلبتہ احداهما فتندم امیة من ذلك فرجع فلما رآہ عبد اللہ قال لہ اکفف حتی اخبرك ما الذی ردك جزت علی قریش فقالوا لك کذا وکذا انا اعاهد اللہ لتأخذن الاخری فان احداهما لا تصلح الا بالاخری فاخذهما وخرج وهو یقول ؎

عطاؤك زین لامرئ ان حبوتہ بفضل وما کلُّ العطاء یزین

امر رابع۔ اہل جاہلیت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہٰذا وہ معذور رہیں اور بروز قیامت نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیر یهما عن قتادۃ فی قولہ تعالی وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ قال ان اللہ لیس بمعذب احدًا حتی یسبق الیہ من اللہ خبرٌ او یأتیہ من اللہ بینة۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ایک اور گروہ علماء امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں۔ یہ تینوں گروہ عام اشاعرہ وشوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں۔

قال الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ مسالك الحنفاء ص۲ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الکلام والاصول والشافعیة من الفقهاء علی ان من مات ولم تبلغہ الدعوة یموت ناجیًا وانہ لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانہ اذا قُتل یضمن بالدیة والکفارة نص علیہ الامام الشافعیؒ رضی اللہ عنہ وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انہ یجب فی قتلہ القصاص ولکن الصحیح خلافہ

لانہ لیس بمسلم و شرط القصاص المکافاۃ۔

وقد علّل بعض الفقہاء کونہ اذا مات لا یعذّب بانہ علی اصل الفطرۃ ولم یقع منہ عناد ولا جاءہ رسول فکذب بہ وسُئل الشیخ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی الشافعی المتوفی ۸۷۱ھ عن والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزجر السائل زجرۃً شدیدۃ فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ ونقل سبط ابن الجوزی فی مرآۃ الزمان ذلک عن بعض العلماء حیث قال وقال قوم قد قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ و الدعوۃ لم تبلغ اباہ ولا امہ فما ذنبھما ؟

ان قلت ھل فی القرآن اشارۃ الی ذلک۔

قلت نعم۔ عدۃ آیات من القرآن تشیر الی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ۔

الاولیٰ قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ وھذہ الآیۃ ھی التی اطبقت ائمۃ السنۃ علی الاستدلال بھا فی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ وردوا بھا علی المعتزلۃ ومن وافقھم فی تحکیم العقل۔

الثانیۃ قولہ تعالی ذلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم واھلھا غافلون۔ اورد ھذہ الآیۃ زرکشی فی شرح جمع الجوامع استدلالاً علی قاعدۃ ان شکر المنعم لیس بواجب عقلاً بل بالسمع۔

الثالثۃ قولہ تعالی وما کان ربک مُھلک القریٰ حتی یبعث فی امھا رسولاً یتلوا علیھم آیٰتنا اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الآیۃ ای لم یھلک اللہ تعالی اھل مکۃ حتی یبعث الیھم محمداً فلما کذبوا وظلموا فبذلک ھلکوا۔

الرابعۃ قولہ تعالی وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکریٰ وما کنا ظٰلمین۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الآیۃ قال ما اھلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ والبیّنۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃً وحجۃ للہ ذکری وما کنا ظالمین۔ یقول ما کنا لنعذّبھم الا من بعد البیّنۃ والحجۃ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجہ میں وہ دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں فاخرج احمد فی مسندہ والبیھقی فی کتاب الاعتقاد وصححہ عن الاسود ابن سریع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجون یوم القیامۃ رجلٌ اصمّ لا یسمع شیئاً و رجلٌ احمق ورجلٌ ھرم ورجل مات فی فترۃ۔ اما الاصم فیقول رب لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئاً و اما الاحمق فیقول رب لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر و اما الھرم فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئاً واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم

لیطیعنّه فیرسل الیهم اَن ادخلوا النار فمن دخلها کانت علیہ بردًا وسلامًا ومن لم ید خلها یسحب الیها۔

واخرج البزار فی مسندہ عن انس مرفوعًا یؤتیٰ باربعة یوم القیامة بالمولود والمعتوہ ومن مات فی الفترۃ

وبالشیخ الفانی کلّهم یتکلّم بحجته فیقول الله تبارک وتعالیٰ لعنق من جهنم ابرز ویقول لهم انی کنت ابعث

الی عبادی رسلًا من انفسهم وانی رسول نفسی الیکم ادخلوا هذہ فیقول من کتب علیه الشقاء یا رب

اَنَّ خلها ومنها کنا نفر؟ ومن کتب له السعادۃ یمضی فیقتحم فیها مسرعا فیقول الله قد عصیتمونی فانتم

لرسلی اَشدّ تکذیبًا ومعصیةً فید خل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار۔

وقال تاج الدین السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب علی مسألة شکر المنعم فیخرج مسألة من لم تبلغه

الدعوۃ فعندنا یموت ناجیًا ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وهو مضمونٌ بالکفارۃ والدیة ولا یجب

القصاص علی قتله علی الصحیح وقال البغوی امّا من لم تبلغه الدعوۃ فلا یجوز قتله قبل ان یدعی الی الاسلام

فان قتل قبل ان یدعی الی الاسلام وجب فی قتله الدیة والکفارۃ وعند ابی حنیفة لایجب الضمان

بقتله واصله انه عندهم محجوج علیه بعقله وعندنا هو غیر محجوج علیه قبل بلوغ الدعوۃ الیه لقوله

تعالیٰ وما کنّا معذّبین حتی نبعث رسولًا۔ فثبت انه لاحجة علیه قبل مجیٔ الرسول انتهی۔

وقال الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ فی البسیط من لم تبلغه الدعوۃ یضمن بالدیة والکفارۃ لا بالقصاص

علی الصحیح لانه لیس مسلمًا علی التحقیق وانما هو فی معنی المسلم اھ۔ هذا الحکم الذی قررناه من کون اهل

الجاهلیة قالوا انه لیس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوۃ نبی اصلا امّا من بلغته منهم دعوۃ احد

من الانبیاء السابقین ثم اصرّ علی کفرہ فهو فی النار قطعًا وهذا لا نزاع فیه۔

ان قلت صحت احادیث بتعذیب اهل الفترۃ کصاحب المحجن وغیرہ۔

قلنا اجاب عن ذلک عقیل بن ابی طالب بثلاثة اجوبة۔ الاول۔ انها اخبار آحاد فلا تعارض

القاطع۔ الثانی قصر التعذیب علی هؤلاء والله اعلم بالسبب۔ والثالث قصر التعذیب فی هذه الاحادیث

علی من بدّل وغیّر الشرائع وشرع من الضلال ما لا یعذر به فان اهل الفترۃ ثلاثة اقسام۔

القسم الاوّل من ادرک التوحید ببصیرته ثم من هؤلاء من لم یدخل فی شریعة کقس بن

ساعدۃ وزید بن عمرو بن نفیل ومنهم من دخل فی شریعة قائمة حقّة کتبع ونحوہ۔

القسم الثانی من بدّل وغیّر واَشرک ولم یوحّد وشرع لنفسه فحلّل وحرّم وهم الاکثر کعمرو بن لحی اوّل

من سنّ للعرب عبادۃ الاوثان وشرع الاحکام فبحر البحیرۃ وسیّب السائبة وزادت طائفة من العرب

علی ما شرعه ان عبدوا الجنّ والملائکة وخرقوا له البنین والبنات۔

والقسم الثالث۔ من لم یشرک ولم یوحّد ولا دخل فی شریعة نبی ولا ابتکر لنفسه شریعة ولا اخترع

دینا بل بقی عمرہ علی حین غفلۃ عن ہذا کلہ وفی الجاہلیۃ من کان کذلک۔ فیحمل من صح تعذیبہ علی اہل القسم الثانی لکفرہم بما لا یعذرون بہ واما القسم الاول فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل من قس وزید انہ یبعث امۃ وحدہ واما تبع ونحوہ فحکمہم حکم اہل الدین الذی دخلوا فیہ ما لم یلحق احد منہم الاسلام الناسخ لکل دین واما القسم الثالث فہم الفترۃ حقیقۃ وہم غیر معذبین للقطع کما تقدم۔ انتہی بتصرف۔

امر خامس: اصحاب کہف کا واقعہ زمانہ فترت میں واقع ہوا تھا یعنی میں طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف ورقیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا۔

رقیم سے مراد وہ لوح وتختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کہف کے نام واحوال وتواریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کہف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کہف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بُت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کہف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کہف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان باللہ وبعیسیٰ رسول اللہ وروح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبری وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فہداہم اللہ للاسلام وکانت شریعتہم شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فی قول جماعۃ من سلف علمائنا وکان ملکہم کافرا۔ بعض اہل تاریخ کی رائے میں ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کہف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۳ وکان بعضہم یزعم ان امرہم ومصیرہم الی الکہف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومہ خبرہم فان اللہ عزوجل ابتعثہم من رقدتہم بعد ما رفع المسیح علیہ السلام فی الفترۃ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیہما وسلم فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرہم کان بعد المسیح فاما انہ کان فی ایام ملوک الطوائف فان ذلک مما لا یدفعہ دافع من اہل العلم بالاخبار القدیمۃ۔ اھ۔

اصحاب کہف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کما قال الطبری۔ یا اس کا نام دقیوس تھا۔ کما ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ۱ ص ۳۱۴ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقیانوس تھا۔

قال بعض المؤرخین المعروف ان الملک الذی ہرب منہ اصحاب الکہف اسمہ دقیانوس اھ۔

وفی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۳ انہ اسمہ دقیانوس۔ مسعودی ملوک روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملک دقیوس یعبد الاوثان ستین سنۃً وامعن فی قتل النصرانیۃ وطلبھم ومن ھذا الملک ھرب اصحاب الکھف و قد اختلف الناس فمنھم من رأی ان اصحاب الکھف ھم اصحاب الرقیم وزعموا ان الرقیم ھو مارقم من اسماء اھل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلک المغارۃ ومنھم من رأی ان اصحاب الرقیم غیر اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف ھو الموضع المعروف من بلاد الروم بحارمی کذا فی المروج۔ ج ۱ ص۳۱۴۔

ثم قال وفی ایام ملک الروم المسمی بأوالس وکان علی دین النصرانیۃ استیقظ اصحاب الکھف من رقدتھم فبعثوا کما فی القرآن المجید احدھم بورقھم الی المدینۃ وکانوا من اھل المدینۃ افسیس من ارض الروم اھ وفی البدایۃ ویقال اسم القریۃ دفسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے نیجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ نیند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسہ یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کہف بعد میں وفات پاگئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادۃ وغزا ابن عباس رضی اللہ عنھما مع حبیب بن مسلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذھبت عظامھم منذ اکثر من ثلثمائۃ سنۃ اھ وقال اللہ تعالی ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین و ازدادوا تسعًا قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ وفی البدایۃ یقال انھم استمروا راقدین ویقال بل ماتوا بعد ذلک اھ۔

اصحاب کہف کی صحیح تعداد نصوص قطعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا نواں ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسلمینا۔ محسلمینا۔ یملیخا۔ مرطوس۔ کسوطونس۔ بیرونس۔ رسمونس۔ بطونس۔ قالوس۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطمیر لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۳ ان اصحاب الکھف کما قیل من ابناء الملوک او قیل من ابناء الاکابر واتفق اجتماعھم فی یوم عید لقومھم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلۃ ھذا الکھف فقال کثیر ھو بارض ایلۃ وقیل بارض نینوی وقیل بالبلقاء وقیل ببلاد الروم وھو اشبہ وقال شعیب الجبائی اسم کلبھم حمران واسم کھفھم حیزم واما الرقیم فعن ابن عباسؓ انہ قال لا ادری ما المراد منہ وقیل ھو الکتاب المرقوم فیہ اسماؤھم وما جری لھم من بعدھم وقیل ھو اسم الجبل الذی فیہ کھفھم وقال ابن عباس واسمہ بناجلوس وقیل ھو اسم واد عند کھفھم وقیل اسم قریۃ ھنالک ھذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار وبکاء الطفل یوضع

تحت رأسه فی المهد والحرث یکتب علی القرطاس ویرفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع والمضرسان وللحمی المثلثة والصداع والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین یشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذھا الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل واللہ اعلم انتھی۔

وفی قطب الارشاد ص۴۶۳ ولدفع الفارۃ من الزرع یکتب اسماء اصحاب الکھف فی اربع قطعات قرطاس ثم توضع فی اربع جرات صغیرۃ من الخذف ثم تدفن تلک الجرات فی اربع ارکان الزرع تفر منہ الفارۃ باذن اللہ تعالیٰ اھ۔ ویکتبھا بعض العلماء للحجۃ ولدفع عقم المرأۃ ولدفع العین وعن بعض السلف ان کتب اسماء اصحاب الکھف علی ناحیۃ السفینۃ امان من الغرق ثم ذکر اسماء اصحاب الکھف وھی یملیخا۔ مکسلمینا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ کشیفطیونس۔ تبیونس۔ قطمیر وھو اسم کلبھم۔ وفی اسمائھم اختلاف کثیر۔

اصحاب کہف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱۵ ص ۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۷، قطب الارشاد ص ۴۶۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰ تفسیر القرطبی ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقیم الذی فیہ الکھف علی فرسخ من عمان او قریۃ صغیرۃ بالقرب من البحر المیت او انھا البتراء اھ بتراء ایک جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پہاڑی غار) میں بعض کتبات وخطوط کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مرگئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ لیکن جب ان خطوط وکتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب کہف سے قبل مقام جرش سے آرہی تھی اور شق بتراء میں مرگئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوباتِ قدیمہ ستار کی نامی شخص نے پڑھا۔

دائرۂ آثار مملکت اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف ایک چھوٹے سے شہر رجیب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف کرکے رجیب مستعمل ہوا۔ اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۴۴۰ء – ۴۵۰ء ہے۔ یہ قیصر تیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال فی المفصل ج ۳ ص ۷۳ وذھب من رأی ان کھف الرجیب ھو کھف اصحاب الکھف الی ان دخول الفتیۃ الکھف کان فی ایام الطاغیۃ تراجان ۹۱ – ۱۱۷ء المشھور فاتح الکورۃ العربیۃ ومؤسسھا والآمر بانشاء الممر الحربی المعروف باسم طریق تراجان وبانی مدینۃ ایلۃ الرومانیۃ وصاحب

الملعب الرومانی والآثار العدیدة للمبانی التی اقامها بعمان وبعدن اخری من الاردن وقد کان شدیدًا عاتیًا قاسیًا علی النصاری عدّهم خونة مرقة خارجون علی الدولة والقانون لذلك اصدرہ ۱۱۲ء بقتل کل نصرانی لایخلص للقیصر والدولة فتکتم منه النصاری ومن جملة من تکتم وانزوی اصحاب الکهف اھ۔

امر سادس عمرو بن لحی بھی اسی زمانۂ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولی اور عرب جاہلیت کا بادشاہ تھا۔ قبیلۂ خزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیتِ بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جرہم کے پاس رہی۔ پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائلِ یمن میں سے ایک قبیلہ تھا خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولی ہوا وہ ربیعۃ بن حارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لحی کہا جاتا تھا۔ کما فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لحی کے بعد عمرو بن لحی سربراہ و متولی بنا۔ عمرو بن لحی نے بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہورِ اسلام سے پانچ چھ سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریبًا پانچ سو سال تک بیت اللہ شریف کا متولی رہا۔ کما فی تاریخ مکہ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لحی جاہلیت میں بڑا معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا لوگ اُسے بلا چون وچرا تسلیم کر لیتے تھے۔

علامہ سہیلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لحی حین غلبت خزاعة علی البیت ونفت جُرهم عن مکة قد جعلته العرب ربًّا لا یبتدع لهم بدعة الا اتخذ وها شرعة لانه کان یطعم الناس ویکسو فی الموسم فربما نحر فی الموسم عشرة آلاف بدنة وکسا عشرة آلاف حُلّة حتی قیل انه اللاتّ الذی یلتُّ السویق للحجیج علی صخرة معروفة تُسمّی صخرة اللّات ویقال دام امرہ و امر ولدہ علی هذا بمکة ثلاثمائة سنة فلما هلك سُمّیت تلك الصخرة اللّات مخففة التاء واتخذ صنمًا یُعبد انتهی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لحی بلغ بمکة وفی العرب من الشرف مالم یبلغ عربیّ قبله ولا بعدہ فی الجاهلیة وهو الذی قسّم بین العرب فی حطمة حطمها عشرة آلاف ناقة و قد کان فقأ اعین عشرین فحلًا وکان الرجل فی الجاهلیة اذا ملك الف ناقة فقأ عین فحل ابله فکان قد فقأ اعین عشرین فحلًا وکان اول من اطعم الحاجّ بمکة سدایف الابل ولحمانها علی الثرید وعمّ فی تلك السنة جمیع حاجّ العرب بثلاثة اثواب من برود الیمن وکان قد ذهب شرفه فی العرب کل مذهب وکان قوله فیهم دینًا متبعًا لا یخالف اھ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لحی کا نام حارثہ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مورخین کے نزدیک لحی نام ہے ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا۔ کما ذکرنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا متولی عمرو بن لحی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے میں پہلا متولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعہ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد کانت ولایۃ البیت فی خزاعۃ ثلاث مائۃ سنۃ ثم اخذ الولایۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واٰخر من ولی البیت من خزاعۃ حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو عامر وقال ایضاً ان عمرو بن لحی قد عمّر فمات ولہ من الولد وولد الولد الف انتہی بتصرف۔

عمرو بن لحی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تلبیہ جو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بلقاء میں مقام مآب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لہم عمرو بن لحی ماھذہ الاصنام؟ قالوا لہ ھذہ اصنام نعبدھا فنستمطرھا فتمطرنا و نستنصرھا فتنصرنا فقال لہم الا تعطونی منہا صنماً فاسیر بہ الی ارض العرب فیعبدونہ فاعطوہ صنماً یقال لہ ھبل فقدم بہ مکۃ فنصبہ وامر الناس بعبادتہ وتعظیمہ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص۱۸۸۔

وقال الازرقی وھو الذی بحّر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء بھبل من ھیت من ارض الجزیرۃ فنصبہ فی بطن الکعبۃ فکانت العرب وقریش تستقسم عندہ بالازلام وھو اول من غیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ انتہیٰ۔

علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں وکانت التلبیۃ من عھد ابراھیم علیہ السلام لبیک لاشریک لک لبیک حتی کان عمرو بن لحی فبینما ھو یلبی تمثل لہ الشیطان فی صورۃ شیخ یلبی معہ فقال عمرو لبیک لاشریک لک فقال الشیخ الا شریکا ھو لک فانکر ذلک عمرو وقال ماھذا؟ فقال الشیخ قل تملکہ وماملک فانہ لا بأس بھذا فقالہا عمرو فدانت بہا العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تلبیہ پڑھتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک۔ پس توحید بالتلبیہ میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ای مایوحّد ونبی لمعرفۃ حقی الا جعلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرۃ ابن ھشام۔

وفی صحیح البخاریؒ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ان اول من سیّب السوائب وعبد الاصنام ابو خزاعۃ عمرو بن عامر وانی رأیتہ یجر امعائہ فی النار۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قُصبہ فی النار وھو اول من سیّب السوائب۔

وقال محمد اسحٰق عن ابی ھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی یااکثم رأیت عمرو بن لحی یجر قُصبہ فی النار فلم ارایت رجلاً اشبہ برجل منک بہ ولا بک منہ فقال اکثم عسی اَن یضرّنی شبھہ یارسول اللہ قال لا انک مؤمن وھو کافرٌ انہ کان اول مَن غیّر دین اسمٰعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحر البحیرۃ وسیّب السائبۃ ووصّل الوصیلۃ وحمی الحامی قال اللہ تعالی ماجعل اللہ من بحیرۃ ولاسائبۃ ولاوصیلۃ ولاحامٍ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون۔

وعن سعید بن المسیب قال البحیرۃ التی یمنع درّھا للطواغیت فلایحلبھا احد من الناس و السائبۃ التی کانوا یسیّبونھا لاٰلھتھم لایحمل علیھا شئ وفی سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص۹۶ قال ابن اسحٰق اما البحیرۃ فھی بنت السائبۃ والسائبۃ الناقۃ اذا تابعت بین عشر اناث لیس بینھن ذکر سیبت فلم یرکب ظھرھا ولم یجز وبرھا ولم یشرب لبنھا الاضیف فما نتجت بعد ذلک من انثی شقت اذنھا ثم خلی سبیلھا مع امھا فلم یرکب ظھرھا ولم یجز وبرھا ولم یشرب لبنھا الاضیف کما فعل بامھا فھی البحیرۃ بنت السائبۃ والوصیلۃ الشاۃ اذا اَمت عشر اناث متتابعات فی خمسۃ ابطن لیس بینھن ذکر جعلت وصیلۃ قالوا قد وصلت فکان ما ولدت بعد ذلک للذکور منھم دون اناثھم الا ان یموت منھا شئ فیشترکوا فی اکلہ ذکورھم واناثھم والحام الفحل اذا نتج لہ عشر اناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی ظھرہ فلم یرکب ولم یجز وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لاینتفع منہ بغیر ذلک۔ اھ۔ وللمفسرین فی تفسیرھا اقوال۔ ھذا تمت رسالۃ النظرۃ فی الفترۃ۔ وللہ الحمد علمہ اتم۔

فِلَسطِین ۔ آیت وقلنا یاٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ فِلسطین بکسر فاء وفتح لام وسکونِ سین ہے۔ نسبت فَلَسطی ہے۔ اس کے اعراب میں نحاۃ کے دو مذہب ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ غیر منصرف ہے اور یاء لازم ہے ہرحال میں۔ تقول ھذہٖ فلسطینُ ورأیت فلسطینَ ومررت بفلسطینَ بغیر تنوین۔ دوّم یہ کہ وہ بمنزلہ جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثلِ جمع تقول ھذہٖ فَلسطونَ ورأیتُ فلسطینَ و مررتُ بفلسطینَ بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازھری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیشِ نظر ملکِ شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف ۔ قیساریہ ۔ نابلس ۔ اریحا ۔ عمّان اس کے مشہور شہر ہیں ۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے ۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا ۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے ۔ اور بروایت ہشام بن محمد فلیشین بن کسلوخیم من بنی یافث بن نوح علیہ السلام سے مسمّٰی ہے ۔ کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم ۔ بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اسم کو منسوب ہے ۔

ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدّسۃ التی کتب اللہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التی بارکنا فیہا للعالمین میں ارض سے ارضِ فلسطین مراد ہے ۔ کذا فی المعجم ۔

الفُرات بضم الفاء تجری من تحتہا الانہار کی شرح میں مذکور ہے ۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے ۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے ۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تفاول اس کا نام فرات رکھا گیا ۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ ھذا عذبٌ فرات و ھذا ملح اجاج ۔ اور فرات کا مقابل ماء ملح ہے یقال فرت الماء فروتۃً اذا عذب فھو فُرات ۔ دریائے فرات کا منبع ومخرج جبالِ ارمینیہ ہے ۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزید کئی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جاملتی ہیں ۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جاملتا ہے ۔ فرات شہر وقلعہ منبج شہر بالس ۔ شہر رقہ ۔ شہر عانہ شہر ہیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط وبصرہ کے مابین جانکلتا ہے ۔

مقام صِفّین جہاں پر معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے ۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے ۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ قال المسعودی فی مروج الذہب ج ۱ ص ۱۰۳ ، فیکون مقدار جریانہ علی وجہ الارض نحواً من خمسمائۃ فرسخ وقد قیل اکثر من ھذا آگے جاکر فرات خلیج فارس میں گرجاتا ہے ۔ وفی دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۵ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومترا ویصب عند مدینۃ عبادان علی الخلیج الفارسی اھ ۔ وفی معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۲ ثم یصب فی بحر الھند اھ ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں روی ان اربعۃ انہار من الجنّۃ النیل والفرات و سیحون وجیحون وروی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال یا اھل الکوفۃ ان نھرکم ھذا یصب الیہ میزابان من الجنۃ وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انہار الجنۃ ولولا ما یخالطہ من الاذیٰ ما تداوی بہ مریض الا ابرأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ ملکا یذود عنہ الادواء ۔ وروی ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد ثم حمد اللہ وقال نھرٌ ما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکۃ لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما اغتمس فیہ ذو عاھۃ الا برأ ومما یروی عن السدی واللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفراتُ فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رمانۃً قطعت الجسر من عظمہا فأخذت فکان فیہا کرحبٍ فامر المسلمین ان یقتسموھا بینھم وکانوا یرونہا

من الجنة۔ وھذا باطل لان فواکہ الجنۃ لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لاشک فی بطلان ھذا و بعض ما ذکر من قبل نعم خبر اربعۃ انہار من الجنۃ مروی فی الاحادیث الصحیحۃ والحسنۃ۔ وقد فصلناہ فی بیان النیل من ھذا الکتاب فراجعہ۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیھن الحج فلا رفث الآیۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولادِ نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مورخین کے نزدیک فہر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا۔ پس اولادِ فہر قریشی ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قولِ اول مختار ہے۔ واختارہ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قولِ ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ وروض الانف ج ۱ ص ۷۰۔ فہر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجوہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقرش وھو التجمع بعد التفرق وذلک فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۲ وفیہ نظر اذ قریش لیس لقب قصی بل کان ھذا الاسم قبل قصی قال العلامۃ السھیلی فی روض الانف ج ۱ ص ۷ بعد ذکرہ ھذا القول والدلیل علی اضطراب ھذا القول ان قریشا لم یجتمعوا حتی جمعھم قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقرش وھو التکسب والتجارۃ قال الجوھری القرش الکسب والجمع قال الفراء وبہ سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمی النضر قریشا لانہ کان یقرش ای یفتش عن حاجۃ الناس فیسدھا والتقریش ھو التفتیش وکان بنوہ یقرشون اھل موسم الحج عن الحاجۃ فیرفدونھم بما یبلغھم بلادھم۔

(۴) وفی روض الانف ج ۱ ص ۷ ان قریشا تصغیر القرش وھو حوت فی البحر یاکل حیتان البحر یسمی بہ ابو القبیلۃ اھ۔ روی البیھقی ان معاویۃ رضی اللہ عنہ قال لابن عباس لم سمیت قریش قریشا فقال لدابۃ تکون فی البحر تکون اعظم دوابہ قال فانشد فی ذلک شیئا فانشدہ شعر الجمحی

اذیقول ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر — بھا سُمّیت قریش قریشًا
تأکل الغث و السمین ولا — تترکنّ لذی الجناحین ریشًا
ھکذا فی البلاد حیُّ قریش — یأکلون البلاد اکلاً کمیشًا

(۵) وقیل سُمُّوا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانۃ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارۃ فکانت العربُ تقول قد جاءت عیرقریش قالوا و بدر بن قریش ھو الذی حفر البئرالمنسوبۃ الیہ التی کانت عندھا الوقعۃ العُظمیٰ و فی صحیح مسلم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل و اصطفی قریشًا من کنانۃ و اصطفی ھاشما من قریش و اصطفانی من بنی ھاشم ۔ ایک اور حدیث شریف ہے الائمۃ من قریش۔ احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے ۔

قحطان ۔خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے۔ قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل یمن قحطان کی اولاد ہیں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں۔ قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں۔ اولادِ قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ اس کے سلسلۂ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حسب قولِ بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ وسیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۔ ومروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ ونہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ والاخبار الطوال ص ۹ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکلیل ج ۱ ص ۸۷ وتاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ وابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک۔

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فھو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دیکھو تورات التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا۔ نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹۔ یہ دونوں سلسلۂ نسب تقریبًا ایک معلوم ہوتے ہیں۔

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہٰذا وہ یوں سلسلۂ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ لیکن بعض مؤرخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ بقول بعض علماء قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳۔ بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ففی انسان العیون للحلبی ج ۱ مثلاً وقحطان اوّل من قیل لہ ابیت اللعن واول من قیل لہ انعم صباحًا ویعرب بن قحطان

قیل لہ ایمن لان ھوداً نبی اللہ تعالی قال لہ انت ایمن ولدی وسمی الیمن یمناً بنزولہ فیہ اھ وھذا یدل علی ان قحطان ھو ھود علیہ السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔ فھو قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

وقد احتج لکون قحطان من ولد اسماعیل علیہ السلام بقول نبینا علیہ السلام ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیاً قال ھذا القول لقوم من اسلم بن افصی واسلم اخو خزاعۃ وھم بنو حارثۃ بن ثعلبۃ ابن عمرو بن عامر وابناء عمرو بن عامر من سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان انتہی بتصرف ما فی الروض الانف ج ا ص۱۳ اور اہل سبا اہل یمن ہیں یعنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولادِ اسمٰعیلؑ ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن ھشام فی سیرتہ فالعرب کلھا من اسمٰعیل علیہ السلام وقحطان (ای کل العرب اما من اسماعیل واما من قحطان فھم نوعان بعضھم من اسماعیل وبعضھم من قحطان) وبعض اھل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعیل ویقول اسمٰعیل علیہ السلام ابو العرب کلھا اھ ج ا ص۱۳۔

وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص۵۲۳ عند ذکر التبابعۃ ملوک الیمن وھم بنو حمیر کانوا بالیمن ولم یکونوا یسمّون منھم الملک بتبع حتی یملک الیمن واوّل من ملک منھم قحطان بن عابر بن صالح وھو اول من لبس التاج سنۃ ۲۰۳۰ قبل المیلاد ولما مات تولّی بعدہ ابنہ یعرب بن قحطان وھو من کبار ملوک العرب یقال انہ اوّل من حیّاہ ولدہ بقولھم ابیت اللعن وانعم صباحاً ثم ملک بعدہ ابنہ یشجب بن یعرب اھ۔

قریظہ۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا۔ مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قینقاع وبنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد وہ ۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگِ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوۂ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ ذو قعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قزح ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قزح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا فضا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگا رنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قزح نظر آتی تھی (عن جبیر بن الحویرث قال رأیتُ ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی قزح وھو یقول ایھا الناس أصبحوا ثم دفع وانی لانظرُ الی فخذہ وقد انکشف مما یخرش بعیرہ بمحجنہ۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے چار نام ہیں مزدلفہ وجمع وقُزح ومشعر حرام۔ قال البیضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (ھو) جبل یقف علیہ الامام ویسمّٰی قُزح اھ۔

الکوفۃ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے اس کے علاوہ متکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارض بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی بحکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر ۱۷ھ کو ہوئی وقیل ۱۹ھ وقیل ۱۸ھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ افواج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضی اللہ عنہ الیہ ان العرب لا یُصلِحھا من البلدان الا ما اَصلحَ الشاۃَ والبعیر فلا تجعل بینی وبینھم بحرًا وعلیک بالریف اھ۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بسانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اولاً جھونپڑیوں اور چھپروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاونی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلک لاجتماع الناس بھا من قولھم قد تکوّف الرملُ ای اجتمع ورکب بعضُہ بعضًا۔ (۲) قیل اُخذت من الکوفان یقال ھم فی کوفان ای فی بلاءٍ وشر۔ (۳) او سمیت بذلک لانھا قطعۃٌ من البلادِ من قول العرب قد اَعطیتُ فلانا کیفۃً ای قطعۃً ثم انقلبت الیاء فی الکوفۃ واوًا لانضمام ما قبلھا۔

(۴) قال قطرب سمیت بموضعھا من الارضِ وذلک ان کل رملۃٍ یُخالِطُھا حصباء تُسمّٰی کوفۃً۔ (۶) او لان جبل ساتید ما یحیط بھا کالکفاف علیھا (۷) قال ابن الکلبی سمیت بجبل صغیرٍ فی وسطھا اسمہ کوفان۔ (۸) وقال ابن القاسم سمیت الکوفۃ لاستدارتھا اخذًا من قول العرب رأیتُ کُوفانًا وکوفانًا للرُّمیلۃ المستدیرۃ۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں دائمًا مفاخرہ ومناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو اور بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشراف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی مدح میں کہا الکوفۃ سفلت عن الشام ووبائھا وارتفعت عن البصرۃ وحرّھا فھی برّیۃ مریئۃ مریعۃ اذا اتتنا الشمال ذھبت مسیرۃ شھرٍ علی مثل رضراض الکافور۔ واذا ھبّت الجنوب جاءتنا ریح السواد وورده ویاسمینه واترنجه ماؤنا عذبٌ وعیشنا خصبٌ فقال فی جوابه عبدالملک بن الاھتم نحن واللہ اوسع منھم بریۃ واعدّ منھم فی السریۃ واکثر منھم ذریۃ واعظم منھم نفراً ولا یخرج من عندنا الا سائقٌ اوقائدٌ۔

فقال الحجاج ان لی بالبلدین خبرًا فقال ھات۔ فقال اما البصرۃ فعجوز شمطاء بخراء دفراء اُوتیت من کل حلیّ واما الکوفۃ فبکرٌ عاطلٌ عیطاء لاحلیّ لھا ولا زینۃ۔

فقال عبدالملک ما اراک الا قد فضّلت الکوفۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفۃ کنز الایمان وجمۃ الاسلام وسیف اللہ ورمحه یضعه حیث شاء والذی نفسی بیده لینصرن اللہ باھلھا فی شرق الارض وغربھا کما انتصر بالحجاز۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اھل الکوفۃ اھل اللہ و ھی قبّۃ الاسلام یحنّ الیھا کل مومن۔ کذا فی المعجم ج۴ ص۲۹۳۔

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وفار التنّور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر و حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المناسک عن اھل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اھل المدینۃ وخذوا الحلال والحرام عن اھل الکوفۃ۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ نحاۃ و علماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرتُ من البصرۃ الی الکوفۃ اس مقولہ کی وجہ استعمال و وجہ تقدم ذکر بصرہ و تاخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق و لطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول و حاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فراجعھا تری لطائف خلت عنھا الاسفار۔

کرمان۔ وقلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ کرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے۔ یہ فارس و مکران و سجستان و خراسان کے مابین ہے۔ کرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرمان فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص سمندر پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے ابن عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزد جرد شہنشاہ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزد جرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ

بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلہ صلاۃ ہے اور یہ عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینش ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر یہیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غُثاءً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باربعین سنۃً ومنھا دُحِیتِ الارضُ وعن مجاھد یقول خلقَ اللہ عز وجلّ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارضین وعن عطاء عن ابن عباسؓ انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالیٰ ریحاً ھفافۃً فصفقتِ الماء فابرزت عن خشفۃٍ (الخشفۃ حجارۃ تنبت فی الارض نباتاً) فی موضع ھذا البیت کانھا قُبّۃ فدحا اللہ الارضین من تحتھا فمادت ثم مادت فاوتدھا اللہ تعالیٰ بالجبال فکان اوّل جبلٍ وُضِع فیھا ابو قبیس فلذلک سمیت مکۃ اُمَّ القریٰ۔ وعن مجاھد قال لقد خلق اللہ عز وجل موضعَ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعدہ لفی الارض السابعۃ السفلیٰ۔ ذکر ھذہ الآثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدھ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا البیت خامس خمسۃ عشر بیتاً سبعۃ منھا فی السماء الی العرش وسبعۃ منھا الی تخوم الارض السفلیٰ

لکل بیت منہا حرم لحرم ھذا البیت ۔ ذکرہ الازرقی ۔ آسمانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماء سادسہ میں ہے ۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیتاً فی السماء یقال لہ ضراح بحیال الکعبۃ ید خلہ کل یوم سبعون الف ملک من الملائکۃ ما دخلوہ قط قبلہا ۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک مجوّف سرخ جنتی یاقوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا ۔ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھالیا اور حجر اسود کو جبل ابوقبیس میں بطور امانت رکھا ۔ فروی ابن جریج کان بمکۃ البیت المعمور فرفع زمان الغرق فھو فی السماء ۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بحکم خدا یہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی ۔ کما ھو المذکور فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آرہا ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعدہٗ شیث ابن آدم نے تعمیر کی کما سیاتی بیانہ ۔

ثالث[۳] کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے ۔ ملوکِ فارس کسریٰ وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے ۔ چنانچہ غزالین کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مُورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں ۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بیت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے ۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے ۔

رابع[۴] مورخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپؐ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے ۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح مکۃ فی الجب الذی کان فیہ سبعین الف اوقیۃ من الذھب مما کان الملوک یھدون للبیت فیھا الف الف دینار

مرتین بمائتی قنطار زنًا. وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ لواستعنت بھذا المال علی حربك فلم یفعل ثم ذکر لابی بکر فلم یحرکہ. قالہ الازرقی. وفی البخاری بسندہ الی وائل قال جلست الی شیبۃ بن عثمان وقال جلس الی عمر بن الخطاب فقال ھممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الا قسمتھا بین المسلمین قلتُ ما انتَ بفاعل قال ولم؟ قلتُ لم یفعلہ صاحباك فقال ھما اللذان یقتدی بھما او خرجہ ابوداؤد وابن ماجہ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلك المال الی ان کان فتنۃُ الافطس وھوالحسن بن الحسین ابن علی بن علی زین العابدین سنۃ تسع وتسعین ومائۃ حین غلب علی مکۃ عمد الی الکعبۃ فاخذ ما فی خزانتھا وقال ما تصنع الکعبۃ بھذا المال موضوعًا فیھا لا ینتفع بھا نحن احق بہ نستعین بہ علی حربنا واخرجہ وتصرف فیہ وبطلت الذخیرۃ من الکعبۃ من یومئذ. کذا فی تاریخ ابن خلدون وغیرہ۔

خامسؔ۔ بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل اور بعض دیگر مورخین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویلِ قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا یا محمد ما ولاك عن قبلتك التی کنت علیھا وانت تزعم انك علی ملۃ ابراھیم ودینہ وفی روایۃ انھم قالوا للمسلمین ما صرفکم عن قبلۃ موسٰی ویعقوب وقبلۃ الانبیاء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فروی عن الزھری انہ قال لم یبعث اللہ منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض نبیًا الا جعل قبلتہ صخرۃ بیت المقدس۔ *بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک رہے۔*

لیکن محقق وصحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیۃ کانت الکعبۃ قبلۃ الانبیاء وکان موسٰی علیہ السلام یصلی الی صخرۃ بیت المقدس وھی بینہ وبین الکعبۃ۔

وذکر بعض العلماء ان ذلك مما کتمہ الیھود لان الیھود لم یجد کون الصخرۃ قبلۃ فی التوراۃ وانما کان تابوت السکینۃ علی الصخرۃ فلما غضب اللہ علی بنی اسرائیل رفع وصلوا الی الصخرۃ بمشاورۃ منھم وادعوا انھا قبلۃ الانبیاء۔

بنابریں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صخرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صخرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامۃ علی الحلبی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحویل قبلہ پہلا نسخ ہے جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبی نبیاً قط فی قبلۃ الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فھو مخالف لغیرہ من الانبیاء فی ذلک وھذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادس کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختار کل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون

نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہو سکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردش کواکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہو جائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذو السویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض منجمین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہون منت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمین کا اتفاق ہے کہ کوکب زحل بدبخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشأم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجمین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذھب قوم الی ان البیت الحرام علی مرور الدھور معظم فی سائر الاعصار لانہ بیت زحل وان زحل تولاہ ولان زحل من شانہ البقاء والثبوت فما کان لزحل فغیر زائل ولا داثر وعن التعظیم غیر حامل۔ انتہی۔

سابع۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور پھر کشتی نے بیت اللہ شریف کا بحکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے۔ یہ ان کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن و اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ کذا فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ا ص ۱۷۔

ثامن: قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کرتے ہیں:۔

اول بناء ملائکہ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اثر علی بن الحسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالی بعث ملائکۃ فقال لہم ابنوا لی بیتاً فی الارض بمثالہ وقدرہ ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقہ ان یطوفوا بھذا البیت۔ حلبی ج ا ص ۱۴۸۔

دوم بناء آدم علیہ السلام۔ بناہ ادم من خمسۃ اجبل من حراء وطور سیناء وطور زیتا والجودی ولبنان۔ کذا فی الازرقی۔ روی البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً بعث اللہ جبریل الی ادم وحواء فامرھما ببناء الکعبۃ فبناہ ادم ثم امرہ بالطواف بہ وقیل لہ انت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس۔

سوم بناء شیث بن آدم علیہما السلام۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے۔

چہارم بناء ابراہیم علیہ السلام وفی الروض الانف ج ا ص ۱۲۹ فی آثار مرویۃ ان ابراھیم بناہ من خمسۃ اجبل وان الملائکۃ کانت تأتیہ بالحجارۃ منہا وھی طور سیناء وطور زیتا اللذین بالشام والجودی ولبنان وحراء وھما فی الحرم فشاکل ذلک معناہا اذ ھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اھ۔ وفی تاریخ مکۃ ج ا ص ۲۶ فبناہ من خمسۃ اجبل من حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر اھ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کواڑ نہیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے تبع یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنادی تھی۔ قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۲۸ ولم یکن ابراہیم سقف الکعبۃ ولا بناھا بمدر وانما رضمھا رضما اھ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص۴۶۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کرلی تو اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا یا اسمٰعیل ابغنی حجرا اضعہ ھھنا یکون للناس علما یبتدئون منہ الطواف فذھب اسمٰعیل یطلب لہ حجرا ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وکان اللہ عزوجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی یبنی بیتی فاخرجہ لہ فجاءہ اسمٰعیل فقال لہ یا ابہ من این لک ھذا؟ قال جاءنی بہ من لم یکلنی الی حجرک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فی مکانہ وھو حینئذ یتلألأ تلألؤا من شدۃ بیاضہ فاضاء نورہ شرقا وغربا ویمنا وشاما فکان نورہ یضئ الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشعبی لما امر ابراہیم علیہ السلام ان یبنی البیت وانتھی الی موضع الحجر قال لاسمٰعیل ائتنی بحجر لیکون علما للناس یبتدئون منہ الطواف فاتاہ بحجر فلم یرضہ فاتی ابراہیم بھذا الحجر۔ وعن عبداللہ ابن عمرو ان جبریل ھو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنۃ وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن تزالوا بخیر مادام بین ظھرانیکم فتمسکوا بہ ما استطعتم فانہ یوشک ان یجئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عزوجل یا آدم انی مھبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویصلی عندہ کما یصلی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بوأ لابراہیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبل حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والجودی وحراء وذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سمیت الکعبۃ لانھا علی خلقۃ الکعب قال وکذلک بنیان اساس آدم علیہ السلام اھ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینش ارض کے وقت پانی سے بلند تھا اور ٹیلے یا ٹیلے کی طرح اونچا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلا دی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون ج ا ص ۱۵۴ جعل ابراهیم ارتفاع البیت تسعة اذرع قیل وعرضه ثلاثین ذراعاً قال البعض وهو خلاف المعروف ولم یجعل له سقفاً ولابناه بمدر وانما رصه رصاً وجعل له باباً ای منفذاً لاصقاً بالارض غیر مرتفع عنها ولم ینصب علیه باباً یقفل وانما جعله تبع الحمیری بعد ذلک و حفر له بئراً داخله عند بابه علی یمین الداخل منه یلقی فیها ما یهدی الیه وکان یقال لها خزانة الکعبة۔

پنجم بناء عمالقہ۔ بعض آثار وکتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کرکے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انھیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کریں اور زائرین وحجاج کی عزت وخدمت کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ان پر بھی جاری ہوسکتا ہے۔

عن ابن خیثم قال کان بمکة حیّ یقال لهم العمالیق فاحدثوا فیها احداثاً فجعل الله یقوّمهم بالغیث ویسوقهم بالسنة ای القحط یضع الغیث امامهم فیذهبون لیرجعوا فلا یجدون شیئاً فیتبعون الغیث حتی الحقهم بمساقط رؤس آبائهم وکانوا من حمیر ای اهل الیمن ثم بعث الله علیهم الطوفان قال الراوی فقلتُ لابن خیثم وما الطوفان ؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضی الله عنهما انه کان بمکة حیّ یقال لهم العمالیق فکانوا فی عزة وکثرة وثروة وکانت لهم اموال کثیرة من خیل وابل وماشیة فلم یزل بهم البغی والاسراف علی انفسهم والالحاد بظلم واظهار المعاصی ولم یقبلوا اماماً وتوابشکر حتی سلبهم الله تعالیٰ ذلک فنقصهم بحبس المطر عنهم وتسلیط الجدب علیهم فکانوا یکرون بمکة الظل ویبیعون الماء فاخرجهم الله من مکة بالذرّ سلطه علیهم حتی خرجوا من الحرم وکانوا توماً عرباً من حمیر فابدل الله تعالیٰ الحرم بعدهم بجرهم فکانوا سکانه حتی بغوا فیه واستخفوا بحقه فاهلکهم الله جمیعاً۔ قوم عمالقہ کا بیان تفصیلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فراجعہ۔

بناء عمالقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام وہاجرہ کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جُرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمٰعیل کے بعد جرہم متولی ہوئے تو جرہم سے قبل عمالقہ کیسے متولی وبانی ہوسکتے ہیں۔ بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ عمالقہ نے بناء جرہم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاقِ اصحابِ تاریخ جرہم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقہ جرہم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل ثروت تھے تو عمالقہ نے تولیتِ جرہم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرہم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیرِ

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی۔
راجع تاریخ مکۃ للفاکہی والمقریزی والسیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بناء جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد (کما قیل) یا نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد (کما قالوا) قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنا دی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بناء قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بناء قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اول یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف جل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو عود کی خوشبو پہنچانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ لگ گئی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں کمزور ہو گئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چندہ جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندرگاہ میں ایک جہاز خراب ہو گیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر نجار و بنّا تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وکان رومیًا وکان فی سفینۃ حبستہا الریح فخرجت الیہا قریش فاخذ واخشبہا وقالوا لہ ابنہا علی بنیان الکنائس وان باقوم الروم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یدع وارثا فدفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسہیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہا۔ وقال ابن اسحٰق وکان بمکۃ قبطی یعرف نجر الخشب وتسویتہ فوافقہم علی ان یعمل لہم سقف البیت ویساعدہ باقوم الرومی اھ۔ فالقبطی ہو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدہا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرا کر لے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرین کو کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض حجون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کدھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابہ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تخریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کہتا جاتا تھا اللھم لم ترع لا نرید الا الخیر۔ پھر رکنین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوہان کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے۔ بعض نے ان پتھروں میں کدال ڈال کر ہلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارتِ بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار بنانے میں مصروف ہوگیا۔ تعظیمِ کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر پتھر لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اوّل امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہٰذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ اے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہبند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپؐ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امر ثانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زمانہ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خوں ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفۃ بن المغیرہ جوان میں معمر تھا (یہ ام سلمہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خونریزی کے لیے تعمیر نہیں کرنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا کہ ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (وفی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وهو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اوّل شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے هذا الامین رضینا هذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا دکان کساء ابیض من متاع الشام پھر چار ولی پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عتبۃ بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفۃ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابو زمعۃ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳۔

امر ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذو بکۃ خلقتها یوم خلقتُ السمٰوات والارض و صوّرتُ الشمس والقمر وحففتها بسبعة أملاك حُنفاء لایزول أخشبا ها (ای جبلاها وهما ابو قبیس وهو جبل مشرف علی الصفا وقیعقعان وهو جبل مشرف علی مکۃ وجهه الی ابی قبیس) یبارك لأهلها فی الماء واللبن۔

مقام ابراہیم کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یأتیها رزقها من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیرا یحصد غبطة ومن یزرع شرّا یحصد ندامة تعملون السیئات

وتجزون الحسنات ؟ اجل کما یجنی من الشوك العنب ۔

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاوّل ۔ انا اللہ ذو بکّۃ صنعتُها یوم صنعتُ الشمس والقمر الی آخر ما تقدم ذکرہ و فی الثانی انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الرحم وشَقَقتُ لھا اسمًا من اسمی فمن وَصَلھا وصلتُه ومن قطعھا بَتَتُّه و فی الثالث انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الخیرَ والشرَّ فطوبیٰ لمن کان الخیر علی یدیہ وویل لمن کان الشرُّ علی یدیہ ۔

ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذو بکّۃ مُفقِرُ الزُّناۃ ومُعرِی تارِك الصلاۃ اُرخِصُھا والاقوات فارغۃ واُغلیھا والاقوات مَلاٰنۃ ۔ وفی الاصابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انھم وجدوا کتابًا باسفل المقام فدعت قریش رجلاً من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموہ لقتلتمونی قال وظنَنّا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ سلم فکتمناہ ۔

بنارِ قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں ۔

اوّل ، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی ۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے ۔ قریش نے چھت چھ ستونوں پر قائم کی تھی ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم ۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ ثم بناہ قصی جدّہ صلی اللہ علیہ سلم وسَقَّفہ بخشب الدوم وجرید النخل اھ ۔

دوم ، انھوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیڑھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے ۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے ۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عھد ابراھیم وجرھم بالارض حتی بنتھا قریش قال ابو حذیفۃ بن المغیرۃ یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الا من اردتم فان جاء احد ممن تکرھون رمیتم بہ فیسقط فکان نکالاً لمن راٰہ ففعلت قریش ذلك اھ ۔

سوم ، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف ۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرہم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو ۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا ۔ بہرحال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا ۔

قال فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۱۰۰ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرًا ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعًا

على هذا الذرع ورفعوها بمدماك خشب ومدماك حجارة حتى بلغوا السقف فقال لهم باقوم الرومي اتحبون ان تجعلوا اسقفها مكبسًا اومسطحًا؟ فقالوا بل ابن بيت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحًا وجعلوا فيه ست دعائم في صفين في كل صف ثلاث دعائم وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الى اعلاها ثمانية عشر ذراعًا وكانت قبل ذلك تسعة اذرع وجعلوا ميزابها يسكب في الحجر وجعلوا درجة من خشب في بطنها في الركن الشامي يصعد منها الى ظهرها وجعلوا لها بابًا واحدًا فكان يغلق ويفتح۔ انتهى بتصرف

یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھے ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف
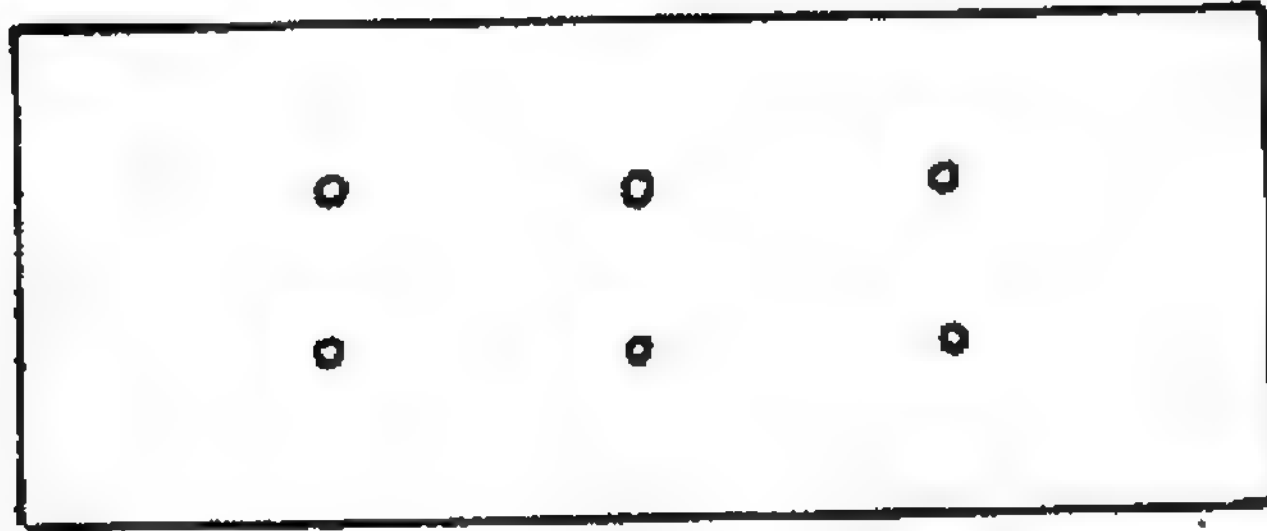
چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کم ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی ناکافی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انھوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفا کیا جسے حطیم وحجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا۔ حطیم کی برکات سے اب زائرین وحجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہٰذا اب جس کی یہ خواہش وتمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو وحسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بنا مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی یمانیین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع کمرے کے چار رکن وکنج ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں ہے۔ قال فی انسان العیون ج ا ص۱۵۹ ذکر بعضهم انه کان لبیت اللہ رکنان وهما الیمانیان ای

لم یجعل له ابراهیم علیه السلام الا الرکنین المذکورین فجعلت له قریش حین بنته اربعة ارکان اھ
ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیڑھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشیر الیه العبارة المتقدمة۔
ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پرنالا (میزاب) حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصًا کسی مظلوم کی ظالم پر بددعا اس مقام پر بہت جلد قبول ہوتی ہے۔
ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پھر تیسری صف پتھر کی۔ وہکذا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوان کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اسی لکڑی کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ بہت جلد لگ سکتی ہے۔
نہم بنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابوقبیس پر سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔
وذکر فی کتاب الشرف ان الله بعث علیهم صاعقة بعد العصر فاحرقت المنجنیق واحرقت تحته ثمانیة عشر رجلا من اهل الشام ویذکر ان النار لما اصابت الکعبة انّتْ بحیث یُسمع انینُها کأنین المریض اھ اھ وهذا من اعلام النبوة فقد جاء انذاره صلی الله علیه وسلم بتحریق الکعبة۔ اھ۔
اسی اثنا میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تجمیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کردی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی وغربی بناکر حطیم کو بھی شامل کرکے سب پر چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملادیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آیندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گراتے وقت بہت سے اہل مکہ عذابِ الٰہی نازل ہوجانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اهل مکة الی منیٰ ومنهم ابن عباس رضی الله عنهما فاقاموا بها ثلاثاً مخافة ان یصیبهم عذاب شدید بسبب هدمها۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہوگیا تھا یا دو ٹکڑے ہوجانے کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کرا دیا۔ بعدہٗ قرامطہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ علیهم ما علیهم۔

والقرامطة طائفة ملاحدة ظهروا بالکوفة سنة ۲۷۸ھ یزعمون ان لا غسل من الجنابة وحل الخمر وانه لا صوم فی السنة الا یومی النیروز والمهرجان ویزیدون فی اذانهم وان محمد بن الحنفیة رسول الله وان الحج والعمرة الی بیت المقدس وافتتن بهم جماعة من الجهال واهل البراری وقوی شوکتهم حتی انقطع الحج من بغداد بسببهم۔

وکبیرهم ابوسعید وولده ابوطاهر فبنی ابوطاهر داراً بالکوفة وسماها دار الهجرة وکثر فساده واستیلاؤه علی البلاد وقتله المسلمین وتمکنت هیبته من القلوب وکثرت اتباعه وذهب الیه جیش الخلیفة المقتدر بالله السادس عشر من خلفاء بنی العباس غیر مامرة وابوطاهر یهزمهم ثم ان المقتدر سیّر رکباً من الحجاج الی مکة فوافاهم ابوطاهر یوم الترویة فقتل الحجیج بالمسجد الحرام وفی جوف الکعبة تلاذ ربعاً والقی القتلی فی بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدبوسه فکسره ثم اقتلعه واخذه معه وقلع باب الکعبة ونزع کسوتها وشققها بین اصحابه وهدم قبة زمزم وارتحل عن مکة بعد ان اقام بها احد عشر یوماً ومعه الحجر الاسود وبقی الحجر عند القرامطة اکثر من عشرین سنة۔

ثم ان الناس الطائفین کانوا یضعون ایدیهم محل الحجر الاسود من الکعبة للتبرک ودفع الی القرامطة فی الحجر خمسون الف دینار فابوا حتی اعید فی خلافة المطیع وهو الرابع والعشرون من خلفاء بنی العباس فاعید الحجر الی موضعه وجعل له طوق فضة شد به زنته ثلاثة الاف وسبعمائة وتسعون درهماً ونصف۔

ثم بعد القرامطة فی ۴۱۳ھ قام رجل من الملاحدة وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجه الحجر من تلک الضربات وتساقطت منه شظیات مثل الاظفار فجمع بنو شیبة ذلک الفتات وعجنوه بالمسک واللک وحشوه فی تلک الشقوق۔ کذا فی کتب التاریخ۔

(۱۰) بناء حجاج۔ ابن زبیرؓ کی عمارت گرا کر حجاج نے بامر خلیفہ عبدالملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کردی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکر جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو سابقہ تعمیر قریش کے موافق بنا کعبہ کا حکم دیا وقال لسنا من تخبیط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

عبدالملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبدالملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہؓ سے نہیں سنی اور نہ عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملك له انت سمعتها تقول هذا قال نعم قال فنكت بعصاه ساعةً ثم قال انی وددتُ انی تركتُه وما تحمّل۔

ولما ولّی الخلافة ابو جعفر المنصور اراد ان یبنی الكعبة علی ما بناها ابن الزبیر وشاور الناس فی ذلك فقال له الامام مالك بن انس انشدك الله یا امیر المومنین ان لا تجعل هذا البیت ملعبة للملوك لا یشاء احد منهم ان یُغیّره الا غیّره فتذهب هیبتُه من قلوب الناس فصرفه عن رأیه فیه۔

وذكر الطبری فی مناسكه ان الذی اراد ذلك ونهاه مالك هو الرشید وذكر ذلك المقریزی ایضًا وقال ابن كثیر لما كان فی زمن المهدی بن المنصور استشار الامام مالكًا فی رد الكعبة علی الصفة التی بناها ابن الزبیر فقال له انی اخشی ان تتخذها الملوك لعبة۔

یازدہم ۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۱۰۳۹ھ میں ہوئی یہ سلطان مراد خان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ بارشوں کی کثرت سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلتِ تاسع ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصلُ طِینةِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سُرّة الارض بمكة ۔ وفی السیرة الحلبیة ج ا ص ۱۴۷ ولما خاطب الله السموت والارض بقوله ائتیا طوعًا او كرهًا قالتا اتینا طائعین. كان المجیب من الارض موضع الكعبة ومن السماء ما حاذاها الذی هو محل البیت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایتِ ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کا ماخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایتِ کعب احبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال كعب الاحبار رضی الله عنه لما اراد الله تعالی ان یخلق محمدًا صلی الله علیه وسلم امر جبریل ان یاتی بالطینة التی هی قلب الارض وبهاؤها ونورها فقبض قُبضة رسولِ الله صلی الله علیه وسلم من موضع قبره الشریف وهی بیضاء منیرة لها شعاع عظیم نیز اگر مقام کعبۃ اللہ ہی ماخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذِ تربت وطین ہی ہر شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وخمیر کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پر پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجوں کے ذریعہ طینۃ النبی علیہ السلام کا خاص حصہ اُچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پر پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون وتلک الطینۃ (التی کانت بمکۃ) لما تموج الماء رمی بہا من مکۃ الی محل تربتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنہ بالمدینۃ وبھذا یندفع ما یقال مقتضی کون اصل طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ ان یکون مدفنہ بہا لان تربۃ الشخص تکون فی محل دفنہ اھ۔

فضیلت عائشہ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل رہے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلۂ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسماۃ سیدہ (وقیل علۃ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمٰعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر بوقتِ وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور اخوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایتِ کعبۃ اللہ قبیلۂ جرہم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گر گئیں تو جرہم نے بناء ابراہیمی کے موافق اس کی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست ومتولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق وفجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلۂ جرہم کے قبضہ میں ولایتِ کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا واموال چُرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد وعورت اساف ونائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہو گیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھر کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سدِ مآرب سیلِ عرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سیلِ عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سیل عرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھا گئے۔

قبیلۂ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی اسی قبیلۂ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ حرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لحی ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال علیہ السلام رأیتُ لیلۃ المعراج عمرو بن لحی یجُرّ قصبہ فی النار علی رأسہ فروۃ وھو اول من جعل البحیرۃ و السائبۃ والوصیلۃ والحام ونصب الاوثانَ حول الکعبۃ وغیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصائد لکھے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ؎

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفا   اَنیسٌ ولم یَسمُر بمکۃَ سامِرٗ

بلیٰ نحنُ کنّا اھلَھا فا زالنا   صُروفُ اللیالِی والجُدُودُ العواثِرٗ

اولاد اسمٰعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آ کر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایتِ بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جدِّ اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے احباب و اقارب جمع کر کے ایام حج میں سخت جنگ و خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیتِ بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ ابناء اسمٰعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آ گئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تاقیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصیؔ نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہور اسلام تک یہ عہدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبدالدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ أعطنا الحجابة مع السقایة فأنزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یأمرکم أن تؤدوا الامانات الیٰ أھلھا۔ ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیھا بالمعروف خالدۃً تالدۃً لا ینزعھا من أید یکم الا ظالم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ھجرتہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرقی وغیرہ۔

آج تک خاندان ابو طلحہ یعنی بنو شیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنو شیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔

میں نے بعض ثقہ علما جن میں حضرت العلامہ مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سُنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدے سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنو شیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنو شیبہ کو بلایا۔ بنو شیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنو شیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللات۔ آیت فلا تجعلوا اللہ أنداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکینِ عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اوّل یہ ماخوذ ہے لاتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ سے کانھم زعموا انہ یصرف عنھم الشر۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات فعہ والاصل فعلۃ لویۃ حذفت الیاء فبقی لوۃ وفتحت لمجاورتہ الھاء وانقلبت الفاً۔ من لویتُ الشئَ اذا اقمتَ علیہ۔ چہارم اصلھا لوھۃ من لاہ السرابُ یلوہ اذا لمع حذفت الھاء وقلبت الواو الفا۔

لات قبیلۂ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستو وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلک الصخرۃ صخرۃ

اللات وكان اللات رجلاً من ثقيف فلما مات اللات قال لهم عمرو بن لحی لم يمت ولكن دخل فی الصخرة ثم امرهم بعبادتها وان يبنوا عليها بنياناً يسمّی اللات واشتهر ذلك الرجل باللات بتشديد التاء لانه كان يلت السويق للحُجّاج علی تلك الصخرة ثم خففوا التاء - ثم قال لهم عمرو بن لحی ان ربكم قد دخل فی هذه الصخرة فجعلوها صنماً يعبدونه - وكان فيه وفی العزّی شيطانان يكلمان الناس فاتخذتها ثقيف طاغوتاً وبنت لها بيتاً وجعلت لها سدنة وطافت به - وقيل كانت صخرة بيضاء مربعة بنت عليها ثقيف بنية ثم امر النبی عليه السلام بهدمها عند ظهور الاسلام وموضعها اليوم تحت مسجد الطائف - كذا فی المعجم لياقوت -

مناة بُت کا زمانہ مقدم ہے لات پر۔ مناۃ کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر كانت قريش وجميع العرب يعظمون اللات وكانت فی موضع منارة مسجد الطائف اليسری اليوم قال الله تعالی افرايتم اللات والعزّی -

وبعد ظهور الاسلام بعث رسول الله صلی الله عليه وسلم المغيرة بن شعبة رضی الله عنه فهدمها وحرقها بالنار وقيل ارسل ابا سفيان بن حرب والمغيرة رضی الله عنهما -

مصر - قرآن شریف میں مذکور ہے قال الله تعالی اهبطوا مصراً - مصر مشہور قدیم ملک ارض فراعنہ اور گہوارۂ علوم وفنون وکمالات وعجائبات ہے ۔ مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا۔ مصر اس ملک کا سربراہ اوّل تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا ۔ قرآن مجید میں مصر مذکور ہے ۔ وآوينٰهما الی ربوة ذات قرار ومعين سے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے ۔

قال بعض العلماء لم يذكر الله تعالی فی كتابه مدينة بعينها بمدح غير مكة ومصر فانه قال اليس لی ملك مصر وهذا تعظيم ومدح وقال اهبطوا مصراً فان لكم ما سألتم تعظيماً لها فان موضعاً يوجد فيه ما يسألون لا يكون الا عظيماً زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدونیہ تھا ۔ قيل مُثّلت الارض علی صورة طائر فالبصرة ومصر الجناحان فاذا خربتا خربت الدنيا -

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری ہیں اور ہاجر ام اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں ۔ اور اُمّ اسمٰعیل بالواسطہ اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اسی رشتہ قرابت کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفی رواية باهلها خيراً فان لهم صهراً - کئی انبیاء کا تعلق ولادۃً یا موتاً مصر سے ہے ۔ مثل یوسف واسباط موسیٰ وہارون علیہم السلام ۔ لفظ مصر منصرف وغیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے ۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اوّل بادشاہ کا نام مصر بن مصرایم تھا۔ وفاتِ مصر کے بعد اس کا بیٹا ببصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمس بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صا بن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مالیق بن تدراس۔ پھر حربتا بن مالیق۔ پھر ملکی بن حربتا۔ پھر مالیا بن حربتا۔ پھر طوطیس بن مالیا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سارۂ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اُمّ اسمٰعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنۃ طوطیس نے حکومت کی۔ پھر ابنۃ عمّہا زالفا نے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فراعنہ (وہم ولد عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفراعنۃ) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اوّل ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندے نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحبِ یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم نیل میں غرق ہوا پھر کاثم بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبطی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم لیاقوت

وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشهوات والانهماك فی اللذات والاشتغال بالتنزهات والتصدیق بالمحالات وضعف المرائر والعزمات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر یعنی قاہرہ میں ہے۔ رأس حسین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل الیها من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان وهو خلف دار المملکة یزار۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۵ ذکر ابن دأب قال دعانی الخلیفة الهادی فی وقت من اللیل لم تجر العادة انه یدعونی فی مثله فدخلت الیه ثم ذکر ماجری بینهما من المفاوضة والکلام فی امور الی ان انتهی الکلام الی عیوب مصر وفضائلها قال ابن دأب ثم تغلغل بنا الکلام الی اخبار مصر وعیوبها وفضائلها واخبار نیلها فقال لی الهادی فضائلها اکثر قلت یا امیر المؤمنین هذه دعوی المصریین لها بغیر برهان او ردّوه والبینة علی الدعوی واهل العراق یأبون هذه الدعوی ویذکرون ان عیوبها اکثر من فضائلها قال مثل ماذا؟

قلتُ یا امیر المؤمنین من عیوبها انها لا تمطر واذا مطرت کرهوا وابتهلوا الی الله تعالی بالدعاء قال الله عزوجل وهو الذی یُرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته فهذه رحمة مجللة لهذا الخلق وهم لها کارهون وهی لهم ضارة غیر موافقة لا یزکو علیها زرعهم ولا تخصب علیها ارضهم۔

ومن عیوبها الریح التی یُسمّونها المریسیة وذلك ان اهل مصر یسمون اعالی الصعید الی بلاد النوبة

مریس فاذا ھبّت الریحُ المریسیۃ وھی الجنوبیۃ ثلاثۃ عشر یوماً اشتری اھل مصر الأکفان والحنوط و أیقنوا بالوباء القاتل والبلاء الشامل ثم من عیوبھا اختلاف ھوائھا لانھم فی یوم واحد یغیرون ملابسھم مراراً کثیرۃ فیلبسون القمیص مرۃً والمبطنات أُخری والحشومۃ وذلک لاختلاف جواھر الساعات بھا ولتباین مھاب الھواء فیھا فی سائر فصول السنۃ من اللیل والنھار وھی تمیرو لا تمتار فاذا اجدبوا ھلکوا ۔

واما نیلھا فکفاک الذی ھو علیہ من الخلاف لجمیع الانھار من الصغار والکبار لیس بالفرات ولا الدجلۃ ولا نھر بلخ ولا سیحان ولا جیحان شئ من التماسیح وھی فی نیل مصر ضارۃ بلا منفعۃ و مفسدۃ غیر مصلحۃ وفی ذلک یقول الشاعر ؎

أظھرتُ للنیل ھجراناً و مَقلیۃً ۔۔۔ اذ قیل لی انّما التمساحُ فی النیل

فمن رأی النیلَ رأیَ العینِ من کثب ۔۔۔ فما أری النیل الا فی النواقیل

والنواقیلُ القِلال والکیزانُ قال وما مراد الشاعر فیما وصف ؟ قال لانہ لا یتمتع بالماء الا فی الآنیۃ لخوف مباشرۃ الماء فی النیل من التمساح لانہ یختطف الناس وسائر الحیوان قال ان ھذا النھر قد منع ھذا النوعُ من الحیوان مصالح الناس منہ ولقد کنتُ متشوقاً الی النظر الیھا فلقد زھدتنی بوصفک لھا انتھی ۔

المزدلفۃ ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ مزدلفۃ بصیغۃ اسم الفاعل من الازدلاف وھو الاجتماع سمیت بذلک لاجتماع الناس فیھا ۔ او من الازدلاف بمعنی الاقتراب لانھا مقربۃ من اللہ وقیل لازدلاف الناس فی منی بعد الافاضۃ وقیل لازدلاف اٰدم وحواء بھا واجتماعھما وقیل لنزول الناس بھا فی زلف اللیل وقیل الزلفۃ القربۃ فسمیت مزدلفۃ لان الناس یزدلفون فیھا الی الحرم و قیل لان اٰدم علیہ السلام لم یزدلف الی حواء ولم تزدلف الیہ حتی تعارفا بعرفۃ و اجتمعا بالمزدلفۃ فسمیت جمعاً ومزدلفۃ وقیل لان الناس یدفعون منھا زلفۃ واحدۃ ای جمیعا وحدّ المزدلفۃ کما قال البعض اذا افضت من عرفات تریدہٗ فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسّر ۔

مِنیٰ ۔ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ منیٰ بکسرِ میم وتنوینِ نون ۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے ۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں ۔ لفظ منیٰ مذکر و منصرف ہے وجوہ تسمیہ متعدد ہیں ۔ (۱) سمی بذلک لما یُمنی بہ من الدماء ای یُراق قال اللہ تعالی من مَنیٍ یُمنیٰ (۲) لان اٰدم علیہ السلام تمنّی فی الجنۃ ۔ (۳) قال ابن الاعرابی ماخوذ من اَمنَی القومُ ومَنَی اللہ الشئَ قدّرہ وبہ سمی منًی کانہ اراد ان اللہ قد رفیہ عدّۃ مناسک وقررھا ۔ (۴) قال ابن شمیل سمی مِنًی لانّ الکبشَ مُنِی بہ ای ذُبِح ۔ (۵) قال ابن عیینۃ اخذ من المنایا وھو جمع مَنیۃ بمعنی الموت سمی بذلک لکثرۃ الاموات فیہ بذبح الاضاحی والھدی ۔

ایام رمی جمار میں منیٰ میں رات گزارنا اور وہیں ٹھیرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔

المدینۃ ۔ شرح بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں و زراعت والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا و قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نہی مروی ہے۔ وفی الحدیث من سمّی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ ھی طابۃ قال ذلک ثلاثاً۔ قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔

حدیث شریف ہے المدینۃ تنفی الناس ای شرارھم کما ینفی الکیر خبث الحدید وفی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا۔ یہ دجال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے ان الدجال یرجف باھلھا فلا یبقی منافق ولا کافر الا خرج الیہ وفی روایۃ ینزل الدجال السبخۃ فترجف المدینۃ ثلاث رجفات یخرج اللہ منھا کل منافق وکافر۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں ہوسکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔

ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابوبکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وھی اوبأ ارض اللہ من الحمّی فاصاب اصحابہ منھا بلاء وسقم وصرف اللہ ذلک عن نبیہ وفیہ فقال علیہ السلام اللھم حبّب الینا المدینۃ کما حبّبت الینا مکۃ او اشد و بارک لنا فی مدّھا وصاعھا وانقل وباءھا الی مھیعۃ ومھیعۃ ھی الجحفۃ وفی روایۃ فکان المولود یولد بالجحفۃ فلا یبلغ الحلم حتی تصرعہ الحمّی۔

مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرتِ اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں لا یعرف فی البلاد اکثر اسماً منھا ومن مکۃ اھ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی التوراۃ اربعین اسماً وقیل احد عشر وقیل نحو مائۃ اسم منھا دار الاخیار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ دار السنۃ۔ دار السلامۃ۔ دار الفتح۔ الجابرۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں: طیبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبۃ۔ محبّبہ۔ مجبورہ۔ یثرب۔ ناجیہ۔ موفیہ اکالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوفہ۔ محفّرہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔ محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ میں زمانۂ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولادِ عملاق بن ارفخشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اوّل اوّل یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر اُدھر حجاز میں آباد ہوگئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علماء ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتب آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاءؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لاکر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں تُبّع بادشاہ نے بنو عمرو بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

مَكَّةُ المكرّمة ۔ تفسیر بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکز اسلام و مرکز شعائر الدین ہے وجہ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمیت مکۃ لانھا تَمُكُّ الجبارین ای تذھب نخوتھم۔ قصۂ اصحاب فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بھا من قولھم اِمْتَكَّ الفصیلُ ضَرعَ اُمِّہ اذا مَصَّہ مَصًّا شدیدًا۔ (۳) سمیت بکۃ لازدحام الناس بھا و مکۃ ھی بکۃ والمیم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامی سمیت مکۃ لان العرب فی الجاھلیۃ کانت تقول لایتم حَجُّنا حتی نأتی مکان الکعبۃ فنمُكُّ فیہ ای نصفر صفیر المکّاء حول الکعبۃ وکانوا یصفرون ویصفقون بایدیھم اذا طافوا بھا والمکّاء بتشدید الکاف طائر یأوی الریاض یصیح وتخفیف الکاف الصفیر فکانھم کانوا یحکون صوت المکاء۔ (۵) اولانھا بین جبلین مرتفعین علیھا وھی فی ھبطۃ بمنزلۃ المکّوك والمکوك إناء۔ (۶) اولانھا لایفجر بھا احد الا بکت عنقہ فکان یصبح وقد التوت عنقہ کذا قیل۔ (۷) اومن مَكَّ الثدی ای مصّہ لقلۃ مائھا لانھم کانوا یمتکون الماء ای یستخرجونہ۔ (۸) اولانھا تَمُكُّ الذنوب ای تذھب بھا کما یَمُكُّ الفصیلُ ضَرعَ اُمِّہ فلا یبقی فیہ شیئًا۔ (۹) اولانھا تَمُكُّ من ظلم ای تنقصہ۔ وقیل سمیت بکۃ لان الاقدام تبك بعضھا بعضًا۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکہ۔ نساسہ۔ ام رُحم۔ ام القریٰ۔ معاد۔ حاطمہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسّہ۔ باسّہ۔ کُوثیٰ۔ المُذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۂ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا انی لاعلم انکِ اَحبُّ البلادِ الیّ و انکِ اَحبُّ ارضِ اللہ الی اللہ ولولا ان المشرکین اخرجونی منکِ ماخرجتُ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لولا الھجرۃ لسکنتُ مکۃ فانی لم ار السماء بمکانٍ اقربَ الی الارض منھا بمکۃ ولم یطمئن قلبی ببلد قطّ ما اطمأنّ بمکۃ ولم ار القمر بمکان اَحسنَ منہ بمکۃ - ایک اور حدیث ہے مَن صبر علی حرّ مکۃ ساعۃ تباعدتْ عنہ جھنم مسیرۃ مائۃ عام وتقربتْ منہ الجنۃ مائتی عام - اہل مکہ جاہلیت میں معزز تھے - بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوکِ حمیر وکندہ وغسان ولخم وغیرہ -

فائدہ ۔ اس امر میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ ۔ چنانچہ اس میں دو قول ہیں ۔ مکہ مکرمہ کی وجوہ افضلیت متعدد ہیں ۔ اس میں کعبۃ اللہ ہے ۔ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا ۔ طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں ۔ اس میں رکن یمانی وحجر اسود و مقام ابراہیمی ہیں جو کہ جنت کے پتھر ہیں ۔ اس میں جبل ابوقبیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے ۔ اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ و مزدلفہ و عرفات ہیں ۔ حج و عمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں - یہ ام القریٰ ہے ۔ اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی ۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے ۔

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں ۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے ۔ نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والاعتبار للخواتیم ۔ آپ کی وفات یہاں پر ہوئی ۔ آپ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا ۔ اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں ۔ جبل اُحد یہاں پر ہے وھو جبل یُحِبُّنا ونُحِبُّہ الحدیث ۔ اکثر ازواجِ مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین و بناتِ نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنۃ حسنؓ کی قبر اور سید شہداء اہل الجنۃ حمزہؓ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے ۔ کُل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے ۔ خلفاء راشدین ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فاتحینِ دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام و افواج بھیجتے تھے ۔ مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا ۔ مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے ۔ مَن صبرَ علی لأوائھا و مات بھا کنتُ لہ شفیعًا یوم القیامۃ ۔ ریاض الجنۃ مدینہ منورہ ہی میں ہے ۔

المشعر الحرام ۔ قرآن مجید میں ہے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام ۔ مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے ۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں ۔ المحسِّر ۔ بکسر سین مشددہ ۔ اسم فاعل ہے تحسیر سے ۔ وھو مشتق من الحسر وھو کشطک الشیٔ وکشفُک ایاہ ۔ یقال حسرَ عن ذراعیہ وحسر البیضۃ عن رأسہ او من الحسر بمعنی الإعیاء یقال حسرتِ الدابّۃُ اذا أعیتْ او من حسِر فلان حَسَرًا اذا اشتدّت ندامتُہ ۔

یہ مزدلفہ و منی کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منی میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ معجم میں یاقوت لکھتے ہیں وقیل هو موضع بین مکة وعرفة وقیل بین منی وعرفة اھ۔

المسجد الحرام ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجد حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم وبابرکت مسجد ہے۔ بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام وعہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا مسجد کے اردگرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ وعمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انّ الکعبۃ بیت اللہ ولابدّ للبیتِ من فناءٍ وانکم دخلتم علیھا ولم تدخل ھی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے اردگرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ اردگرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعدہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور تحسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزرکشی ص۵۷۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابنَ الزبیر رضی اللہ عنہ زادَ فی المسجد زیادۃً کبیرۃً واشتری دُوراً من جُملتِہا بعضُ دارِ الازرقِ اشتری ذلکَ ببضعۃ عشر الف دینار وجعل فیھا عمداً من الرخام ثم عمّرہ عبد الملک بن مروان ولم یزد فیہ لکن رفع جدارہ وجلَب الیہ السواری من البحر الی جدّۃ وسقفہ بالساج وعمّرہ عمارۃً حسنۃً اھ مسالک الابصار ج ۱ ص۱۰۵۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماوردی فی کتاب الجزیۃ انّ کل موضعٍ ذکر اللہ فیہ المسجدَ الحرام فالمراد بہ الحرم الا فی قولہ تعالیٰ فولّ وجھک شطر المسجد الحرام فانہ اراد

بہ الکعبۃ۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاۃٌ فی مسجدی افضل من الف صلاۃٍ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلاۃٌ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃٍ فیما سواہ رواہ ابن ماجۃ ج ۱ ص۱۰۲ طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلاۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلاۃ رواہ احمد والبزار۔

لہذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۹ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالۃ الحسن البصری الی الرجل الزاھد الذی أراد الخروج من مکۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم مَن صلّی فی المسجد الحرام رکعتین فکأنما صلّی فی مسجدی الف الف صلاۃ والصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصریؒ میں مذکور حدیث کے پیش نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ...... یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب ....۱ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیا علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیا علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک ستر انبیاء کی قبریں ہیں۔ حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیا علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرم کی زیارت کرنے والے اور طواف بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۳ وجاء ان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعۃ وتسعین نبیاً وجاء ان حول الکعبۃ لقبور ثلثمائۃ نبیٍ وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبور سبعین نبیاً وکل نبی من الانبیاء اذا کذّبہ قومہ خرج من بین اظہرھم واتی مکۃ یعبد اللہ عز وجلّ بھا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ وان قبر ھود وصالح وشعیب واسمٰعیل علیہم السلام فی تلک البقعۃ اقول ویوافق ذلک قول بعضھم ان اسمٰعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبر اسمٰعیل فی الحجر وذکر المحب الطبری ان البلاطة الخضراء التی بالحجر قبر اسمٰعیل علیہ السلام انتہی۔

المَروۃ۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مَروَۃ بفتح میم وسکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عرام ومن جبال مکة المروة جبل مائل الی الحمرة وقال ابو الربیع المحدث المکی ان منزله فی رأس المروة وانها اکمة لطیفة فی وسط مکة تحیط بها وعلیها دور اهل مکة ومنازلهم وهی فی جانب مکة الذی یلی قعیقعان۔اھ۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کرکے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے۔ جبل مروہ وجبل صفا شعائر اللہ میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج وعمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کرکے مروہ پر ختم کرنا لازم ہے۔

ایام حج ورمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص ۱۱۳ المروة الحجارة البیض تقتدح بها النار ولا یکون اسود ولا احمر ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بہ سپیدی تھے۔ واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تاریخ مکة ج ۱ ص ۴۳ نصب عمرو بن لحی علی الصفا صنماً یقال له نهیک مجاود الریح ونصب علی المروة صنماً یقال له مُطعِم الطیر۔اھ۔ جاہلیت میں بھی سعی بین الصفا والمروہ مناسکِ حج میں شمار ہوتی تھی۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مَناۃ بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ مَناۃ کے نام سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھتے تھے اور اس کی تکریم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا ومروہ پر نصب دو بُت یعنی نہیک مجاود الریح ومطعم الطیر اور مناۃ کے مابین ناراضگی نہ ہوجائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناۃ کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنمِ مناۃ کے محبین وعُشاق انصار کے اوس وخزرج وقبیلہ ازد وغسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی ان عمرو بن لحی نصب مناة علی ساحل البحر مما یلی قدید الخ کان موضع مناة فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع ورابغ) وھی التی کانت للازد وغسّان یحجّونھا ویعظّمونھا فاذا طافوا بالبیت وافاضوا من عرفات و فرغوا من منیٰ لم یحلقوا الاعند مناة وکانوا یھلّون لھا ومن اھلّ لھا لم یطف بین الصفا والمروة لمکان الصنمین اللذین علیھما نھیک مجاود الریح ومطعم الطیر فکان ھذا الحیّ من الانصار یھلّون بمناة وکانوا اذا اھلّوا بحجّ اوعمرة لم یظلّ احداً منھم سقف بیتٍ حتی یفرغ من حجتہ اوعمرتہ وکان الرجل اذا احرم لم یدخل بیتہ و ان کانت لہ فیہ حاجة تسوّر بیتہ لان لایجن رتاجُ البیتِ رأسہ فلما جاء اللہ بالاسلام انزل اللہ تعالیٰ فی ذلک ولیس البرّ بان تأتوا البیوت من ظھورھا ۔ الآیة ۔ وکانت مناة للاوس والخزرج وغسّان من الازد و من دان بدینھم من اھل یثرب واھل الشام اھ ۔

المیل والبرید ۔ آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثلہ کی تفسیر میں میل و برید مذکور ہیں ۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے ۔ بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متأخرین کے نزدیک ۔ اور قدمار کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے ۔ دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے ۔ کیونکہ قدمار کا گز لمبا ہے اور متأخرین کا گز چھوٹا ہے ۔ متأخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس اُنگل ہے مطابق عدد مرسومۂ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اور قدمار کے نزدیک ایک گز ۳۲ اُنگل کا ہوتا ہے لہذا قدمار کے گز کے حساب سے تین ہزار گز، متأخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں ۔

زیادہ معروف ومشہور متأخرین کا گز ہے ۔ متأخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ اُنگل کا ہے اور ایک اُنگل ۶ جَو کا ہوتا ہے ۔ جب چھے جَو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کردیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے ۔ فقہار وعلمار ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جَو چھے بالوں کے برابر ہوتا ہے ۔ پس ایک گز ۱۴۴ جَو کا بنتا ہے ۔ قال الزیلعی ان المیل اربعة آلاف ذراع ۔ یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں ۔ ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعة آلاف خطوة ۔

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ ؎

ان البرید من الفراسخ اربع ۔۔۔ ولفرسخ فثلاث امیال ضعوا
والمیل الفٌ ای من الباعات قل ۔۔۔ والباعُ اربعُ اذرعٍ تُستتبعُ
ثم الذراع من الاصابع اربع ۔۔۔ من بعدھا العشرون ثم الاصبع
ستُّ شعیراتٍ فظھرُ شعیرةٍ ۔۔۔ منھا الی بطنٍ لِاُخری توضعُ
ثم الشعیرة ستُّ شعراتٍ فقل ۔۔۔ من شعر بغلٍ لیس فیھا مدفعُ

کذا فی ھامش رد المحتار شرح الدر المختار ۔

فائدہ ۔ شرعی گز جو ۲۴ انگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے ۔ لہٰذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دُگنا ہے ۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے ۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج ومعروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے ۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے ۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو ہزار گز کا بنتا ہے ۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲۴۰ گز طویل ہے ۔ راجع للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

نائلۃ و اساف ۔ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے ۔ اساف و نائلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہل جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے ۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۸۴ پر لکھتے ہیں کہ بنوخزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولی قبیلۂ جرہم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے ۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرنے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے ۔ جب ان کی بداعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنوخزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنوخزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنوخزاعہ بیت اللہ شریف کے متولی بن گئے ۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت و نگرانی بنوخزاعہ کے قبضہ میں آگئی ۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے ۔ بنوخزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولی عمرو بن لحی تھا عمرو بن لحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی ۔ کما فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲ ۔

اساف و نائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے ۔ یہ دونوں اساف و نائلہ دراصل جرہم میں سے ایک مرد و عورت تھے ۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوکر بدکاری کا ارتکاب کیا ۔ اللہ تعالےٰ نے دونوں کو مسخ کرکے پتھر بنا دیا ۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی ممسوخہ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مروہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرأت نہ کرے ۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا ۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اُس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا وسوسہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکۃ فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صارا صنمین یُعبدان وقال بعض اھل العلم ان عمرو بن لحی دعا الناس الی عبادتھما وقال للناس انما نُصبا ھھنا ان اٰباءکم ومن قبلکم کانوا یعبدونھما وانما القاہ ابلیس علیہ ثم حولھما قصی بن کلاب بعد ذلک فوضعھما یذبح عندھما تجاہ الکعبۃ عند موضع زمزم انتھی۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نائلہ بنت ذئب اس بدفعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ا ص ۸۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیک قال ابن اسحاق واتخذوا اسافا ونائلۃ علی موضع زمزم ینحرون عندھما وکان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ من جرھم ھو اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیک فوقع اساف علی نائلۃ فی الکعبۃ فمسخھما اللہ حجرین انتھی۔ وفی اخبار مکۃ قال عبد الرحمٰن بن ابی الزناد ھو اساف بن سھیل ونائلۃ بنت عمرو بن ذئب انتہی۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحٰق باسنادہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا انھا کانت تقول مازلنا نسمع ان اسافا ونائلۃ کانا رجلا وامرأۃ من جرھم احدثا فی الکعبۃ فمسخھما اللہ تعالیٰ حجرین انتھی۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ا ص ۶۳ ذکر رزین فی فضائل مکۃ عن بعض السلف قال ما امھلھما اللہ الی ان یفجرا فیھا ولکنہ قبّلھا فمسخا حجرین فأُخرجا الی الصفا والمروۃ فنُصبا علیھما لیکونا عبرۃً وموعظۃً فلما کان عمرو بن لحی نقلھما الی الکعبۃ ونصبھما علی زمزم فطاف الناس بالکعبۃ وبھما حتی عُبدا من دون اللہ اھ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلاجناح علیہ ان یطوف بھما۔ قال البیضاوی کان اساف علی الصفا ونائلۃ علی المروۃ وکان اھل الجاھلیۃ اذا سعوا مسحوھما فلما جاء الاسلام وکسر الاصنام تحرج المسلمون ان یطوفوا بھما لذلک فنزلت ھذہ الاٰیۃ اھ۔

وذکر الواقدی عن اشیاخہ قالوا کان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ الرجل اساف بن عمرو والمرأۃ نائلۃ بنت سھیل من جرھم فزنیا فی جوف الکعبۃ فمسخا حجرین فاتخذوھما یعبدونھما وکانوا یذبحون عندھما و یحلقون رؤسھم عندھما فلما کسرت الاصنام کسرًا ای فی فتح مکۃ خرجت من احدھما امرأۃ سوداء شمطاء تخمش وجھھا عریانۃً ناشرۃ الشعر تدعو بالویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فقال تلک نائلۃ قد أیست ان تُعبد ببلادکم ابدًا ویقال رنّ ابلیس ثلاث رنات رنۃٌ حین لُعن فتغیرت صورتہ عن صورۃ الملائکۃ ورنۃٌ حین رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائما بمکۃ یصلی ورنۃٌ حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فاجتمعت الیہ ذریتہ فقال ابلیس ایئسوا ان ترد وا امۃ محمد علی الشرک بعد یومہم هذا ابدًا ولکن افشوا فیہم النوح والشعر انتہی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اوّلاً اساف کا استلام کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالتِ طواف میں بیت اللہ شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تا آنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلہا یطرحہا بین اساف ونائلۃ فلا یمسحہا احد ولا ینتفع بہا حتی تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتہی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف ونائلۃ اُخرجا من الکعبۃ فنصب احدُھما علی الصفا والاخری علی المروۃ لیعتبر بھما الناس فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صارا یمسحان یتمسح بھما من وقف علی الصفا والمروۃ فلما کان عمرو بن لحی امر الناس بعبادتہما والتمسح بہما حتی کان قصی بن کلاب فحوّلہما من الصفا والمروۃ فجعل احدھما یلصق الکعبۃ وجعل الاٰخر فی موضع زمزم ویقال جعلہما جمیعا فی موضع زمزم وکان ینحر عندھما وکان اھل الجاھلیۃ یمرون باساف ونائلۃ ویتمسحون بہما وکان الطائف اذا طاف بالبیت یبدأ باساف فیستلمہ فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلۃ فاستلمہا فکانا کذلک حتی کان یوم الفتح فکسرھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ما کسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انہا قالت کان اساف ونائلۃ رجلاً وامرأۃً فمُسِخا حجرین فاخرجا من جوف الکعبۃ وعلیہما ثیابہما فجُعِل احدھما بلصق الکعبۃ والاٰخر عند زمزم وکان یطرح بینہما ما یھدی للکعبۃ ویقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم وانما نُصبا ھنالک لیعتبر بہما الناس فلم یزل امرھما یدرس حتی جُعِلا وثنین یُعبدان وکانت ثیابہما کلما بلیت اخلفوا لہما ثیابا ثم اخذ الذی بلصق الکعبۃ فجعل مع الذی عند زمزم وکانوا ینحرون عندھما ولم تکن تدنو عندھما امرأۃ طامث۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ ای یوم الفتح و حول الکعبۃ ثلاثمائۃ وستون صنماً منہا ما قد شدّ برصاص فطاف علی راحلتہ وھو یقول جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ویشیر الیہا ای بقضیبہ فما منہا صنم اشار الی وجہہ

اِلّا وقع علی دبرہ ولا اشار الی دبرہ الّا وقع علی وجہہ حتی وقعت کلّہا۔

نضیر۔ وان یاتوکم اساریٰ تُفادوھم کے بیان میں مذکور ہے۔ بنو نضیر یہود مدینہ منورہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ بڑے مال دار اور شرارتی تھے۔ کہتے ہیں کہ بنو نضیر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حیی بن اخطب وغیرہ اس کے امرا تھے۔ نبی علیہ السلام اور ان کے مابین یہ معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور دیات میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے بئر معونہ کے افسوسناک والمناک حادثہ جس میں بہت سے قرا صحابہ قتل کیے گئے سے واپس مدینہ منورہ آتے ہوئے بنو عامر یعنی قاتل قبیلہ کے دو آدمی راستے میں قتل کر دیے۔ عمرو کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ دو آدمی نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے معاہدہ کرکے آرہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حسب معاہدہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنا چاہی۔ چنانچہ آپؐ اس سلسلے میں دس صحابہ کو ساتھ لے کر مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ یہود نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی تو آپؐ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر اعلانِ جنگ کرکے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ غزوہ ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس ساری شرارت کا سرپرست حیی بن اخطب والد صفیہؓ امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا تھا۔ بنو نضیر کئی دن کے محاصرہ سے جب تنگ ہوئے تو جلاوطنی کی اجازت چاہی۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ زینت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے کرّ و فر سے چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر نکل گئے بعض خیبر اور بعض ملکِ شام چلے گئے۔ اس واقعہ میں بنو نضیر کے صرف دو آدمی یامین بن عمیر و ابو سعید بن وہب مسلمان ہوئے۔ بنو نضیر کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن عباسؓ سورۂ حشر کو سورۂ بنی نضیر کہتے تھے۔

بنو نضیر کے گھروں میں سے نبی علیہ السلام کو جو اسلحہ ملا اس کی تفصیل یہ ہے ۵۰ درع۔ ۵۰ خود۔ لوہے کی ٹوپی۔ ۳۴۰ تلواریں۔

نجران بفتح نون۔ آیت وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شیءٍ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ نجران عربستان میں ایک شہر کا نام ہے جس کے اکثر باشندے نصاریٰ تھے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے بجہتِ یمن سات مراحل دور ہے۔ اس کے اردگرد بہت بستیاں تھیں۔ نجران بن زیدان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر اس شہر کا نام نجران رکھا گیا۔ کیونکہ نجران بن زیدان سب سے پہلے یہاں پروارد ہوا تھا اور اس شہر کو آباد کیا تھا۔

بقول بعض مفسرین قصۂ اُخدود اسی شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس قصہ میں عبداللہ بن ثامر مؤمن وموحّد کی کرامات کی وجہ سے لوگ عیسائی بن گئے۔ اُس زمانے میں قبل اسلام

عیسائیت ہی صحیح دین توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلّم نہیں ہے وہ یہ ہے روی عن النبی علیہ السلام انہ قال القریٰ المحفوظۃ اربع مکۃ والمدینۃ وایلیاء ونجران ومامن لیلۃ الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یسلمون علیٰ اصحاب الاخدود ولا یرجعون الیہا بعد ھذا ابدًا۔ بقول یاقوت نجران صلحًا سنہ ۱۰ھ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہود خیبر کو جلاوطن کرکے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہی تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخرجن الیہود والنصاریٰ عن جزیرۃ العرب حتی لا اَدَعَ فیہا الا مسلمًا وعن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اٰخر ماتکلم بہ انہ قال اَخرِجوا الیہود من الحجاز واخرجوا اھل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہار حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کرکے اپنی عبادت ونماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے و پڑھنے دو۔ مقصد تالیف قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکاء وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین وقیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وازواج مطہرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد۔ نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم یمنعکم من الاسلام ثلاثٌ عبادتکم الصلیب واکلکم لحم الخنزیر وزعمکم ان للہ ولدًا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخرکار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن وحسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے گریز کیا اور آپس میں مشورہ کرکے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ وبرباد ہوگئے۔ پھر صلح کرکے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اما والذی نفسی بیدہ لقد تدلی العذابُ علی اھل نجران ولولا عنونی لمُسِخوا قردۃً وخنازیرَ ولاضرمَ الوادی علیھم نارًا ولاستاصل اللہ تعالیٰ نجران واھلہ حتی الطیرعلی الشجر ولاحالَ الحولُ علی النصاریٰ حتی یھلکوا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۲۱۳ سورۂ آل عمران کی بہت سی ابتدائی آیات اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔

النیل۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام رومی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ کما صرح بہ الشیخ حمزۃ۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیثِ نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگرمچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قزوینی عجائب المخلوقات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نھر اطول من النیل لان مسیرۃ شھر فی بلاد الاسلام وشھرین فی بلاد النوبۃ و اربعۃ اشھر فی الخراب الی ان یخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء ولیس فی الدنیا نھر یصب من الجنوب الی الشمال سواہ ا ہ۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۳۹۹ پر لکھتے ہیں النیل نھر من اطول انھار المعمورۃ واعذبھا وقد کان یؤلھہ المصریون الاقدمون ویعبدونہ طولہ ۵۰۰ کیلومتر۔ انتھی۔

کیلومیٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول یہی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جا گرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلا ریب پانچ سو کیلومیٹر کیا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفر رہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طولہ ۵۰۰۰ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات وآبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات واحوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کا سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قبط میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہوکر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کرلیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آنی شروع ہوجاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہوجاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادۃ النیل سبعۃ امتار فوق نھایۃ التحاریق

وقد یرتفع النیل احیاناً فیسبب غرق الاراضی انتھی۔ یاقوت معجم البلدان ج ۵ ص ۳۴۳ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النیل جعله الله لھا سقیاً یزرع علیه ویستغنی به عن میاہ المطر فی ایام القیظ اذا نضبت المیاہ من سائر الانھار ویمتد النیل فی اشد ما یکون من الحر حین تنقص انھار الدنیا۔

وقد روی عن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه قال ان نیل مصر سید الانھار سخر الله له کل نھر بین المشرق والمغرب ان یمد له وذلله له۔ فاذا اراد الله تعالیٰ ان یجری نیل مصر امر الله تعالیٰ کل نھر ان یمده بمائه وفجر الله له الارض عیوناً فاذا ابلغ النیل نھایته امر الله کل ماء ان یرجع الی عنصره ولذلك جمیع میاہ الارض تقل ایام زیادته۔ دریائے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تاریخ کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات و زمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی و قحط کا سال ہوتا ہے۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا۔

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال دیکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کرکے دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان ھذا لا یکون فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقل مکانی کے ارادے کر لیے۔

جب عمرو بن العاص نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی۔ فکتب الیه عمرؓ قد اصبت ان الاسلام یھدم ما قبله وقد بعثت الیك ببطاقة فالقھا فی داخل النیل اذا اتاك کتابی ھذا واذا فی کتابه۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ من عبد الله عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الیٰ نیل مصر۔ اما بعد فان کنت تجری من قبلك فلا تجر وان کان الواحد القھار یجریك فنسأل الله الواحد القھار ان یجریك

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عید صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا۔ روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت کے موافق انھیں آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل و فرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے انہ علیہ السلام رأی اربعۃ انہار تخرج من اصلہا ای من اصل سدرۃ المنتہیٰ نہران ظاہران ونہران باطنان فقلت یا جبرائیل ماھذہ الانہار قال اما النہران الباطنان فنہران فی الجنۃ واما الظاہران فالنیل و الفرات۔ وفی روایۃ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من الجنۃ وھی النیل والفرات وسیحان وجیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل و فرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل و کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت و برکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۰۰ پر ہے وقد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنۃ فی الفرات قال بعضہم ومصداقہ ان الفرات مد فی بعض السنین فوجد فیہ رمان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمان الجنۃ وھذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواھیۃ وفی حدیث موقوف علی ابن عباس رض اذا کان خروج یاجوج وماجوج ارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل فرفع من الارض ھذہ الانہار والقرآن والعلم والحجر والمقام وتابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہ الی السماء۔ وروی الطبرانی ان سدرۃ المنتہیٰ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من ماء غیر آسن ومن لبن لم یتغیر طعمہ ومن خمر لذۃ للشاربین ومن عسل مصفی۔ وعن کعب الاحبار ان نہر العسل نہر النیل ویدل لذلک قول بعضہم لولا دخول بحر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج ویختلط بملوحتہ لما قدر احد علی شربہ لشدۃ حلاوتہ ونہر اللبن نہر جیحان ونہر الخمر نہر الفرات ونہر الماء نہر سیحان۔ انتہیٰ۔

واسط۔ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم الایۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ و کوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ و کوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والیٔ عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتمد آدمی کو نیا شہر بسانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب و ہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہٰذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فبینما انا یومًا علی شاطئ دجلۃ ومعی صاحبٌ لی إذا انا برجل علیٰ فرس فصاح باسمی واسم ابی فقلتُ ما تشاء؟ فقال الویل لاھل مدینۃ تُبنی ھٰھنا لیُقتلنّ فیھا ظلمًا سبعون الفًا کرر ذلك ثلاث مرات ثم اقحم فرسہ فی دجلۃ حتی غاب فی الماء فلما کان من قابلٍ ساقنی القضاءُ الی ذلك الموضع فاذا انا برجل علی فرس فصاح بی کما صاح فی المرۃ الاولی وقال کما قال وزاد سیُقتل من حولھا ما یستقل الحصیٰ لعددھم ثم اقحم فرسہ فی الماء حتی غاب قال وکانوا یرون انھا واسط وما قُتِل فیھا۔ کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل اُحصِی فی محبس الحجاج ثلاثۃ وثلاثون الف انسان لم یُحبَسوا فی دم ولا تبِعۃ ولا دین واُحصِیَ من قتلہ صبرًا فبلغوا مائۃ وعشرین الفًا۔

وذُکِر الحجاجُ الثقفی عند عبد الوھاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما تذکرون المساوی او ما تعلمون انہ اوّل من ضرب درھمًا علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ واوّلُ من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وان امرأۃ من المسلمین سُبِیت بالھند فنادت یا حجاجاہ فاتّصل بہ ذلك فجعل یقول لبّیك لبّیك وانفق سبعۃ آلاف الف درھم وارسل محمد بن قاسم علی الافواج حتی افتتح الھند والسند۔ وافتتح تلك الاراضی ومنھا ملتان واستنقذ المرأۃ واحسن الیھا۔ کذا ذکر یاقوت۔

یمن - آیت وتزودوا فان خیر الزاد التقوی کی تفسیر میں مذکور ہے - یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رُخ و منہ کرنے والے شخص کی جانب یمین میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیامن منھم سُمّیت الیمن ویقال ان الناس کثروا بمکۃ فلم تحملھم فالتأمت بنو یمن الی الیمن وھی ایمن الارض فسمیت بذلک کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص۴۴۷ ۔ صنعاء - حضرموت - عمان - عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یمنیؒ۔ دوم یمانیٌ بتخفیفِ یا برزن ثمانی یقال رجلٌ یمانٍ وامرأۃٌ یمانیۃ مثل ثمانٍ وثمانیۃ اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یاء مشددہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لامتناع جمع العوض والمعوض عنہ۔ لیکن سیبویہ بطور قلت وندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمانیّ بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں ایمن الرجل ویمّن ویامن اذا اتی الیمن۔ اصمعی فرماتے ہیں اربعۃ اشیاء قد ملأت الدنیا ولا تکون الا بالیمن الورس والکندر والخطر والعصب۔

ابراہیم بن مخرمہ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا وبعدُ فما منکم الا دابغ جلدٍ اوناسج بردٍ اوسائس قردٍ اوراکب عِرد دلّ علیکم ھُدھُد وغرّ قتکم جرذ وملکتکم اُمُّ ولدٍ فسکتت وکانما الجمۃ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متعدد برکات و کمالات کی وجہ سے ایمن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اول شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱۵ اول من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان ویعرب ھذا قیل لہ ایمن لان ھوداً نبی اللہ علیہ السلام قال لہ انت ایمن وُلدی وسُمی الیمن یمناً بنزولہ فیہ انتہی۔

فائدہ - یمن پر جن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصراً ان کے نام۔ بعض احوال اور مدتِ حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوکِ یمن میں پہلا بادشاہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبا کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوکِ یمن کے اسماء و مدتِ حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب و یشجب و قحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

عدد	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	مدت حکومت سالوں میں
۱	سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان	۴۸۴
۲	ثم حمیر بن سبأ۔ کان شجاعًا وھو اول من وضع علی رأسہ تاج الذھب من ملوك الیمن۔	۵۰ تقریبًا
۳	ثم کہلان بن سبأ بن یشجب۔	۳۰۰ تقریبًا
۴	ثم ابومالك عمرو بن سبأ۔ وکان عادلًا محسنًا۔	۳۰۰
۵	ثم جبار بن غالب بن زید بن کہلان۔	۱۲۰
۶	ثم الحارث بن مالك بن افریقس بن صیفی بن یشجب بن سبأ	۱۴۰
۷	ثم الرائش بن شداد بن ملطاط۔	۱۲۵
۸	ثم ابرھۃ بن الرائش وھو ذو المنار۔	۱۸۰
۹	ثم افریقس بن ابرھۃ۔	۱۶۴
۱۰	ثم العبد بن ابرھۃ۔ وھو ذو الاذعار۔	۲۵
۱۱	ثم الھدھاد بن شرحبیل بن عمرو بن الرائش۔	۱۰ یا ۷
۱۲	ثم تُبّع الاول ذکرھا ان بلقیس قتلتہ	۴۰۰
۱۳	ثم بلقیس بنت الھدھاد قیل کانت امّہ جنّیۃ واقہا غابت بعد ما ولدت بلقیسًا ولھا خبر ظریف وامرھا مع سلیمان علیہ السلام وامر الھدھد ذکرہ اللہ فی القرآن۔	۱۲۰
۱۴	ثم ملك الیمن سلیمان علیہ السلام ثلاثًا وعشرین سنۃ۔ ثم عاد الملك بعد سلیمانؑ الی حمیر۔	۲۳
۱۵	ثم ناشر النعم بن عمرو بن یعفر۔	۳۵
۱۶	ثم شمر بن افریقس بن ابرھۃ۔	۵۳
۱۷	ثم تبع الاقرن بن شمر۔	۱۶۳
۱۸	ثم کلیکرب بن تبع۔	۱۲۰
۱۹	ثم حسّان بن تبّع فاستقام لہ الامر ثم قُتِل۔	۲۵
۲۰	ثم عمرو بن تبع وھو القاتل لاخیہ حسّان المتقدم ذکرہ۔ ویقال انہ عدم النوم	

	لما کان قتل اخاہ ۔	٦٣
٢١	ثم تبع بن حسان بن کلیکرب وھو الملک السائر من الیمن الی الحجاز و کانت لہ مع الاوس والخزرج حروب واراد ھدم الکعبۃ فمنعہ من کان معہ من احبار یھود فکساھا القصب والیمانی وغلبت فی زمنہ علی الیمن الیھودیۃ ورجع الناس عن عبادۃ الاصنام ۔	١٠٠
٢٢	ثم عمرو بن تبع ملک الیمن بعد تنازع ۔	٣٠
٢٣	ثم ولیعۃ بن مرثد	٣٩
٢٤	ثم ابرھۃ بن الصباح بن ولیعۃ بن مرثد ۔	٩٣
٢٥	ثم عمرو بن ذی قیفان	١٧
٢٦	ثم ذو شناتر ولم یکن من اھل بیت الملک نغری بالاحداث من ابناء الملوک واظھر الفسق بالیمن واللواط ومع ذلک کان عادلاً فی رعیتہ فقتلہ ذونواس یوسف وکان من ابناء الملوک خوفاً من ان یفسق بہ ۔	٢٩
٢٧	ثم یوسف ذونواس بن زرعۃ بن تبع الاصغر بن حسان بن کلیکرب و ھو صاحب قصۃ اصحاب الاخدود وتحریقہ ایاھم بالنار وکان ملکہ ٢٦٠ سنۃ ۔	٢٦٠

لہ لاصحاب الاخدود ذکر فی القرآن قال اللہ تعالی قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود الی قولہ وما نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید ۔ قالوا انھم کانوا فی الفترۃ بین عیسی ونبینا محمد علیھما الصلوۃ والسلام فی مدینۃ نجران بالیمن ۔ کما قال المسعودی فی مروج الذھب ج ١ ص ٤٦ ۔ وقد ذکرنا حال نجران فی فصل آخر من ھذا الکتاب ۔ وکانوا فی زمن ذی نواس وکان علی دین الیھودیۃ فبلغ ذا نواس ان قوماً بنجران علی دین المسیح علیہ السلام فسار الیھم واحتفر اخادید فی الارض وملأھا ناراً ثم عرضھم علی الیھودیۃ فمن تبعہ ترکہ ومن ابی قذفہ فی النار ۔

فاتی بامرأۃ معھا طفلھا ابن سبعۃ اشھر فابت فادنیت من النار فجزعت فانطق اللہ الطفل فقال یا امہ امضی علی دینک فلا نار بعد ھذہ النار فالقاھا فی النار وکانوا موحدین لا علی رأی النصرانیۃ اصحاب التثلیث وفی بعض الروایات انہ اخذ منھا الطفل والقوہ فی النار فجزعت الام وارادت ان تتبع الیھودیۃ فنادتھا الطفل من النار یا امہ ادخلی النار فانھا حدیقۃ ولیست بنار فدخلت فیھا ودخل فیھا جمیع الموحدین قال الشیخ الرومی فی المثنوی ؎

۲۸	ثم اریاط بن اصحمۃ ۔	۲۰
۲۹	ثم ابرھۃ الاشرم ابویکسوم ۔ وکان ذلک فی ملک قباذ ملک فارس ۔	۴۳

خواست تا سجدہ کند او پیش بت — بانگ برزد طفل انّی لم اُمت
اندر آیید اے مسلمانان ہمہ — پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

وقالت الناس لذی نواس حین تحیّر ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آں تا تو ببینی تابشم

فمضی رجل الی قیصر یستنجدہ فکتب لہ قیصر الی النجاشی ملک الحبشۃ لانہ کان اقرب دارا فبعث النجاشی الحبشۃ وعلیھم اریاط بن اصحمۃ فانھزم ذو نواس بعد حرب طویلۃ وغرق نفسہ خوفا من العار کما فی مروج الذھب ج ۲ ص ۷۷ فملک اریاط الیمن عشرین سنۃ ثم وثب علیہ ابرھۃ الاشرم ابویکسوم فقتلہ وملک الیمن ۔

سے کان ابرھۃ فی القرن السادس من المیلاد نائبا علی الیمن عن اصحمۃ ملک الحبش وھو صاحب الفیل الذی اراد ھدم بیت اللہ ولہ ذکر فی القرآن قال اللہ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ وقصتہ انہ حسد بیت اللہ فبنی کنیسۃً بصنعاء سماھا القلیس وزینھا الی غایۃ واراد ان یصرف حج العرب الیھا وکان ابرھۃ من النصاری فجاء شخص من العرب لما سمع مقالۃ ابرھۃ واحدث فیھا فغضب ابرھۃ و اقسم لیسیر الی البیت فیھدمہ وسار بجیشہ ومعہ الفیل الابیض اسمہ محمود وقیل معہ ثلاثۃ عشر فیلا لیھدم کعبۃ اللہ فتھیأ بعض العرب لجھادہ فکان اول من قابلہ ذو یفر من ملوک الیمن فھزم ابرھۃ حتی جاء الی الطائف ثم سار الی مکۃ وارسل الی قریش وقال لھم لستُ اقصد حربکم بل جئت لاھدم الکعبۃ فقال عبد المطلب واللہ لا نرید حربہ ولا نقدر ھذا بیت اللہ فھو یمنعہ من ابرھۃ ۔

ثم عبد المطلب ذھب الی ابرھۃ مع رسول فقیل لہ ایھا الملک ھذا سید قریش وھو یطعم الناس بالسھل والوحوش فی رؤس الجبال فلما رآہ ابرھۃ اجلہ واکرمہ ونزل عن سریرہ وجلس معہ وسألہ عن حاجتہ فقال عبد المطلب حاجتی ان یردّ علیّ الملکُ مائتی بعیر لی اخذ ھا رجال الملک فردّھا علیہ قال لہ ابرھۃ قد اعجبتنی حین رأیتُک ثم زھدتُ فیک حین کلّمتنی اتکلّمنی فی البعیر وتترک بیتاً ھو دینک ودین اٰبائک قد جئتُ لھدمہ فقال لہ عبد المطلب انّی انا ربُّ الابل وانّ للبیت ربّاً سیمنعہ قال ابرھۃُ ما کان یمنعہ منّی فرجع عبد المطلب الی قریش فاخبرھم الخبر وامرھم بالخروج من مکۃ الی شعف الجبال تخوّفا علیھم من معرّۃ الجیش ۔

راجع انسان العیون ج ۱ ص ۶۰ و دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۸۰ ولقطۃ العجلان ص ۵۲ ومروج الذهب ج ۲ ص ۵۲
واخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۹۱ وروض الانف ج ۱ ص ۴۲ ۔

وروی ان الفیل العظیم لما رأی عبد المطلب برك كما یبرك البعیر وخر ساجداً وانطق الله الفیل فقال
السلام علی النور الذی فی ظهرك یا عبد المطلب هذا والله اعلم بصحۃ قصۃ منطق الفیل وسجدته فلما
شرع ابرهۃ فی الذهاب الی مکۃ ووصل الفیل الی اول الحرم فبرك فصاروا یضربون رأسه ویدخلون
الكلالیب فی مراق بطنه فلایقوم فوجهوا وجهه الی جهۃ الشام فقام یهرول وامر ابرهۃ ان یسقی
الفیل الخمر لیذهب تمیزه فسقوه فثبت علی امره وارسل الله علیهم الطیر الابابیل ای جماعات
من البحر امثال الخطاطیف مع كل طیر ثلاثۃ احجار مثل العدس او الحمص لایصیب منهم احداً الا
اهلكه فخرجوا هاربین وضلوا الطرق فهلك اكثرهم واصاب ابرهۃ حجر فجرحه ومازال به حتی اهلكه و
لیس كلهم اصابه الحجر ثم ارسل الله سیلاً فالقاهم فی البحر وصاروا یتساقطون بكل منهل وسقطت
اعضاء ابرهۃ ووصل الی صنعاء كذلك مع نفر خرجوا به معهم تسقط له انملۃ انملۃ كلما سقطت منه انملۃ
اتبعتها مدۃ تمث قیحاً ودماً حتی قدموا به صنعاء وهو مثل فرخ الطائر فما مات حتی انصدع صدره
عن قلبه ۔

ثم ركب عبد المطلب لما استبطأ مجئ القوم الی مکۃ ینظر ما الخبر فوجدهم قد هلكوا ای غالبهم
فاحتمل ما شاء من صفراء وبیضاء ثم اعلم اهل مکۃ بهلاك القوم فخرجوا فجمعوا اموالاً كثیرۃ وفی كلام سبط
ابن الجوزی وسبب غنا عثمان بن عفان رض ان اباه عفان وعبد المطلب وابا مسعود الثقفی كانوا اول من نزل
مخیم الحبشۃ فاخذوا من اموال ابرهۃ واصحابه شیئاً كثیرا ودفنوه عن قریش فكانوا اغنی قریش واكثرهم
مالاً ولما مات عفان ورثه عثمان رضی الله عنه ومن جملۃ من سلم من عسكر ابرهۃ ولم یذهب سائس
الفیل وقائده فعن عائشۃ رضی الله عنها ادركت قائد الفیل وسائسه بمکۃ اعمیین مقعدین یستطعمان الناس
وذكر البعض انه اقام بمکۃ فلال من الجیش وعسفاء وبعض من ضمه العسكر الحبشی فكانوا بمکۃ یعتملون
ویرعون لاهل مکۃ وذكر ابن اسحاق ان اول ما رئی بت الحصبۃ والجدری بارض العرب ذلك العام و
انه اول ما رئی بها من مرایر الشجر الحرمل والحنظل من ذلك العام وقال بعض اهل مکۃ كما فی كتب
التاریخ انه اول ما كانت بمکۃ حمام الیمام حمام مکۃ الحرمیۃ ذلك الزمان یقال انها من نسل الطیر
التی رمت اصحاب الفیل حین خرجت من البحر من جدۃ ۔ كذا فی اخبار مکۃ للازرقی
ج ۱ ص ۹۲ ۔

ویمكن ان یقال هذا اشتباه لان الذی قیل انه من نسل الابابیل انما هو شیء یشبه الزرازر

يكون بباب ابراهيم من الحرم والاحمام الحرم من نسل الحمام الذى عشش على فم الغار۔ كذا فى السيرة الحلبية ج ۱ ص ۶۱۔

ولما هلك صاحب الفيل وقومه وجيشه وكان من الحبشة وكان ابرهة حبشيا عزت قريش و هابتهم الناس كلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالى معهم وان الله قاتل عنهم وكفاهم مؤنة عدوهم الذى لم يكن لسائر العرب بقتاله قدرة ۔ وكانت قصة الفيل اول المحرم من سنة ۸۸۲ من تاريخ ذى القرنين كذا فى الروض ج ۱ ص ۴۵۔ وفيه وفى رواية انهم استشعروا العذاب فى ليلة ذلك اليوم لانهم نظروا الى النجوم كالحة اليهم تكاد تكلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اه ۔

ثم اعلم ان ولادته صلى الله عليه وسلم كانت فى عام الفيل وقيل فى يومه فعن ابن عباسؓ قال ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفيل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفيل لا يوم الفيل واليوم فى قول ابن عباس بمعنى مطلق الوقت وفى تاريخ ابن حبان ولد عام الفيل فى اليوم الذى بعث الله تعالى الطير الابابيل فيه على اصحاب الفيل وقيل ولد بعد الفيل بخمسين يوما وقيل بخمسة وخمسين يوما وقيل باربعين يوما وقيل بشهر وقيل بعشر سنين وقيل بثلاث وعشرين سنة وقيل بثلاثين سنة وقيل باربعين سنة وقيل بسبعين سنة ۔

والجمهور على انه ولد فى عام الفيل قاله ابن كثير وغيره من المحققين۔ وفى المواهب انه عليه السلام ولد بعد الفيل (اى بعده بايام) لان قصة الفيل كانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته۔ وقال القاضى البيضاوى وغيره انها من الارهاصات اذ روى انها وقعت فى السنة التى ولد فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ابن القيم فى الهدى ان مما جرت به عادة الله تعالى ان يقدم بين يدى الامور العظيمة مقدمات تكون كالمدخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلى الله عليه وسلم تقدمها قصة الفيل۔

ولو لم ينطق القرآن بقصة الفيل لكان فى الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة فى الجاهلية والاسلام حجة وبيان لشهرتها وما كانت العرب تؤرخ بها فكانوا يؤرخون فى كتبهم ودواوينهم من سنة الفيل فلم تزل قريش والعرب بمكة وغيرها تؤرخ بعام الفيل ثم ارخت بعام الفجار ثم ارخت ببنيان الكعبة ۔ وفى القرآن وارسل عليهم طيرا ابابيل ترميهم بحجارة من سجيل فجعلهم كعصف ماكول۔ ومعنى ابابيل جماعات متفرقة جمع ابالة وهى الحزمة الكبيرة شبهت الطير فى اجتماعها بالحزم وقال ابو عبيدة ابابيل مثل عباديد لا واحد لها ولم يأت نص صحيح فى صفة الطير واشكالها فقيل فى لونها انها كانت بيضاء وقيل سوداء وقيل خضراء لها خراطيم كخراطيم الطير واكف كاكف الكلاب و قيل كانت رؤسها كرؤس السباع ومعنى سجيل اى طين متحجر وقيل من طين وقيل السجيل هو

۳۰	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعمّ اذاه عشرين سنة	۲۰
۳۱	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على سائر اهل اليمن وكانت امّه من آل ذی یزن فقتل بعد ثلاثة اعوام۔ فكانت مدة ملكه ثلاث سنين ۔	۳
۳۲	ثم سیف بن ذی یزن اومعدی کرب بن سیف بن ذی یزن ۔	۴

سنگ وگل فی الفارسیة ۔

ثم لامجال للشك فی ارسال الطیر ورمیها بالحجارة لشهرة امرها فی العرب وتواترها ولما صرّح به القرآن والسنّة ۔ وبعض اهل اوربا والمتنوّرين ينكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال فی دائرة المعارف ج۱ ص۳۳ وقد يذهب بعض علماء العصر ان هذه الطيور عبارة عن الميكروبات (جراثيم) ونحوذلك حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميات الخبيثة اوميكروبات الجدری۔ انتهی ۔

۳۵ بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابش وملكهم على اليمن وكانوا ملكوها ۷۲ سنة ولاصحاب التاريخ فی ذلك اختلاف كبير ۔ وكان ملوكهم اربعة اولهم ارياط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق ۔

ذكر الطبری ان سيف بن ذی يزن لما فعل ذونواس بالحبشة ما فعل ثم ظفروا به توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة فوعد واقام سنين عنده ثم مات وخلفه ابنه معدی کرب بن سيف بن ذی يزن فبعث كسرى مع معدی کرب جیشًا الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدی کرب اليمن بغير منازع ۔ هذه رواية المسعودی وغيره راجع مروج الذهب ج۲ ص۸۵ و الروض الانف ج۱ ص۳۶ ۔

والتحقيق عدم موت سيف بن ذی يزن عند كسرى بل هو الذی جاء بجيش كسرى وملك اليمن كمافی اخبار مكة للازرقی ج۱ ص۹۲ وتاریخ الطبری ج۲ ص۱۱۱ ۔ وفيه ان عبد المطلب لقی سيف بن ذی يزن بعد ما رجع اليه ملكه وانه اخبر عبد المطلب وبشّره بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسنذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى ۔

وكان ملك سيف بن ذی يزن او معدی کرب بن سيف على اليمن اربع سنين تتلد رجال بطانته من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقلّ اهل كل ناحية عالديهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت فی حوزة الاسلام ۔

فائدة ۔ روى الكلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذی يزن بالحبشة و

مَلَكَ اليمنَ وذلك بعد مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ وفود العرب واشرافها وشعراؤها التهنئۃ تمدحه وتذکر ما کان من بلائہ وطلبہ بثار قومہ فاتاہ وفد قریش وفیهم عبد المطلب بن هاشم وامیۃ بن عبد شمس وخویلد بن اسد فی ناس من وجوہ قریش من اهل مکۃ فاتوہ بصنعاء وهو فی قصر لہ یقال لہ غمدان فاذن لهم فاذا الملك متضمخ بالعنبر ووبیص المسك من مفرقہ الی قدمہ وسیفہ بین یدیہ وعن یمینہ وعن یسارہ الملوك وابناء الملوك۔

فدنا عبد المطلب فاستأذن فی الکلام فقال لہ الملك ان کنت ممن یتکلم بین یدی الملوك فقد اذِنّا لك فتکلم عبد المطلب بکلام طویل فصیح بلیغ مدح بہ الملك وذکر انهم اهل حرم اللہ و انهم وفد التهنئۃ۔ قال وایهم انت ایها المتکلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا؟ قال نعم فادناہ ثم اقبل علیہ وعلی القوم فقال مرحبًا واهلاً وناقۃً ورحلاً ومستناخًا سهلاً وملِکًا ربحلاً یعطی عطاءً جزلاً ثم قال انهضوا الی دار الضیافۃ فاقاموا شهرًا لا یأذن لهم فی الانصراف واکرمهم اکرامًا۔

ثم ارسل الی عبد المطلب فادناہ واخلا مجلسہ ثم قال سیف بن ذی یزن وکان من الیهود عالمًا ببعض ما فی الصحف یا عبد المطلب انی مفوض الیك من سر علمی امرًا لو غیرك یکون لم اُبح بہ لہ ولکنی وجدتُك معدنہ فاطلعتُك طلعہ ولیکن عندك مطویًا حتی یأذن اللہ فیہ فان اللہ بالغ فیہ امرہ انی اجد فی الکتاب المکنون والعلم المخزون الذی اخترناہ لانفسنا واحتجناہ دون غیرنا خبرًا جسیمًا وخطرًا عظیمًا فیہ شرف للحیاۃ وفضیلۃ للناس عامۃ ولرهطك کافۃ ولك خاصۃ۔ قال ایها الملك مثلك سرّ وبرّ فما هو فداك اللہ اهل الوبر والمدر زمرًا بعد زمر۔

قال فاذا ولد بتهامۃ ولد غلام بہ علامۃ کانت لہ الامامۃ ولکم بہ الزعامۃ الی یوم القیامۃ فقال لہ عبد المطلب ابیتَ اللعن لقد اتیت بخبر ما آب بمثلہ وافد قوم ولولا هیبۃُ الملكِ واعظامہ واجلالہ لسألتُ من سارۃ ایای ما ازداد بہ سرورًا فان رأی الملكُ ان یخبرنی بانصاح فقد اوضح لی بعض الایضاح۔

قال هذا حینہ الذی یولد فیہ اوقد ولد اسمہ محمد بین کتفیہ شامۃ یموت ابوہ واُمّہ و یکفلہ جدّہ وعمہ واللہ باعثہ جهارًا وجاعل لہ منّا انصارًا .... (لعلّ فی قولہ منّا انصارًا اشارۃ الی انصار المدینۃ فانهم من الیمن) یعزّ بهم اولیاءہ ویذل بهم اعداءہ ویضرب بهم الناس عن عرض ویستبیح بهم کرائم الارض یعبد الرحمٰن ویدحر الشیطان ویکسر الاوثان ویخمد النیران قولہ فصلٌ وحکمہ عدلٌ یأمر بالمعروف ویفعلہ وینهی عن المنکر ویبطلہ۔

قال فخرّ عبد المطلب ساجدًا فقال له الملك ارفع رأسك ثلج صدرك و علا كعبك فهل أحسست من امرہ شیئا ؟ قال نعم ایھا الملك كان لی ابن وكنتُ به معجبًا وعلیہ رقیقًا فزوّجته كريمةً من كرائم قومه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فجاءت بغلام سمّيته محمدًا مات ابوه و امه وكفلته انا وعمّه بين كتفيه شامة وفيه كل ما ذكرتَ من علامة۔

قال له الملك والبيت ذی الحجب والعلامات علی النصب انك يا عبد المطلب لجده غیر الكذب وان الذی قلت لكما قلتُ فاحتفظ بابنك واحذر عليه من اليهود فانهم له اعداء ولن يجعل الله لهم عليه سبيلًا فاطوِ ما ذكرتُ لك دون هؤلاء الرهط الذين معك فانی لستُ آمن ان تدخلهم النفاسةُ من ان تكون لك الرياسة فيبتغون لك الغوائل وينصبون لك الحبائلُ هم فاعلون اوابناؤهم۔

ولولا ان الموت مجتاحی قبل مبعثه لسرتُ بخيلی ورجلی حتی اصير بيثرب دار مملكته فانی اجد فی الكتاب الناطق والعلم السابق ان بيثرب استحكام امره واهل نصره وموضع قبره ولولا انی آقيه الآفات واحذر عليه من العاهات لاوطأتُ أسنان العرب كعبه ولأعليتُ علی حداثة سنه ذكره ولكنی صارف ذلك اليك عن غير تقصير بمن معك۔

ثم امر لكل رجل من وفد قريش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة ارطال ذهب وعشرة ارطال فضة وكرش مملوءة عنبرًا وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال ائتنی بخبره وما يكون من امره عند رأس الحول فمات سيف بن ذی يزن من قبل ان يحول الحول۔ كذا ذكر الازرقی۔

وكان عبد المطلب يقول ايها الناس لا يغبطنی رجل منكم بجزيل عطاء الملك فانه الی نفاد ولكن ليغبطنی بما يبقی لی ولعقبی شرفه وذكره وفخره فاذا قيل له و ما ذاك ؟ يقول ستعلمنّ ولو بعد حين اه۔ هذا والله اعلم وعلمه اكمل واتم۔

یوم السبت ۔ سبت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت الآیۃ سبت لغت عربی میں ہفتہ یعنی سنیچر کا نام ہے۔ یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم و معظم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاریٰ کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم و معظم ہے۔ یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا۔

سبت کا معنی ہے استراحت و قطع و حلق۔ یقال سبت یسبت سبتًا استراح و سبت الشئ سبتًا ای قطعه و سبّت الرأس تسبيتًا حلقه و سبت اليهودی قام بامر السبت و أسبت دخل فی

السبت قال البیضاوی یقال سبتت الیهود اذا عظمت یوم السبت۔

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے۔ لہذا سابقہ تمام ادیان انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنیچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے۔ اور امتِ محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ تک رسائی حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراطِ مستقیم معلوم کرنے کی امتِ محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہوگئی۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ پھر یہود نے یوم سبت کو پسند کیا۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنیچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی۔ قال اهل العلم ان الیهود اُمروا بیوم من الاسبوع یُعظِّمون الله فیه ویتفرغون لعبادته فاختاروا من قبل انفسهم السبت فالزموه فی شرعهم وکذلك النصاری امروا علی لسان عیسی علیه السلام بیوم من الاسبوع فاختاروا من قبل انفسهم الاحد فالزموه شرعًا لهم کذا قال العلامة السهیلیؒ فی الروض۔

ثم قال وکان الیهود انما اختاروا السبت لانهم اعتقدوه الیوم السابع ثم زادوا الکفرهم ان الله استراح فیه۔ تعالی الله عن قولهم۔ لان بدء الخلق عندهم الاحد واٰخر الستة الایام التی خلق الله فیها الخلق الجمعة وهو ایضًا مذهب النصاری فاختاروا ای النصاری الاحد لانّه اول الایام فی زعمهم وقد شهد رسول الله صلی الله علیه وسلم للفریقین باضلال الیوم وقال کما فی صحیح مسلم ان الله خلق التربة یوم السبت فبیّن ان اول الایام التی خلق الله فیها الخلق السبت واٰخر الایام الستة اذًا الخمیس و کذلك قال ابن اسحق فیما ذکر عنه الطبری اھ۔

وقال فی انسان العیون ج ۲ صلـ ویؤیّد ذلك ماجاء ان الله تعالی فرض علی الیهود الجمعة فأبَوا و قالوا یاموسی اجعل لنا یوم السَّبت فجُعِل علیهم وهدی الله تعالی المسلمین لیوم الجمعة ای وهدایة المسلمین له تدلّ علی انهم لم یعلموا عینه وانما اجتهدوا فیه فصادفوه انتهی۔ وقال علیه الصلوٰة والسلام فی حق ذلك الیوم انه الیوم الذی فرض علیهم ای علی الیهود والنصاری ای طلب منهم تعظیمهُ التفرغ

للعبادة فيه كما فرض علينا اضلته اليهود والنصارى وهدانا الله تعالى له اى واختار اليهود من قبل انفسهم بدله السبت لانهم يزعمون انه اليوم السابع الذى استراح فيه الحق سبحانه من خلق السموت والارض و مافيهن من المخلوقات اى بناءً على ان اول الاسبوع الاحد وانه مبدأ الخلق قال بعضهم وهو الراجح كذا فى انسان العيون . والذى فى البخارى ثم هذا اى يوم الجمعة يومهم الذى فرض عليهم فاختلفوا فيه فهدانا الله له فالناس لنا فيه تبع اليهود غدا والنصارى بعد غد ۔

وفى سفر السعادة كان من عوائد الكريمة صلى الله عليه وسلم ان يعظم يوم الجمعة غاية التعظيم و يخصه بانواع التشريف والتكريم وجاء ان اهل الجنة يتباشرون فى الجنة بيوم الجمعة كما تتباشر به اهل الدنيا فى الدنيا واسم الجمعة عندهم يوم المزيد لان الله تعالى يتجلى عليهم فى ذلك اليوم ويعطيهم كل ما يتمنونه و يقول لهم لكم ما تمنيتم ولدينا مزيد فهم يحبون يوم الجمعة لما يعطيهم فيه ربهم من الخير وفى الحديث المرفوع يوم الجمعة سيد الايام واعظمها عند الله فهو فى الايام كشهر رمضان فى الشهور وساعة الاجابة فيه كليلة القدر فى رمضان اھ ۔

وفى كتاب السبعيات للهمدانى اكرم الله موسى عليه السلام بالسبت وعيسى عليه السلام بالاحد وداؤد عليه السلام بالاثنين وسليمان عليه السلام بالثلاثاء ويعقوب عليه السلام بالاربعاء وآدم عليه السلام بالخميس ومحمد صلى الله عليه وسلم بالجمعة هذا ولا ارى صحة قول الهمدانى لعدم ثبوته فى الآثار الصحيحة ۔

وذكر الكشى وهو عبد بن حميد باسناده الى ابن سيرين قال جمّع اهل المدينة قبل ان يقدم النبى عليه السلام المدينة وقبل ان تنزل سورة الجمعة وهم الذين سمّوا الجمعة قال الانصار لليهود يوم يجتمعون فيه كل سبعة ايام وللنصارى مثل ذلك فهلم فلنجعل يومًا نجتمع فيه ونذكر الله ونصلى ونشكر او كما قالوا فقالوا يوم السبت لليهود ويوم الاحد للنصارى فاجعلوا يوم العروبة كانوا يسمون يوم الجمعة يوم العروبة فاجتمعوا الى اسعد بن زرارة فصلّى بهم يومئذ ركعتين نذكرهم فسمّوا الجمعة حين اجتمعوا اليه فذبح لهم شاة فتغدوا وتعشوا من شاة وذلك لقلتهم فانزل الله فى ذلك اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله اھ ۔

قلنا ومع توفيق الله لهم اليه فيبعد ان يكون فعلهم هذا عن غير اذن من النبى صلى الله عليه وسلم فقد روى الدارقطنى باسناده عن ابن عباس قال اذن النبى صلى الله عليه وسلم بالجمعة قبل ان يهاجر ولم يستطع رسول الله عليه السلام ان يجمّع بمكة ولا يبدى لهم فكتب الى مصعب بن عمير اما بعد فانظر اليوم الذى تجهر فيه اليهود بالزبور لسبتهم فاجمعوا نساءكم وابناءكم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة فتقربوا الى الله بركعتين ۔

سوال۔ عبادت وتعظیم کے لیے تقرری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و اَحَد (سنیچر و اتوار) پر فضیلت و ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وجہ اول۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاریٰ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اوّلاً جمعہ کا اکرام وعبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبت و اَحَد کی تقرری ہوئی کما فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارتہ۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد و رائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق و مطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کما یدل علیہ صریح الحدیث اضلتہ الیھود والنصاریٰ ھدانا اللہ تعالیٰ لہ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبۂ امتِ محمدیہ کے تقدم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاھر عنوان الباطن واشار الی ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیھود غداً والنصاریٰ بعد غد۔ قال السھیلی فی الروض فکان من ھدی اللہ لھذہ الامۃ ان الھموا الیہ ثم اُقِرّوا علیہ لما وافقوا الحکمۃ فیہ فھم الآخرون السابقون یوم القیامۃ کما قال علیہ السلام کان الیوم الذی اختاروہ سابق لما اختارتہ الیھود والنصاریٰ ومتقدم علیہ اھ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسمِ جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع و اتفاقِ اہل اسلام بہرحال عظیم برکت و سعادت ہے۔ یہ اسم و نام کی برکت ہے۔ اسم سبت و اسم احد اس برکت و فائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع و اتحاد اہل اسلام کے پیشِ نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت و برکت بطریق اکمل حاصل نہیں ہو سکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد کا داعی اور افتراق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلتِ جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا و صحیح و مطابق واقعہ و موافقِ مسمّی و

مصداق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اسم جمعہ اسم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ بخلاف سَبْت و اَحَد کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم و فتوی صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاری کا انتخاب سَبت و اَحدان کے اِس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کی ابتدا، اتوار کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سنیچر سے شروع ہو کر خمیس پر ختم ہوئی کما ورد فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم: بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم: بقیہ دنوں کی بہ نسبت جمعہ کی تخصیص بالاکرام والعبادۃ اَولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنسِ بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم: خمیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہٰذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضۂ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم: جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی بہ نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصبِ خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء وفضیلۃ الاخراج من الجنۃ لکونہ سببا لوجود الانبیاء والاولیاء وتضمنہ حکماً وبرکات لا تعد ولا تحصی وکذا موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الاٰخر لکونہ سبباً لوصولہ الی جوار رحمۃ اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورد ان الموت تحفۃ المؤمن۔ اھ۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہٰذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار و عبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منھا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔ ترمذی ج ۱ ص ۹۔

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھے ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر۔ قال العلامۃ السہیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۲۷۱ ان اللہ تعالی لما بدأ فیہ خلق ابینا اٰدم علیہ السلام وجعل فیہ بدأ ھذا الجنس وھو البشر وجعل فیہ ایضاً فناءھم وانقضاءھم اذ فیہ تقوم الساعۃ وجب ان یکون یوم ذکر وعبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ وتذکرۃ بالمعاد وانظر الی قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ وخص البیع لانہ یوم یذکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلۃ مع انہ وتر للایام التی قبلہ فی الاصح من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعۃ کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام واتباعھا بذکر خلق اٰدم من طین وذلک فی یوم الجمعۃ تنبیھاً منہ علیہ السلام علی الحکمۃ وتذکرۃ للقلوب بھذہ الموعظۃ انتہی بحذف۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

رائج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنین	الثلثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعۃ	السبت
قدیم عربی	اوّل	اھون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شِیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بُدبار	برہسپت بار	شکر بار	شنیشچر بار
سریانی	ابوجاد	ھوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	—

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اول میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوالِ فرق وطوائف میں اس بندۂ عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشہورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تلخیص ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرامیہ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدعہ ضالہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ مشبہہ ومجسمہ ہے۔ محمد بن کرّام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ سجستان کا باشندہ تھا۔ ابتداء میں بظاہر زاہد وعابد تھا۔ پھر زمانہ ولایت محمد بن طاہر بن عبداللہ میں نیسابور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہوگئے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی بدعات وخبائث کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی وہ تجسیم معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف وتشدید راء ہے۔ انظر اللباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محلّ حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہوسکتا ہے خلافاً لجمھور اھل الکلام والمحققین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالم اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ وفلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک وکواکب عنصر خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد وفناء نہیں ہیں۔ کان الناس یتعجبون من قول المعتزلۃ ان اللہ تعالیٰ یقدر علی إفناء الأجسام کلھا دفعۃً واحدۃً ولا یقدر علی إفناء بعضِھا مع بقاء بعضٍ منھا وزال ھذا التعجب بقول بعض الکرامیۃ انہ تعالیٰ لا یقدر علی إعدام جسمٍ بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالیٰ بالثقل وقال فی قولہ تعالیٰ اذا السماء انفطرت۔ انھا انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لایجوز فی حکمۃ اللہ اخترامُ الطفلِ الذی یعلم اللہ انّہ إن أبقاہ الی زمانِ بلوغِہ اٰمن ولا اخترامُ الکافرِ الذی لو أبقاہ الی مدّۃٍ اٰمن ویلزمھم ان اللہ انما اخترم ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانّہ

علم انہ لو ابقاہ لم یؤمن وفی ھذا قدح فی قولہ علیہ السلام لو عاش لکان نبیا وقدح فی کل من مات من ذراری الانبیاء علیھم السلام طفلاً۔ کذا ذکرعبد القاھر البغدادی۔

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاھر فی کتاب الفرق ص۲۲۳ د زعموا ای الکرامیۃ انّ المقرّ بالشھادتین مؤمن حقّا وان اعتقد الکفر بالرسالۃ وانّ المنافقین الذین انزل اللہ تعالیٰ فی تکفیرھم آیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقّا وان ایمانھم کایمان الانبیاء والملائکۃ اھ

وقال الشھرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۱۳ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان ھو الاقرار باللسان فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وفرّقوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمنا فیما یرجع الی احکام الظاھر والتکلیف وفیما یرجع الی احکام الاخرۃ والجزاء فالمنافق عندھم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ مستحق للعقاب الابدی فی الاخرۃ ورأوا تصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبدّ من الاحکام الشرعیۃ قتالا علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالاً ببیت المال ومذھبھم اتّھام علی رضی اللہ عنہ فی الصبر علی ماجری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اھ۔

بہرحال کرامیہ کے خرافات وعجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نمازِ مسافر میں کہ مسافر کے لیے صرف دو تکبیریں بغیر رکوع وسجود وبغیر قیام وقعود وبغیر تشہد وسلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے طہارت من الاحداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نزدیک ثوبِ نجس ارضِ نجس پر بدنِ نجس سے نماز جائز وصحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصافِ جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور ذاتاً جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے مماس وپیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھر دیا ہے اور بعض کی رائے میں اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر متمکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال در نزول مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پہ لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھے جہات سے متناہی یعنی ذو نہایہ ہیں اور عند بعضھم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں لامتناہی ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

الصابئۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صابئہ کواکب پرست فرقہ ہے۔ صابئہ بنی آدم میں قدیم تر کا فر فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا۔ بوداسف بادشاہ طہمورث بن نوبجہان بن ارفخشذ بن اوشہنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہمورث سابور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ کے

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدۂ صابئیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں اور ہیکل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملك من ملوك فارس طهمورث بن نوبجهان وكان ينزل سابور وظهر في سنة من ملكه رجل يقال له بوداسف احدث مذاهب الصابئة وقال بوداسف ان معالى الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعدن الحياة في هذا السقف المرفوع وان الكواكب هي المدبرات والواردات والصادرات وهي التي بمرورها في افلاكها وقطعها مسافاتها واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة يتم ما يكون في العالم من الآثار من امتداد الاعمار وقصرها وتركيب البسائط وانبساط المركبات وتتميم الصور وظهور المياه وغيضها وفي النجوم السيارة في افلاكها التدبير الاكبر وغير ذلك مما يخرج وصفه عن حد الاختصار والايجاز واحتذى به جماعة من ذوي الضعف في الآراء فيقال ان هذا الرجل اول من اظهر آراء الصابئة من الحرانيين والكيماريين وهذا النوع من الصابئة مباينون للحرانيين في نحلتهم وديارهم بين بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو البطائح والآجام اھ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ صابئہ فرقہ منسوب ہے صابی بن لمک بن اخنوخ کی طرف وقيل من ولد صابي بن لامك واخنوخ هو ادريس عليه السلام وادريس عليه السلام عند المحققين ليس بجد لنوح عليه السلام ولا في عمود نسبه وقيل ان صابئ بن لامك (لمك) اخ لنوح عليه السلام وقيل ان صابي هو متوشلح جد نوح عليه السلام كذا في اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابئہ روحانیین و انوار کو وسائط تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ و روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ انسان زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں اور ہیاکل اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہرحال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابوحنيفة رحمه الله انهم ليسوا بعبدة الاصنام وانما يعظمون النجوم كما تعظم الكعبة۔ قال الآلوسي مدار مذاهب الصابئة على التعصب للروحانيين واتخاذهم وسائط ولما لم يتيسر لهم التقرب اليها باعيانها والتلقي منها بذواتها فزعت جماعة منهم الى هياكلها فصابئة الروم مفزعها السيارات وصابئة الهند مفزعها الثوابت وجماعة نزلوا عن الهياكل الى الاشخاص التي لا تبصر ولا تغني فالفرقة الاولى هم عبدة الكواكب والثانية هم عبدة

الاصنام وکل من ھاتین الفرقتین اصناف شتی مختلفون فی الاعتقادات والتعبدات وقیل ھم قوم موحدون یعتقدون تاثیر النجوم ویقرون ببعض الانبیاء کیحیٰ علیہ السلام وقیل انھم یقرون باللہ تعالیٰ ویقرءون الزبور ویعبدون الملائکۃ ویصلون الی الکعبۃ وقیل الی مھب الجنوب وقد اخذوا من کل دین شیئًا وفی جواز مناکحتھم واکل ذبائحھم کلام للفقھاء یطلب فی محلہ۔ ولفظ الصابئۃ قیل غیر عربی وقیل عربی من صبأ بالھمز اذا خرج او من صبا معتلًا بمعنی مال لخروجھم عن الدین الحق ومیلھم الی الباطل اھ۔

ابن القیم رحمہ اللہ کتاب تلبیس ابلیس ص ۷۳ پر لکھتے ہیں اصل ھذہ الکلمۃ اعنی الصابئین من قولھم صبأت اذا خرجت من شیٔ الی شیٔ وصبأت النجوم اذا ظھرت وصبأ بہ اذا خرج والصابئون الخارجون من دین الی دین وللعلماء فی مذاھبھم عشرۃ اقوال ثم ذکر تلک الاقوال ان شئت فراجعہ۔ ثم قال فاما المتکلمون فقالوا مذھب الصابئین مختلف فیہ فمنھم من یقول ان ھناک ھیولی کان لم یزل و لم یزل یصنع العالم من ذلک الھیولی وقال اکثرھم العالم لیس بمحدث وسموا الکواکب ملائکۃ وسماھا قوم منھم الھۃً وعبدوھا وبنوا لھا بیوت عبادات وھم یدعون ان بیت اللہ الحرام واحد منھا وھو بیت زحل ولھم تعبدات فی شرائع منھا انھم زعموا ان علیھم ثلاث صلوات فی کل یوم اولاھا ثمان رکعات ثلاث سجدات فی کل رکعۃ وانقضاء وقتھا عند طلوع الشمس والثانیۃ خمس رکعات والثالثۃ کذلک علیھم صیام شھر اولہ الثمان لیال یمضین من اذار وسبعۃ ایام اولھا التسع یبقین من کانون الاول وسبعۃ ایام اولھا الثمان لیال یمضین من شباط ویختمون صیامھم بالصدقۃ والذبائح وحرموا لحم الجزور اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الحَشَوِیّۃ۔ قصہ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے۔ حشویہ بسکونِ شین بھی صحیح ہے اور بفتح شین بھی۔ یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ قدیم فرقوں میں سے ہے۔ یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تجسیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے۔

تسمیہ بحشویہ میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ قیل سمّوا بذلک لان منھم المجسمۃ او ھم المجسمۃ و الجسم حشو ای زائد بالنسبۃ الی الروح والروح اصل والحشو ھو الشیٔ الزائد۔ بنا بر ایں حشویہ بسکونِ شین منسوب ہے حشو کو۔

قول ثانی۔ یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقۃ طرفھا وناحیتھا لہٰذا حشویہ بفتح شین پڑھا جائے گا۔ قال العلامۃ السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویۃ طائفۃ ضلّوا عن سواء السبیل وعمیت

ابصارهم یجرون آیات اللہ علی ظاهرها و یعتقدون انہ المراد سموا بذلک لانہم کانوا فی حلقۃ الحسن البصری رحمہ اللہ فوجدہم یتکلمون کلامًا فقال ردوا ہؤلاء الی حشا الحلقۃ فنسبوا الی حشا۔ اھ۔

وقیل طائفۃ یجوزون ان یخاطب اللہ بالمہمل ویطلقونہ علی الدین قالوا الدین یتلقی من الکتاب و السنۃ۔ کذا قال الشہاب۔

حشویہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدور کبائر ہوسکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبائر کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد جوابات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصدِ مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنسی ولم نجد لہ عزمًا۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبکی وقیل المراد بالحشویۃ طائفۃ لا یرون البحث فی آیات الصفات التی یتعذر اجراؤها علی ظاهرها بل یؤمنون بما ارادہ اللہ مع جزمہم بان الظاہر غیر مراد و یفوضون التاویل الی اللہ وعلی هذا فاطلاق الحشویۃ علیہم غیر مستحسن لانہ مذہب السلف۔ انتہیٰ۔ بہرحال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ ضالہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاہریۃ۔ آیت فمن کان منکم مریضًا او علی سفر الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباعِ داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمومًا احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فرعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ و اعلی اللہ درجاتہم فی الجنۃ۔ داؤدؒ امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلّٰی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدیٰ و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور پانچوں ائمہ ورع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار معتقدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ھو ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبهانی المعروف بالظاهری کان زاهداً متقللاً کثیر الورع اخذ العلم عن اسحاق بن راهویه و ابی ثور وغیرهما وکان صاحب مذهب مستقل وتبعه جمع کثیر یعرفون بالظاهریة وانتهت الیه ریاسة العلم ببغداد۔ کذا ذکر ابن خلکان فی وفیات الاعیان ج۲ ص۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤدؒ نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب و عمرو بن مرزوق و مسدد رحمہم اللہ سے۔ اور نیساپور کی طرف سفر کرکے امام اسحاق بن راہویہ سے مسند و تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آکر یہیں مقیم ہوئے قال وصنف کتبه ببغداد وهو امام اصحاب الظاهر وکان ورعاً ناسکاً زاهداً وفی کتبه حدیث کثیر الا ان الروایة عنه عزیزة جداً۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحیی و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یرد علی اسحاق بن راهویه وما رأیتُ احداً قبله ولا بعده یرد علی اسحاق هیبةً له۔ ابو العباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقله اکثر من علمه حسین بن اسمٰعیل کہتے ہیں رایت داؤد بن علی یصلی فما رأیتُ مسلماً یشبهه فی حسن تواضعه داؤد ظاہریؒ فرمایا کرتے تھے خیر الکلام مادخل الاذن بغیر اذن واحسن الشعر مادخل القلب بلا اذن ابوبکر محمد بن داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں سمعتُ ابی وقال له رجل یا ابا سلیمان فعلت کذا وکذا اشکر الله لک قال بل غفر الله لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وهو اول من اظهر انتحال الظاهر ونفی القیاس فی الاحکام قولا واضطر الیه فعلاً فسماه دلیلاً۔ کذا فی تاریخ بغداد ج۸ ص۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقہ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انه کان یحضر مجلسه اربعمائة صاحب طیلسان اخضر۔

داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصریؒ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدر الشریطی لنفسه من غیر ان یرفعه احد وجلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عمابدا لک فکانی غضبتُ منه فقلت له مستهزءً اسألک عن الحجامة فبرک ابو یعقوب ثم روی طرق حدیث افطر الحاجم والمحجوم ومن ارسله ومن اسنده ومن وقف ومن ذهب الیه من الفقهاء

ومرّی اختلاف طریق احتجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطاء الحجام اجرہٗ ولوکان حراماً لم یعطہ ثم روی طرق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم بقرن وذکر احادیث صحیحۃ فی الحجامۃ ثم ذکر الاحادیث المتوسطۃ مثل مامررت بملاءٍ من الملائکۃ ومثل شفاء امتی فی ثلاث وما اشبہ ذلک وذکر الاحادیث الضعیفۃ مثل قولہ علیہ السلام لا تحتجموا یوم کذا ولاساعۃ کذا ثم ذکر ماذھب الیہ اھل الطب من الحجامۃ فی کل زمان وماذکروہ فیہا ثم ختم کلامہ بان قال واوّل ما خرجت الحجامۃ من اصبہان۔ قال داؤد فقلت لہٗ واللہ لا حقرت بعدک احداً ابداً۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصبہان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکیؒ لکھتے ہیں وکان من المتعصبین للشافعیؒ صنف کتابین فی فضائلہ وقال ابو اسحاق انتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد واصلہ من اصفہان ومولدہ بالکوفۃ ومنشأہ ببغداد وقبرہ بہا۔ قال داؤد دخلت علی اسحاق بن راھویہ وھو یحتجم فجلست فرأیت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلت معاذ اللہ ان نأخذ الّا من وجدنا متاعنا عندہ۔ فجعل یضحک ویتبسم قال السبکی فی طبقاتہ کان داؤد احد ائمۃ المسلمین وھداتہم موصوفاً بالدین المتین۔

داؤد ظاہریؒ بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت وفقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت واستغناء کا ایک قصہ سنیے۔ قاضی ابو عبداللہ محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلت علیہ مہنئاً بالعید واذا بین یدیہ طبق فیہ اوراق ھندباء وعصارۃ فیہا نخالۃ وھو یأکل فھنأتہ وتعجبت من حالہ ای فقرہ وخلو یدہ ورأیتُ ان جمیع مانحن فیہ من الدنیا لیس بشئ فخرجتُ من عندہ ودخلتُ علی رجل یعرف بالجرجانی من محبی الصنیعۃ فلما علم بمجیئی خرج الیّ حاسر الرأس حافی القدمین وقال لی ما عنی القاضی ایدہ اللہ ؟ قلتُ مُہِم قال وماھو ؟ قلتُ فی جوارک داؤد بن علی ومکانہ من العلم ماتعلمہٗ انت فکثیر البر والرغبۃ فی الخیر تتغفل عنہ وحدثتہ ما رأیت منہ فقال لی ان داؤد شرِسُ الخُلُقِ اُعلِم القاضی انی وجّھتُ الیہ البارحۃ الف درہم مع غلامی لیستعین بہا فی بعض امورہ فردّھا مع الغلام وقال للغلام قل لہ بایّ عین رأیتنی وما الذی بلغک من حاجتی وخلّتی حتی وجّھت الیّ ھذا۔ قال فتعجبتُ من ذلک وقلتُ لہ ھات الدراھم فانّی اَحملھا الیہ فدفعہا الیّ ثم قال یا غلام

الکیس الآخر فجاء بکیس فوزن الفا أخری وقال تلک لنا وھذہ لموضع القاضی وعنایتہ قال فخرجتُ وجئتُ الیہ فقرعت الباب فخرج داؤد وکلمنی من وراء الباب وقال ماردّ القاضی قلتُ حاجۃ اکلمک فیھا فدخلت وجلست ساعۃ ثم اخرجت الدراھم وجعلتھا بین یدیہ فقال داؤد ھذا جزاء من ائتمنک علی سرہ آنا بامانۃ العلم اَدخلتُک الیّ ارجع فلا حاجۃ فیما معک قال المحاملی فرجعت وقد صغرت الدنیا فی عینی ودخلت علی الجرجانی فاخبرتہ بما کان فقال امّا انا فقد اَخرجتُ ھذہ الدراھم للہ تعالی لا ارجع فی شئ منھا فلیتولّ القاضی اِخراجھا فی اھل الستر والعفاف علی ما یراہ القاضی۔

داؤد ظاہریؒ کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد کان داؤد اراد الدخول علی الامام احمدؒ فمنعہ وقال کتبَ الیّ محمدُ بن یحیی الذھلی النیسابوری فی امرہ وانہ زعم انّ القراٰن مُحدَث فلا یقربنی فقال لاحمدؒ ابنہ صالح بن احمد یا ابت انہ ینتفی من ھذا وینکرہ فقال احمد محمد بن یحیی اصدق منہ لا تأذن لہ فی المصیر الیّ۔ وحکی انّ اسحاق بن راھویہ لما سمع کلام داؤد بن علی فی بیتہ وثب وضربہ وانکر علیہ وکان داؤد یقول القراٰن محدث ولفظی بالقراٰن مخلوق۔ کذا فی المیزان ج ۱ ص ۳۲۲۔ خطیبؒ اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں۔

سئل داؤد عن القراٰن فقال اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی ھو بین الناس فمخلوق۔ وسُئل مرۃً عن القراٰن فقال القراٰن الذی قال اللہ تعالی لا یمسّہ الا المطھرون وقال فی کتاب مکنون غیر مخلوق واما الذی بین اظھرنا یمسّہ الحائض والجنب فھو مخلوق۔

قال القاضی ابن کامل ھذا مذھب یذھب الیہ الناشئ المتکلم وھو کفر باللہ صح الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی ان یسافر بالقراٰن الی اَرضِ العدوّ مخافۃ ان ینالہ العدوّ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کُتِب فی المصاحف والصحف والالواح وغیرھا قراٰنًا والقراٰن علی ای وجہ قرئ وتلی فھو واحد غیر مخلوق کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴۔

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الی داؤد فغضب عَلیّ احمدُ بن حنبلؒ فدخلت علی احمد فلم یکلّمنی فقال لہ رجل یا ابا عبد اللہ انہ ردّ علیہ مسألۃً قال وما ھی قال قال الخنثاء اذا مات من یغسلہ؟ فقال داؤد یغسلہ الخدم فقال محمد بن عبدۃ الخدم رجال ولکن یُیمّم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب ما اجود ما اجابہ۔

قال تاج الدین السبکی بعد ذکر ھذہ المسألۃ قلت لیس فی جواب داؤد فی مسألۃ الخنثاء ما ھو

بالغ فی النکرۃ وفی مذھبنا وجہ انہ ییمم ووجہ آخر انہ یشتری من ترکتہ جاریۃ لتغسلہ والصحیح انہ یغسلہ الرجال والنساء جمیعا للضرورۃ واستصحابا للحکم الصغر فقول داؤد یغسلہ الخدم لیس ببعید فی القیاس ان یذھب الیہ ذاھب ولا واصل الی ان یجعل مما یضحک منہ وقد کان داؤد موصوفاً بالدین المتین ۔ داؤد ظاہری کا سال ولادت ۲۰۰ھ وقیل ۲۰۲ھ اور سال وفات ماہ رمضان ۲۷۰ھ ہے ۔ قال ابنہ محمد بن داؤد رأیتُ ابی فی المنام فقلتُ ما فعل بك قال غفرلی وسامحنی قلتُ غفر لك فمم سامحك ؟ قال یا بنیّ الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسامح ۔

فائدہ ۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقہ وفروع شریعت میں معتدبہ ہیں یا کہ نہیں ۔ علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں ۔

قول اول ۔ داؤد کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انہ الذی استقر علیہ الامر آخراً ۔

قول ثانی ۔ وہ غیر معتبر ہے مطلقا عند الاستاذ ابی اسحق الاسفراینی ونقلہ عن الجمھور حیث قال قال الجمھور انھم یعنی نفاۃ القیاس لا یبلغون رتبۃ الاجتھاد ولا یجوز تقلیدھم القضاء ۔ وقال امام الحرمین والمحققون من علماء الشریعۃ لا یقیمون لاھل الظاھر وزناً ۔ وقال القاضی ابوبکر انی لا اعدھم من علماء الامۃ ولا ابالی بخلافھم ولا وفاقھم ۔ وقال ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما ھم نقلۃ ان ظھرت الثقۃ ۔

قول ثالث ۔ قولہم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال الشیخ السبکی والد تاج الدین السبکی ان داؤد لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکارہ عنہ ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیہ وخفیہ طائفۃ من اصحابہ زعیمھم ابن حزم ۔ لکن ظاھر کلام داؤد انکارہ جملۃ قال داؤد فی رسالۃ الاصول والحکم بالقیاس لا یجب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیحرم محرم غیر ما حرم لانہ یشبھہ الا ان یوقفنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی علۃ من اجلھا وقع التحریم مثل ان یقول حُرِّمت الحنطۃ بالحنطۃ لانھا مکیلۃ واغسل ھذا الثوب لان فیہ دماً او اقتل ھذا انہ اسود یُعلم بھذا ان الذی اوجب الحکم من اجلہ ھو ما وقف علیہ ومالم یکن ذلك فالبعید واقع بظاھر التوقیف وما جاوز ذلك فمسکوت عنہ داخل فی باب ما عفی عنہ انتھی ۔

فالحق عندنا الاعتبار بقول داؤد خلافاً ووفاقاً کما قال السبکی نعم للظاھریۃ مسائل لا یعتد بخلاف داؤد فیھا لا من حیث ان داؤد غیر اھل للنظر بل لخرقہ فیھا اجماعاً تقدمہ وعذرہ انہ لم یبلغہ الدلیل وذلك کقولہ فی التغوط فی الماء الراکد وقولہ لا ربا الا فی الستۃ المنصوص علیھا و

غیر ذلک من مسائل وجمت سهام الملام الیهم۔ هذا واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

الخوارج۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اوّلین فرقہ فاسقہ ومبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔
اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریہ و شراۃ ونواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کر نافرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج وخوارج کہتے ہیں۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیاً سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ اوکان بعدهم اھ بخلاصتہ۔ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وهو الغالی فی بغض علی رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت ہے قریہ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شراۃ جمع شار ہے مثل قضاۃ جمع قاض۔ سُمّوا انفسهم بذلک لزعمهم أنهم شروا انفسهم من اللہ۔
راجع لتفصیل احوالهم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ والتبصیر ص ۲۶ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۴ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۳۵۳ وکامل المبرد فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القاهر البغدادی ص ۷۲۔
خوارج میں بیس فرقے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں۔ یعنی محکمہ۔ ازارقہ۔ نجدات۔ بیہسیہ۔ عجاردہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔
خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حَکَم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث وحکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالی ان الحکم الا للہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرۂ تحکیم یعنی ان الحکم الا للہ لگاتے تھے جس طرح زمانہ حال کے مبتدعہ نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃ وبدعۃ۔
خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اوّل اکفار علیؓ وعثمانؓ۔ دوم اکفار حَکَمین لعلی ومعاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم اکفار اصحاب الجمل ومن رضی بالتحکیم۔ چہارم اکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم وجوب خروج وبغاوت امام جائر کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حد یا وعید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ وکتاب الفرق فی الفرق ص ۷۳۔
صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریہ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبداللہ بن الکواء تھا۔ جو بعد میں تائب ہو گیا۔ بعدہ عبداللہ بن وہب حرقوص بن زہیر

معروف بہ ذوالثدیہ امیر خوارج بنے۔ ذوالثدیہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں (فی المقالات وغیرہ ان عبد اللہ بن وہب اول من اقرہ الخوارج علیہم اول ما اعتزلوا بایعوہ لعشر بقین من شوال ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبد الرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وفی الخوارج قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاۃ احدکم فی جنب صلاتہم وصوم احدکم فی جنب صیامہم ولکن لایجاوز ایمانہم تراقیہم وقال علیہ السلام سیخرج من ضئضئی ھذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

المرجئۃ۔ مرجیہ ایک گمراہ فرقہ ہے قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ا ص۱۱۴ المرجئۃ صنف آخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی تتعلق بالامامۃ اھ۔

ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجیہ چونکہ عمل صالح کو موخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجیہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کر کے تکبر ترک کر دے اور اللہ ورسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی وتسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت ومحبت وخضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لایزید ولاینقص وقال بعضہم یزید ولاینقص۔

مرجیہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً یونسیہ وعبیدیہ وغسانیہ وثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لایدخل النار وان عصی۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانہم یخرجون عنہا بعد ان یعذبوا بذنوبہم واما التخلید فمحال ولیس بعدل یعنی کفار کا نار میں معذب ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ تعالی علی الاطلاق وان الصلاۃ لیست بعبادۃ للہ تعالی وانہ لاعبادۃ لہ الا الایمان بہ وھو معرفتہ۔

شہرستانی لکھتے ہیں ان اول من قال بالارجاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔

ایک مرفوع حدیث ہے وھو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعنت المرجئۃ علی لسان سبعین نبیا قیل ومن المرجئۃ یارسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعموا ان الایمان هو الاقرار وحدہ دون غیرہ ۔
مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص۵۹ ، الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹ ، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۱۹۷ ، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر البغدادی ص۲۰۲ ۔

فائدہ ۔ بعض جہال نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے ۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے ۔ یہ تہمت اولاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے ۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات و تائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے ۔ جیسا کہ اب گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام وجہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں سے بری ہوتے ہیں ۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے ۔ عبد القاہر بغدادی اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی برأت کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمت ارجاء کی سخت تردید کی ہے ۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں ۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے ۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجئہ ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات ونیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے ۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بری ہیں ۔

ابو حنیفہ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیل ایمان کے لیے اور حصول نجات اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے ۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مؤمن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے ۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت وعلم باللہ سے کوئی شخص مؤمن نہیں بنتا بلکہ مؤمن کے لیے تصدیق وتسلیم وتصدیق بالرسول ضروری ہے نفس معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی ۔ کما قال اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صرف معرفت سے کوئی شخص مؤمن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجئہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرجئۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان الغسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذہبہ ویعدہ من المرجئۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تخریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل اھ۔

بہرحال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت و اتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ و محدثین و ائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ و خوارج بھی ایمان کو تصدیق و اقرار و اعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ و خوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ و خوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق و گنہ گار ہوا۔ بہرحال لفظی و تعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ و امام احمدؒ و دیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابو حنیفہؒ قدریہ و معتزلہ خوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ و خوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجئہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرجئۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب آخر وھو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصدر الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجئا وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلۃ والخوارج اھ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ و کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجئہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجئہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجئہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے۔ چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم موخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کر دے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت وجماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ وخوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قالت المعتزلة یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا برایں معنی کل اہل سنت مرجئہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اولؓ ثانیؓ ثالثؓ بنا برایں شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین ومفسرین ومتکلمین وفقہاء حضرت علیؓ کو درجۂ اُولیٰ سے موخر کر کے درجۂ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا حق یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجئہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرة الی یوم القیامة فلا یقضی علیہ بحکم ما فی الدنیا من کونہ من اہل الجنة او من اہل النار فعلی ہذا المرجئة والوعیدیة فرقتان متقابلتان۔ و قیل الارجاء تاخیر علیؓ عن الدرجة الاولیٰ الی الرابعة فعلی ہذا المرجئة والشیعة فرقتان متقابلتان انتہی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجئہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجئۃ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ ہذا واللہ اعلم۔

الجھمیّة یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم ہذا جعد بن درہم زندیق کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد وخبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درہم عداده فی التابعین مبتدع ضال زعم ان اللہ لم یتخذ ابراہیم خلیلا ولم یکلم موسیٰ تکلیما وقُتِل علی ذلك بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے اپنی ولایت وامارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرة الحفاظ میں لکھتے ہیں الضال المبتدع راس الجہمیة ہلك فی زمان صغار التابعین وما علمتہ روی شیئا ولکنہ زرع شرًّا عظیما۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان کاتبا للحارث بن سریج الذی خرج فی خراسان فی آخر دولة بنی امیة۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر۔ ص ۶۲ وکتاب ملل ونحل ج ۱ ص ۸۶۔

جہمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بناتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فهذه النسبة الى الانسان مثل نسبة الاثمار الى الشجرة والجرى الى الماء والحركة الى الحجر۔ قال الشهرستانی نقلا عنهم قالوا لا قدرة للانسان ولا ارادة ولا اختيار وتنسب اليه الافعال مجازاً كما تنسب الى الجمادات كما يقال اثمرت الشجرة وجرى الماء وتحرك الحجر وطلعت الشمس وغربت و تغيمت السماء وامطرت الى غير ذلك والصواب والعقاب جبر كما ان الافعال كلها جبر واذا ثبت الجبر فالتكليف ايضاً كان جبراً۔

وقال الشهرستانی جهم بن صفوان من الجبرية الخالصة ظهرت بدعته بترمذ وقتله سلم بن احوز المازنی بمرو فی آخر ملك بنی امية اھ۔ الملل والنحل ج ۱ ص۸۶۔ جہمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جهم ان الجنة والنار تفنيان۔

(۲) وان الايمان هو المعرفة بالله فقط وان الكفر هو الجهل به فقط كذا فی كتاب الفرق بين الفرق ص۲۱۱۔

(۳) وان من اتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بجحده لان العلم والمعرفة لا يزولان بالجحد فهو مؤمن۔

(۴) ولا يتفاضل اهل الايمان فيه فايمان الانبياء وايمان الامة على نمط واحد اذ المعارف لا تتفاضل۔

(۵) وان رؤية الله من المحال كما قالت المعتزلة۔ كذا فی الملل ص۸۸ ج ۱۔

(۶) لا فعل ولا عمل لاحد غير الله وانما تنسب الاعمال الى الخلق على المجاز۔

(۷) وان علم الله حادث۔

(۸) وامتنع ان يوصف الله بانه شئ او حى او عالم او مريد قال جهم لا اصفه بوصف يجوز اطلاقه على غيره تعالى ثم انه وصفه بانه قادر وموجد وفاعل وخالق ومحيى ومميت لان هذه الاوصاف مختصة بالله تعالى۔ وكان جهم يخرج باصحابه فيقفهم على المجذومين ويقول انظروا أ ارحم الراحمين يفعل مثل هذا انكاراً لرحمته كما انكر حكمته۔ بہرحال جہمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ هذا والله اعلم۔

المعتزلۃ۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعھم الخ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں۔ اور خلقِ افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ وخوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گزرے ہیں مثل زمخشری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ وعلوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن واحادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد وتقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل وصحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل وتطبیق نہ ہوسکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشائخ اہل سنت والجماعت محدثین ومفسرین کا معروف ومسلّم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل وعقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اوّل۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ کے منکر ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصفِ علم ووصفِ قدرت وحیات وسمع وبصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع وبصیر بھی بعلم ذاتی وبقدرتِ ذاتی وبسمع ذاتی وببصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم وقادر وسمیع وبصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم وقادر ہے سمیع وبصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف واتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں وزعموا انہ لا یری نفسہ ولا یراہ غیرہ واختلفوا هل هو رأی لغیرہ ام لا فاجازہ قوم منھم وابٰاہ قوم اٰخرون منھم۔

سوم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث ومخلوق کہتے ہیں۔

چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیاریہ کے خالق ہیں۔ بنابریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر وعمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدریۃ مجوس هذہ الامۃ وقال علیہ السلام القدریۃ خصماء اللہ بالقدر۔

پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔

ششم۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام وکفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔

ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہذا اللہ تعالی پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالی کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف وجدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعالِ اختیاریہ میں تخلیق خدا تعالی کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے برطرف اور مخالف ہیں یا تقدیر خدا تعالی کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کما صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکاء میں سے تھا۔ پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیسِ اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جہنی وغیلان دمشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جہنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدر وذکروا انہ اخذ ذلک عن نصرانی اسمہ ابو یونس سیسویہ ویعرف بالاسواری معبد بن خالد الجہنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیھا ناساً انتھی۔ دارقطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالح ومذھبہ ردیٔ وعن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اھل العراق یقال لہ سوسن کان نصرانیاً فاسلم ثم تنصر اخذ عنہ معبد الجہنی واخذ غیلان عن معبد صلبہ عبد الملک بن مروان وقیل قتل الحجاج ۸۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۲ وتھذیب التھذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاھر بغدادی ص ۱۸۔

غیلان دمشقی اس الحاد و زندقہ میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ نے گرفتار کرا کر اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار توبہ کیا۔ بعدہ پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبدالملک نے اسے باب دمشق میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۲۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الثغ تھا یعنی حرف را ادا نہیں کر سکتا تھا۔

اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر ص ۴۰ وطبقات معتزلہ ص ۲۸ ووفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبرد ج ۲ ص ۱۲۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ۱ ص ۲۱۔

معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبدالقاہر نے ان کے بیس فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء (۲) ہذیلیہ اتباع ابی الهذیل حمدان بن الهذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعریؒ ج ۲ ص ۴۸۲۔ (۳) النظامیہ اتباع ابراہیم بن سیار المعروف بالنظام یہ ابی الهذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سال وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعمریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۰ھ (۶) الهشامیہ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاحظیۃ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبر ج ۱ ص ۴۵۶ ووفیات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ وطبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبداللہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبهشمیۃ اتباع ابوعلی جبائی متوفی ۲۹۵ھ واتباع ابنہ ابوہاشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ۔ ہذا واللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام و مسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت وعلی رضی اللہ عنہم کے عقائد و آراء کے مخالف ہیں۔

تشیع کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعوں کے بعض عقائد مضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس و مشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنھیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہوگیا تھا۔ اور محبتِ علیؓ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔
کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتھیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں ثابت ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔
تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۲۹ و الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۶ و کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ و مروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ والتبصیر ص ۱۷ و شرح عقیدۃ السفارینی ج ۱ ص ۸۰۔
شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ، و زیدیہ و امامیہ و غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔
اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ[۱] اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی الھاشمیہ[۲]۔ البیانیہ[۳]۔ الرزامیہ۔
فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین فرقے ہیں جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔
فرقہ سوم امامیہ۔ ھم قائلون بامامۃ علیؓ بعد النبی علیہ السلام نصاً ظاھراً قالوا لیس فی الدین والاسلام امر اھم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہوگئے اور بعض مشبہہ ہوگئے۔ اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔
فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ۔ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حدود مخلوق سے نکال کر ان کے لیے احکام ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ الخطابیہ وغیرہ۔
فرقہ پنجم اسمٰعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔
شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتے نمونہ خروارے یہ ہیں۔
(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامتِ علیؓ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کافر ہوگئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیہ کہتے ہیں کہ امامتِ ابوبکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہٰذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زیدیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مؤمن جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوا ہو وہ مخلد فی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کے قائل ہیں۔ بداء کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہو اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گاہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تناسخ کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کما فی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانیہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قالوا حلّ فی علیّ جزء الٰہیّ واتّحد بجسدہ ولذا کان علیّ یعلم الغیب ویحارب الکفار وبھذا الجزء الالٰہی قلع باب خیبر۔ وقالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ وربما یظھر فی بعض الازمان وقالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام ارادبہ علیًّا رضی اللہ عنہ وقالوا ھو الذی یأتی فی الظلل والرعد صوتہ والبرق ابتسامہ۔ عبداللہ بن سبأ کے بارے میں شہرستانی لکھتے ہیں انہ قال لعلیّ کرم اللہ وجھہ انت انت یعنی انت الالٰہ فنفاہ علی رضی اللہ عنہ الی المدائن۔

زعموا انہ کان یھودیا فاسلم وکان فی الیھودیۃ یقول فی یوشع بن نون وصی موسی علیھما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنہ۔

وزعم ان علیا رضی حیّ لم یمت ففیہ الجزء الالٰہی وھو الذی یجیٔ فی السحاب والرعد صوتہ والبرق تبسمہ۔ انتھی۔ کتاب الفرق ص ۲۲۳ میں ہے زعم عبداللہ بن سبا ان علیًّا کان نبیًّا ثم غلا فیہ حتی زعم انہ الٰہ ودعا الی ذلک قومًا من غُواۃ الکوفۃ فامر علیؓ باحراق قوم منھم ثم خاف اختلاف اصحابہ علیہ فنفی ابن سبأ الی سباط المدائن فلما قُتل علیّ زعم ابن سبأ ان المقتول لم یکن علیًّا وانما کان شیطانًا تصوّر للناس فی صورۃ علیّ وان علیًّا صعد الی السماء کما صعد الیھا عیسی بن مریم وانہ سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائہ۔ وزعم بعضھم ان علیًّا فی السحابۃ وان الرعد صوتہ والبرق سوطہ ومن سمع من ھؤلاء الشیعۃ صوت الرعد قال علیک السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورت انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لقولہ تعالی کل شئ ھالك الا وجھہ شیعوں کا یہ فرقہ بیانیہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمعان تمیمی۔

یہ بیان بن سمعان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا وادّعی اوّلاً ان جزءًا الٰھیًّا حلّ فی علیؓ ثم فی محمد بن الحنفیۃ ثم فی ابنہ ابی ھاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوۃ حتی اخذہ خالد القسری وصلبہ۔ وکان بیان بن سمعان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یھزم بہ العساکر وانہ یدعو بہ الزھرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہ فاھزم بہ اعوانی عنك۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۶۶۔ التبصیر ص۷۳، الحور العین ص۱۶۱ تا ص۲۶۲، اعتقادات فرق المسلمین ص۵۹، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص۵۲، کتاب الفرق بین الفرق ص۱۳ و ص۲۳۷۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزء بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب دہی ہر شیعی کے ساتھ لازم بیّن ہے۔ خصوصًا زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنّت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافض کوفہ کا شیوہ ہے غدر و بخل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفی واغدر من کوفی ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساباط مدائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزارہا خطوط لکھ کر یزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کربلا میں وہ سارے ان کے خلاف عبید اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تا آنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع ہوئے اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونتِ زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زید نے کہا انی لا اقول فیھما الا خیراً وما سمعت ابی یقول فیھما الا خیراً انما خرجت علی بنی امیۃ الذین قتلوا الحسین و أغاروا علی المدینۃ یوم الحرۃ ثم رموا بیت اللہ بحجر المنجنیق والنار ففارقوہ فقال لھم رفضتمونی ومن یومئذ سموا الرافضۃ اھ۔

المجوس ۔ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین الخ کی شرح میں مذکور ہے مجوس مشرکین وکفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کواکب پرست۔ مجوس اِتّباعِ ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملتِ ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبر و متصرف ہیں۔ اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدۂ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدۂ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاصِ نور ظلمت سے اور خلاص و امتیازِ ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط مبدءِ عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا معاد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو ثنویہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو مدبرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے الحیّ الناطق۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان و اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائے میں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیقِ اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل وخصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیسا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبر چونکہ بالکل بُرا اور ردّی تھا اور طبیعتِ نور کے مناسب نہ تھا لہٰذا اس فکر و تدبر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہوتے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہوگیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوسکی۔

چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انہوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کر دے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریباس پیدا ہوا۔ پھر ریباس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میشہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انھیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمھیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمھیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انھوں نے لباسِ اجساد و محاربہ اہرمن کو پسند کیا بایں شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت و حسنِ خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کر لے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سبب امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سبب خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی ربانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زروان کو ایک بار کسی شئے میں شک درپیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شئی ہے تو اس شک سے اہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے مچھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر اہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح و شریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زروان کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر واذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہو جائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زروان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام اہرمن ہے۔ اہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطنِ واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز بابِ خروج وظہور کے قریب تھا لہذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہو سکتا تھا اہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہو جاؤں۔

چنانچہ اہرمن یعنی شیطان کسی حیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب اہرمن اپنے والد زروان کے پاس آیا اور زروان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث و شریر و مفسد ہے تو اسے ملعون و مبغوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ اہرمن اپنے باپ سے باغی ہو کر دنیا پر قابض ہو گیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک و صالح تھا اور حسن اخلاق و خیر و صلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب و معبود بنا لیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیقِ شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردی و قبیح شئے بھی پیوست تھی وہ قبیح شئے فکر ردی تھی یا عفونت ردیہ تھی اور یہی ردی و قبیح شئے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور و آفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض و نعیم خالص و سرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور و آفات و

فتن ومصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتداء میں شیطان آسمان میں نہیں جا سکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی حیلہ سے آسمان کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرمن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی حیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرانے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض رہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمائی کیونکہ بزعم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدتِ مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں۔ صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب وفتن ومحن وبلایا ودیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدتِ مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کرانے کی آزادی ہوگی حسبِ زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال وکبریاء وعظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچگانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

فرقۂ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو گشتاسب بن لہراسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذربیجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر رے کی تھی جس کا نام دغدویہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندیق کے بیان میں ہم نے زرادشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجعہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام ومسکن اصطخر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ گشتاسب بن لہراسب بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔
یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر ستر فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شبح ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفایاب ہو گئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی حیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔
زردشت نے گشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی گشتاسب اس پر ایمان لے آیا د
کان دینہ عبادۃ اللہ والکفر بالشیطان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الخبائث۔
زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان واہرمن دونوں متضاد ہیں اور موجوداتِ عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی تراکیب مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لاشریک لہٗ ولاضدلہٗ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر۔ صلاح و فساد۔ طہارت و خباثت کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔
اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالمِ بالا ہے اور شر اپنے عالم اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سببِ خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ھو الذی مزجھما وخلطھما الحکمۃ راھا فی التراکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ فتبع کالظل۔
زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زند اوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ وکیتی یعنی روحانی وجسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) گویش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔
زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منہا دخول قوائم فرس گشتاسب فی بطن

کشتاسب وکان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس ۔ ومنها انہ مر علی اعمی بالدینور فقال خذ واحشیشۃ وصفھالھم واعصروا ماءھا فی عینہ فانہ یبصر ففعلوا فابصر الاعمیٰ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الثنویّة۔ ثنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے۔ ثنویہ مجوس کی طرح اصلین ازلیتین قدیمین یعنی نور وظلمت کے قائل ہیں۔ یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک۔ بخلاف الثنویۃ کہ وہ اصلین یعنی نور و ظلمت دونوں کو ازلی وقدیم مانتے ہیں۔ تاہم یہ فرقہ عقائد وحقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے۔

ثنویہ کہتے ہیں کہ نور وظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے۔ البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر وطبع وفعل وحیز ومکان واجناس وابدان وارواح وصفات فرق ہے۔

ثنویہ میں کئی فرقے ہیں۔ ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا فرقہ مانویہ ہے۔ یہ اصحاب مانی بن فاتک حکیم ہیں۔ مانی سابور بن اردشیر کی حکومت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ مانی کو بہرام بن ہرمز بن سابور نے قتل کیا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔

مانی نے مجوسیت ونصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول وعقائد مجوسیت سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے۔ وہ نبوت موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوت مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں۔ اس کے زعم وعقیدے کے لحاظ سے کوئی شئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں۔ نیز دونوں حساس ودراک وعاقل وسمیع وبصیر ہیں۔ البتہ دونوں میں باعتبار نفس وصورت وفعل وتدبیر تضاد ہے اور دونوں کا حیز ومکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں۔

وہ اس تقابل وتضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حسن۔ فاضل۔ کریم۔ صافی۔ نقی۔ طیب الریح و حسن المنظر ہے۔ اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح۔ ناقص۔ لئیم۔ کدر۔ خبیث۔ منتن الریح اور قبیح المنظر ہے۔

نیز نور کا نفس خیر۔ کریم۔ حکیم۔ نافع وعالم ہے۔ اور ظلمت کا نفس شریر۔ لئیم۔ سفیہ۔ ضار اور جاہل ہے۔

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہتِ فوق ہے واکثرھم علی انہ مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہتِ تحت ہے واکثرھم علی انہا منحطۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس اس کی رُوح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ ماء۔ اور ان کی رُوح نسیم ہے۔ وھی تتحرک فی ھذہ الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس ان کی رُوح۔ ابدانِ اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اور ان کی رُوح دُخان ہے وھی تتحرک فی ھذہ الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ و اٰلھۃ واولیاء لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحکمۃ من الحکیم والمنطق الطیّب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحشرات من العفونات القذرۃ۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دخان نسیم سے خلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب ماء سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں ہر خیر و نفع وصلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناسِ نور۔ اور ہر ضرر و شر و فساد و مصائب کا ماخذ ظلمت ہے یا اجناسِ ظلمت۔ پھر نور نے اجناسِ نور کو اجناسِ ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کواکب چلائے تا کہ ان کی مدد سے اجناسِ نور اجناسِ ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کرلے۔

اجزاءِ نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاءِ ظلمت ہمیشہ نزول و تسفّل کے طالب ہیں۔ اسی طرح یہ کشمکش اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہوکر اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاءِ نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاءِ نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تاآنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مہینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہونے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالتِ بدر کی بچگانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانۂ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تاآنکہ انوار اپنے عالمِ اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تاآنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔

اس کے بعد وہ فرشتہ جو حاملِ ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھامنے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالمِ اعلیٰ و عالمِ اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تاآنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقۂ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقۂ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والدِ انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بُرے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصلِ عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والاختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج و اختلاط کا سبب اتفاق و خبط تھا نہ کہ قصد و اختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندیق کہا جاتا ہے۔ فارس کے تحت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظِ زند اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کر کے ہر ملحد کو زندیق کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانۂ قدیم کے کمیونسٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں کہ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتبِ فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل و النحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدک ینہی الناس عن المخالفۃ والمباغضۃ والقتال ولما کان اکثر ذلک انما یقع بسبب النساء والاموال احل النساء اباح الاموال وجعل الناس شرکۃ فیہما کاشتراکہم فی الماء والنار والکلاء وحکی عنہ انہ امر بقتل الانفس لیخلصہا من الشر ومزاج الظلمۃ۔

فرقہ ثالثہ دیصانیہ ہے۔ یہ اصحاب دیصان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونیہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصلِ ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامعہ رکھا ہے اور یہی اصلِ ثالث نور و ظلمت کے امتزاج و اختلاط کا سبب ہے۔ فان المتنافیین المتضادین لا یمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل الجامع دون النور فی المرتبۃ وفوق الظلمۃ وحصل من الاجتماع والامتزاج ھذا العالم۔

وحکی بعض العلماء عن الدیصانیۃ انہم زعموا ان المعدل الجامع ھو الانسان الحساس الدراک اذ ھو لیس بنور محض ولا ظلام محض وحکی عنہم انہم یرون المناکحۃ وکل ما فیہ منفعۃ لبدنہ وروحہ حراما ویحترزون عن ذبح الحیوان لما فیہ من الالم۔ ھذا واللہ اعلم۔

الیہود ۔ قرآن شریف میں مکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عربی ہے ماخوذ ہے ھاد سے یقال ھاد یھود الرجل اذا تاب۔ سُمّوا بذلک لانہم تابوا عن عبادۃ العجل ووجہ التخصیص کون توبتہم اشق الاعمال۔ اشقیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انھوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزارہا یہودی قتل ہوگئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء یہ ماخوذ ہے ہاد الرجل یہود اذا اسکن سے۔ و منہ الهوادة۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہوذا ہے۔ تعریب کے بعد یہوذا یہود ہوگیا یہوذا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصاریٰ۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانہ مستعمل ہے مثل ندمان وندمانۃ قالہ سیبویہ۔ بنا بریں نصرانیؔ میں یاء مبالغہ کے لیے ہے کما یقال للاحمر احمریٌّ اشارةً الی انہ عریق فی وصف الحمرة۔ اور عند البعض یہ یاء واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجیؔ و روم و رومیؔ۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علیٰ وفق القیاس ہے مثل ندامیٰ جمع ندمان۔

اور بعض علماء ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے مثل مہاریٰ جمع مہریؔ۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے۔ حذفت احدی یائیہ وقلبت الکسرة فتحةً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاً۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔

اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم امّ عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانیؔ اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرایا اور عند البعض نصریؔ اور عند البعض نصرانۃ اور عند البعض نصران تھا۔ هذا واللہ اعلم بالصواب

تمّ تلخیص کتابی المطالب المبرورة فی الفرق المشهورة۔ وللہ الحمد والمنّة۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آدم علیہ السلام ۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیق آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان یعنی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مامور بالسجدہ کل ملائکہ تھے کما قال الجمہور یا فقط ملائکۃ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن واحادیث میں یہ قصہ بتفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقہ ارتقاء اس شکل وہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کر کے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن واحادیث واسلام کے خلاف ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق اٰدم وفیہ اُدخل الجنۃ وفیہ اُخرج منہا۔ رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب مرفوعًا ان اباکم اٰدم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعًا کثیر الشعر۔ رواہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اھبط اٰدم ای بعد اکل الشجرۃ بالھند وحواء بجدۃ وابلیس بدستمیسان من البصرۃ علی امیال واھبطت الحیۃ باصفھان۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۱ ص۸۰۔

وقال وھب بن منبہ لما تاب اللہ علی اٰدم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکۃ فطوی لہ الارض وقبض عنہ المفاوز فلم یضع قدمہ الی شیٔ من الارض الا صار عمرانا حتی انتھی الی مکۃ وکان مھبطہ حین اھبط من جنۃ عدن فی شرقی ارض الھند واھبط اللہ حواء بجدۃ والحیۃ بالبریۃ وابلیس علی ساحل

بحر الابلۃ والابلۃ مدینۃ صغیرۃ بالبصرۃ فیہا نہر الابلۃ وکان آدم امرد وانما نبتت اللحی لولدہ بعدہ و
کان طویلاً کثیر الشعر جعداً آدم اجمل البریۃ ولما ھبط الی الارض حرث وغزلت حواء الشعر وحاکتہ
بیدھا. کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص۸. وایضاً فیہا ولد لآدم اربعون ولداً فی عشرین بطنا وانزل
علیہ تحریم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وحروف المعجم فی احدی وعشرین ورقۃ وھو اول کتاب کان
فی الدنیا ولما مات آدم علیہ السلام حفر لہ فی موضع من جبل ابی قبیس یقال لہ غار الکنز فلم
یزل آدم فی ذلک الغار حتی کان زمان الغرق فاستخرجہ نوح علیہ السلام وجعلہ فی تابوت معہ
فی السفینۃ فلما انصب الماء وبدت الارض ردہ نوح علیہ السلام الی مکانہ وعاش آدم الف سنۃ
انتھی باختصار۔

وکان شیث بن آدم اجل ولد آدم وکان وصی ابیہ وکل البشر من ولدہ وانزل اللہ علی
شیث خمسین صحیفۃ وعاش ۹۱۲ سنۃ۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما فی تاریخ الطبری
ج ۱ ص۸۵ قال لم یمت آدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفاً بنوذ ورأی آدم فیہم الزنا وشرب
الخمر والفساد۔

صوفی ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات کے باب تسعین وثلثمائۃ میں لکھتے ہیں لقد طفت بالکعبۃ
مع قوم لا اعرفہم فانشد وفی بیتین حفظت واحداً ونسیت الآخر وھو ؎

لقد طفنا کما طفتم سنینا　　　بھذا البیت طراً اجمعینا

وقال لی واحد منہم اما تعرفنی فقلت لا قال انا من اجدادک الاول قلت کم لک منذ مت قال لی
بضع واربعون الف سنۃ فقلت لہ لیس لآدم علیہ السلام ھذا القدر من السنین فقال لی عن
ای آدم تقول عن ھذا الاقرب الیک او عن غیرہ فتذکرت حدیثا روی عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان اللہ تعالی قد خلق مائۃ الف آدم۔ انتھی۔ قلت لم یثبت فی حدیث صحیح کثرۃ آدم والصحیح
انہ واحد۔

وفی بعض الکتب ولد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لمضی ۶۵۰۰ سنۃ من زمن آدم علیہ السلام او
نحو ذلک وقد روی انہ علیہ السلام قال ان احسنت امتی فبقاؤھا یوم من ایام الآخرۃ وذلک
الف سنۃ وان اساءت فنصف یوم۔ وقیل ولد نبینا علیہ السلام لتمام ۶۰۰۰ سنۃ من عھد آدم
علیہ السلام۔ وعن ابن عباس الدنیا جمعۃ من جمع الآخرۃ سبعۃ آلاف سنۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

نوح علیہ السلام - ھو نوح بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ و ھو ادریس بن یرد بن مھلاییل بن قینن بن انوش بن شیث بن اٰدم ابی البشر علیھم السلام - آپ کے چند احوال یہ ہیں - (۱) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزر رہے تھے - کماذکرہ ابن جریر وغیرہ یا ۱۴۶ سال - بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے - یہ سب تخمینی اور ظنی باتیں ہیں -

اخرج ابن حبان بسندہ عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یارسول اللہ اُنبیٌ کان اٰدم قال نعم مکلّمٌ قال فکم کان بینہ و بین نوح قال عشرۃ قرون - اس حدیث کے پیش نظر آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے - آپ کی عمر بڑی طویل تھی - قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون - آپ کی بد دعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہوگئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عند ابن عباس ؓ ، اور ۷۲ تھے بقول کعب احبار -

آپ آدم ثانی تھے - کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام و حام و یافث سے آگے پھیلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہوگئی جو آپ کے رفقاء تھے - قال اللہ تعالی وجعلنا ذریتہ ھم الباقین - وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب وحام ابو الحبش و یافث ابو الروم - رواہ احمد - وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا وُلد لنوح علیہ السلام سام وحام و یافث فولد لسام العرب وفارس والروم والخیر فیھم وولد لیافث یاجوج وماجوج والترک والسقالبۃ ولا خیر فیھم وولد لحام القبط والبربر والسودان اخرجہ البزار -

اہل پاکستان و ہندستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں - نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے روی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمرو یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الا یوم عید الفطر و یوم الاضحی وزاد الطبرانی وصام داؤد نصف الدھر وصام ابراھیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر و افطر الدھر -

تاریخ طبری میں ہے کہ لمک بن متوشلخ نوح بن لمک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمورہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمورہ کے بطن سے حام - سام - یافث پیدا ہوئے - لمک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا - اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے - وقیل غیر ذلک وقد روی عن جماعۃ من السلف انہ کان بین اٰدم ونوح علیھما السلام عشرۃ قرون کلھم علی ملّۃ الحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیھم نوح علیہ السلام وقالوا ان اول نبی ارسلہ اللہ الی قوم بالانذار والدعاء الی توحید نوح علیہ السلام۔

اولاد آدم میں طویل ترعمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل نوحًا الی قومہ وھو ابن خمسین وثلثمائۃ سنۃ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا ثم عاش بعد ذلک خمسین وثلثمائۃ سنۃ۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال بعث اللہ نوحا الیھم وھو ابن اربعمائۃ سنۃ وثمانین سنۃ ثم دعاھم فی نبوتہ مائۃ و عشرین سنۃ ورکب السفینۃ وھو ابن ستمائۃ سنۃ ثم مکث بعد ذلک ثلثمائۃ وخمسین سنۃ۔ نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین وطریقے سے اختلاف کر کے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی حام وسام و یافث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس وہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قولہ تعالیٰ وفار التنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انبجس الماء من وجہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنورًا قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض واعلی مکان فیھا قالہ قتادۃ۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں قالہ الحسن وکان تنورًا من حجارۃ وکان لآدم ثم انتقل الی نوح علیھما السلام فنبع الماء منہ فعلمت بہ امرأتہ فاخبرتہ۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاھد کان ذلک فی ناحیۃ الکوفۃ وعن الشعبی کذلک وقال اتخذ نوح علیہ السلام السفینۃ فی جوف مسجد الکوفۃ وعن مقاتل ذلک تنور آدم وانما کان بالشام وعن ابن عباس کان التنور بالھند۔

وعن مالک بن سلیمان بن الھروی ان الحیۃ والعقرب اتیا نوحا فقالا احملنا فی السفینۃ فقال انکما سبب الضر والبلایا فلا احملکما قالا احملنا ونحن نضمن لک ان لا نضر احدًا ذکرک فمن قرأحین یخاف مضرتھما سلام علی نوح فی العالمین انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین لم یضراہ۔ کذا فی العرائس للثعلبی ص۳۶۔

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۴۲ھ من ہبوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جودی پہاڑ پر استقرار کے بعد۔ نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ھ من الہبوط ہے۔

ھذا واللہ اعلم۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ھو ابراھیم ابن تارخ بن ناحور علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام اُمیلہ ہے کماذکرابن عساکر وقال الکلبی اسمھا بونا بنت کربُنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وھوالاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کواکبِ سبعہ کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ اٰزر اتتخذ اصناماً اٰلھۃ۔

بعض علماء مثل حافظ سیوطیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر اَب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست و مشرک و کافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وتقلبك فی الساجدین۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ بطنِ سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ بطنِ ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلادِ شام کو پھر دیارِ مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارضِ مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم و محمد و موسیٰ و نوح و عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفی الصحیحین عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاایھا الناس ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلاً۔ وذکر ابن ابی حاتم باسنادہ لما اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا القی فی قلبہ الوجل حتی ان کان خفقان قلبہ یسمع من بعد کما یسمع خفقان الطیر فی الھواء۔ (۴) آپ تمام امم میں محبوب و معظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۂ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) روی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعًا یحشر الناس حفاۃ عراۃ غرلا فاول من یکسی ابراھیم علیہ السلام (۷) واخرج احمد باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یاخیر البریۃ فقال ذاک ابراھیم ورواہ مسلم ایضًا۔ وقال ذلک تواضعًا اوقبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراھیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراھیم الخ۔

(۹) آپ نے بامر اللہ تعالی ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا۔ اس سے پہلے ختنہ کا حکم نہ تھا اور نہ رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراھیم علیہ السلام اول من اضاف الضیف واول من اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رأی الشیب فقال یارب ماھذا فقال وقار فقال یارب زدنی وقارًا واول من استحد واول من لبس السراویل۔ وفی محاضرۃ الاوائل ص۳۷ ان ابراھیم اول من ھاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ ابا الانبیاء فروی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف الضیفان واول من قلم الاظفار وقص الشارب وثرد الثرید وصافح وعانق وخطب علی المنبر و اول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ الھرم ولم یشب وکان الرجل یأتی وفیھم الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراھیم علیہ السلام رب اجعل لی شیبا ووقارا اعرف بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللھم زدنی وقارًا۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبطیہ مصریہ سے۔ پھر اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھٹے بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سورج۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السھیلی فی کتابہ التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج۱ ص۱۷۵۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراھیم علیہ السلام لمضی ۱۰۸۱ سنۃ من الطوفان و لمضی ۳۳۲۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراۃ ان عمر ابراھیم کان یوم وفاۃ نوح علیہما السلام ۵۳ سنۃ وابراھیم علی رأی بعضھم اب لجمیع الشعوب من بعدہٖ فلذلک کان الاب الثالث للخلیقۃ من بعد آدم ونوح علیہما السلام وتوفی ابراھیم علیہ السلام لمضی ۳۴۹۸ سنۃ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عزیر علیہ السلام۔ آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں زندہ کرکے اٹھادیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل دے کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالی وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام و زکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال انہ کان فیما بین داؤد و سلیمان و بین زکریا و یحییٰ۔ بنابریں قول آپ کا زمانہ زمانۂ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رضؓ ان عزیراً کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام۔ ھو موسیٰ بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام۔ مدین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام ایارخا ہے بقول سہیلی وقیل ایاذخت و فی تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمھا لوخا بنت ھاند و فی بعض التفاسیر یوحانذ۔ کذا فی البدایۃ والنھایۃ وھو اشبہ۔ آپ ذو العزم نبی و رسول ہیں۔ آپ پر توراۃ نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عموماً ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امتِ محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہوکر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے روی احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفاً قال جاء ملك الموت الی موسیٰ علیہ السلام فقال اجب ربك فلطم موسیٰ عین ملك الموت ففقأھا و رواہ ابن حبان مرفوعاً ثم استشکلہ ابن حبان واجاب عنہ بما حاصلہ انہ علیہ السلام

لم یعرفہ لمجیئہ علی غیر صورۃ یعرفہا موسی علیہ السلام فلطمہ لانہ دخل دارہ بغیر اذنہ هذا موافق لشریعتنا فی جواز فقء عین من نظر الیك فی دارك بغیر اذن اھ وعن ابی هریرۃ مرفوعًا ان ملك الموت کان یأتی الناس عیانًا (ای فی صورۃ انسان) حتی اتی موسی علیہ السلام فلطمہ ففقأ عینہ قال فرجع فقال یا رب ان عبدك موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیك لشققت علیہ فقال ائت عبدی موسی فقل لہ فلیضع کفہ علی متن ثور فلہ بکل شعرۃ وارت یدہ سنۃ وخیرہ بین ذلك وبین ان یموت الآن قال فاتاہ فخیرہ فقال موسی علیہ السلام فما بعد ذلك قال الموت قال فالآن اذاً۔ قال فشمہ شمۃ قبض روحہ قال فجاء بعد ذلك الی الناس خفیًا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقتِ وفات ۱۲۰ سال تھی ۔ عشرون من ذلك فی ملك افریدون ملك فارس ومائۃ منہا فی ملك منوشہر وکان ابتداء امرہ من لدن بعثہ اللہ نبیًا الی ان قبضہ اللہ الیہ فی ملك منوشہر کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵ ۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۷ ماہ آذار میں ہوئی ۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوط آدم علیہ السلام از جنت کے ۳۸۶۸ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے ۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی ۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ۴۴۵ سال گزر گئے تھے ۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی ۔ پھر ۴۰ سال میدان تیہ میں گزارے تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے ۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج وغرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی ۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے ۔

شہر مدین میں موسیٰ علیہ السلام کا عقدِ نکاح صفورہ بنت یترون سے ہوا ۔ یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے ۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بکریوں کے لیے آپ نے مدین میں کنویں سے پانی نکالا تھا ۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالی حکایتہ فجاءتہ احدٰھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوك لیجزیك اجر ما سقیت لنا ۔ قیل ان یترون کان کاهن مدین والکاهن الحبر وقیل الذی استأجر موسی علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین هو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ای الاجلین قضی موسی (عشر سنین او ثمان) قال اتمہا واکملہا ۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۲۰۶ ۔

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریبًا ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسی من مصر الی مدین وبینہما مسیرۃ ثمان لیال ویقال نحو من الکوفۃ الی البصرۃ۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسۃ امرأتان کلتاھما تفرستا فی موسی علیہ السلام فاصابتا احداھما امرأۃ فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولک لا تقتلوہ والاخری بنت شعیب حیث قالت یاابت استأجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قالوا وتزوج موسی علیہ السلام بالصغری ھذا واللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعدہٗ اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اول من رکب الخیل وکانت وحوشًا فانسھا ورکبھا وانہ اول من تکلم بالعربیۃ الفصیحۃ البلیغۃ۔ وذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ص۱۹۲ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیۃ البینۃ اسماعیل وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ کی روایت ہے قال شکی اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حر مکۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ انی سأفتح لک بابًا الی الجنۃ الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیک روحھا الی یوم القیامۃ۔ کذا فی البدایۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیہ کے آس پاس پہاڑ میں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص۲۱۶ یقال ان فی جبل احد قبر ھارون اخی موسٰی علیہما السلام وفیہ قبض فواراہ موسی علیہ السلام فیہ وکانا قد ما حاجین او معتمرین وعن ابن دحیۃ ان ھذا باطل بیقین وان نص التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفۃ لانہ یقال المدینۃ شامیۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسی علیہما السلام۔ اھ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالی لما دعا موسی علیہ السلام یعنی بد عائہ قولہ رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض، قال فدخلوا التیہ فکل من دخل التیہ ممن جاوز العشرین سنۃ مات فی التیہ قال فمات موسی علیہ السلام فی التیہ ومات ھارون علیہ السلام قبلہ قال فلبثوا فی تیہہم اربعین سنۃ وناھض یوشع علیہ السلام بمن بقی معہ مدینۃ الجبارین فافتتح یوشع المدینۃ وعن قتادۃ ان موسی علیہ السلام مات فی الاربعین سنۃ ولم ید خل بیت المقدس منہم الا ابناؤھم اھ۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵ ۔

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۳ الذی علیہ الجمھور ان ھارون علیہ السلام توفی بالتیہ قبل موسٰی علیہ السلام بنحو من سنتین وبعدہ موسی علیہ السلام فی التیہ ایضًا وفیہ ج ۱ ص ۳۱۷ ان موسی علیہ السلام سأل اللہ تعالی عند موتہ ای فی التیہ ان ید نیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال ابو ھریرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلوکنت ثم لأریتکم قبرہ الی جانب الکثیب الاحمر۔ ھذا واللہ اعلم ۔

زکریا علیہ السلام ۔ شرح ذلك بانہم کانوا یکفرون بأیٰت اللہ ویقتلون النبیین الآیۃ میں آپ اور یحیٰی علیہما السلام مذکور ہیں ۔ آپ یحیٰی علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالیٰ یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیًا۔ زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے کفیل تھے۔ روی ابو ھریرۃ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا ۔ رواہ احمد ۔

وفی المعارف ص ۲۳ تزوج زکریا ایساع ابنۃ عمران اخت لمریم ابنۃ عمران واسم ام مریم حنۃ وکان یحیٰی وعیسٰی علیہما السلام ابنی خالۃ واشاعت الیھود انہ رکب من مریم الفاحشۃ وقتلوہ فی جرف شجرۃ قطعوھا وقطعوہ معہا اھ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

شعیب علیہ السلام ۔ آیت واذا ستسقٰی موسٰی لقومہ الآیۃ اور آیت وباءو بغضب من اللہ ذلك بانہم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا بلیغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالی والی مدین اخاھم شعیبًا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدّہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں ۔ حدیث ابوذرؓ ہے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسل اربعۃ من العرب ھود وصالح وشعیب ونبیك یا اباذر۔ وہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیبًا مات بمکۃ ومن معہ من المؤمنین وقبورھم غربی الکعبۃ بین دار الندوۃ ودار بنی سھم ۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخہ ۔

وفی اللقطة ص۳۵ بُعث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکة واھل مدین و قد اختلفوا فی نسبہ فقیل من ولد ابراھیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابراھیم وکان الایکة من شجر ملتف فلم یؤمنوا فاھلکھم بسحابة امطر علیھم نارًا یوم الظلة واھلک اھل مدین بالزلزلة ۔اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ا ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بھتیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یترون تھا اور یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن یوذی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے۔ یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزارہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈر کر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یک دم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مر گئے۔ بڑی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کر دیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرمادیا وہ مردے زندہ ہو کر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تکبیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانک ربنا وانا نحمدک لا الہ الا انت ۔ قال اللہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم۔ حدیث شریف سے عن عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السقم عذب بہ الامم قبلکم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارًا منہ ۔اخرجہ احمد۔ ھذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام ۔ ھو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم الصلوٰة والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادتِ بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ الیساخر۔ زابلون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل وحسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کر کے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ۔ تفصیلی قصہ قرآن میں موجود ہے۔
پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسراء میں ہے فمررت بیوسف واذا ھو قد اعطی شطر الحسن
ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السھیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان
اذا اتتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجھہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ فلما
دخلوا علی یوسف اٰوی الیہ ابویہ الآیۃ۔ بروایت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸۰ سال کے بعد
یوسف اوران کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے
بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنۃ کان فراقہ لابیہ
وبقیا مفترقین ۲۱ سنۃ ثم اجتمعا فی مصر وبقیا مجتمعین ۱۷ سنۃ وعاش یوسف علیہ السلام
۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنۃ من مولد ابراھیم علیہ السلام وکان وفاۃ یوسف علیہ السلام
قبل مولد موسی علیہ السلام باربع وستین سنۃ۔

وکانت وفاۃ یوسف بمصر ودفن بھا حتی کان بین موسی وفرعون ماکان فلما سار موسی
علیہ السلام من مصر ببنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معہ فی التیہ حتی
مات موسی علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس
وقیل عند الخلیل علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام۔ جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب
انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اواب وشددنا ملکہ واٰتیناہ
الحکمۃ وفصل الخطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوتِ زبور کے وقت پہاڑ اور
پرندے بھی متأثر ہوکر شریکِ تلاوت ہوجاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یاجبال اوّبی معہ والطیر الّنا
لہ الحدید الآیۃ۔ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرمادیا تھا جس سے آپ اشیاء ضرورت
بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اما بعد کے اول قائل ہیں اور یہی
فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام احب الصلاۃ
الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن
الصوت مالم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینعکف حولہ حتی یموت عطشا وجوعاً و

حتی ان الانہار لتقف۔ ثامنًا روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعًا خُفّف علی داؤد القراءۃ فکان یأمر بدابتہ فتسرج فکان یقرأ القراٰن (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابتہ وکان لا یأکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ احمد والبخاری۔ تاسعًا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملأ اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اسے چالیس سال اور دیدیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰ سال کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی۔ والقصۃ طویلۃ مرویۃ فی الترمذی ومسند احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت ولادۃ داود علیہ السلام سنۃ ۳۳۳۳ من ہبوط اٰدم علیہ السلام وملک ۴۰ سنۃ وتوفی ولہ سبعون سنۃ فی اواخر سنۃ ۵۳۵ من وفاۃ موسی علیہ السلام وفی کتاب تقویم التواریخ وفیہا ای فی سنۃ مولد داؤد علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشہر کان فی زمن موسی علیہ السلام وکان کیقباذ فی زمن داؤد علیہ السلام۔ ہذا واللہ اعلم۔

سلیمان علیہ السلام۔ قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس عُلّمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیٔ۔ مراد وراثتِ نبوت وملک ہے نہ کہ وراثتِ مالی۔ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نوث لا نُوَرّث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان واحوال بالکل نرالے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھادی تھی۔ ثانیًا۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملۃ، الی قولہ فتبسم ضاحکًا من قولہا۔ ثالثًا کل انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعًا۔ انسانوں کے علاوہ کل جنات وشیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ خامسًا۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پہ بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سادسًا ہوا بھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رُخاءً حیث اصاب۔

سابعًا۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج وتخت

سمیت ہوا کے دوش پر سفر کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر۔
ثامنًا. آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تجدید کی۔

وفی اللقطۃ صـ۳۶ ابتدأ سلیمان علیہ السلام عمارۃ بیت المقدس واقام فیھا سبع سنین و فرغ فی السنۃ الحادیۃ عشرۃ من ملکہ وکان ارتفاع البیت ۳۰ ذراعًا وطولہ ۶۰ ذراعًا فی عرض ۲۰ ذراعًا وعمل خارج البیت سورًا محیطًا بہ امتدادہ ۵۰۰ ذراع وفی السنۃ الخامسۃ والعشرین من ملکہ جاءتہ بلقیس ملکۃ الیمن ومن معھا واطاعتہ جمیع ملوک الدنیا واستمر سلیمان علیہ السلام علی ذلک حتی توفی وعمرہ ۵۲ سنۃ۔

وکانت مدۃ ملکہ اربعین سنۃ فیکون وفاۃ سلیمان علیہ السلام فی اواخر سنۃ ۵۷۵ لوفاۃ موسی علیہ السلام وکانت ولادۃ سلیمان علیہ السلام سنۃ ۴۳۹۱ من ھبوط آدم علیہ السلام وملک بعد ابیہ وعمرہ اثنتا عشرۃ سنۃ فی سنۃ ۴۴۰۳ من الھبوط وفیھا توفی داؤد علیہ السلام وابتدأ عمارۃ بیت المقدس فی السنۃ الرابعۃ من ملکہ وھی سنۃ ۵۳۹ لوفاۃ موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔ وفی بعض ھذہ التواریخ اختلاف کثیر وصرح اصحاب التاریخ ان سلیمان علیہ السلام کان قبل عیسٰی علیہ السلام بنحو ۹۵۰ سنۃ وتولی بخت نصر علی بابل فی سنۃ ۹۵۳ لوفاۃ موسی علیہ السلام وقیل فی سنۃ ۹۷۸ من وفاۃ موسٰی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔

ادریس علیہ السلام۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلھا اور تفسیر تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الآیۃ میں مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتٰب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًّا۔
آدم و شیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اول نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں واقع ہیں۔

ادریس علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف بہت سی اولیات منسوب ہیں قیل ھو اوّل من خطّ بالقلم واوّل من تکلّم فی علم الرمل واول من تکلّم فی الھیئۃ واول من تکلّم فی علم الفلک۔ وفی المعارف لابن قتیبۃ صـ۱۰ ماحاصلہ ان اسمہ اخنوخ فاخنوخ ھو ادریس وھو ابن الیارد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیھم السلام وانما سمی ادریس لکثرۃ ما کان یدرس من کتب اللہ تعالیٰ وسنن الاسلام و انزل علیہ ثلاثون صحیفۃ وھو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون الجلود اھ
بعض کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعين من الفتوحات ماحاصله ان العالم لا یخلو مانا واحدًا من قطب یکون فیہ کماھو فی الرسل علیھم السلام ولذلک ابقی اللہ تعالی من الرسل الاحیاء باجسادھم فی الدنیا اربعۃ ثلاثۃ مشرّعون وھم ادریس والیاس وعیسی و واحد حامل العلم اللدنی وھو الخضر علیھم الصلاۃ والسلام۔اھ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے ماخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلاف شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال ابن عربی فی لواقح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل علی الفلاسفۃ الا من تاویلھم وذلک انھم اخذوا العلم من شریعۃ ادریس علیہ السلام فاوّلوا ما بلغھم من کلامہ لما رفع فاختلفوا کما اختلفنا نحن فی کلام نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فاحلّ ھذا العالم ماحرّمہ العالم الآخر قال الشیخ وما علمت اخطأ الا من ادریس علیہ السلام حین اجتمعت بہ فی واقعۃ من الوقائع فاخذت عنہ علمہ علی وجہ الحق انتھی کذا فی الیواقیت ج ا ص۱۵۱۔

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہو چکا والثانی ما ذکرہ البعض انہ من ولد شیث علیہ السلام بینہ وبین شیث بن آدم علیھم السلام اربعۃ آباء ارسل بعد موت آدم علیہ السلام بمائتی سنۃ۔ ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقیل لما مات احیاہ اللہ تعالی وادخلہ الجنۃ وھو فیھا الآن۔ کذا فی انسان العیون ج۱ ص۳۹۶۔ ھذا واللہ اعلم۔

یحییٰ علیہ السلام۔ یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام معاصر تھے۔ یحییٰ علیہ السلام پر خوف وبکاء کا غلبہ تھا۔ عن قتادۃ رحمہ اللہ ان الحسنؓ قال ان یحییٰ وعیسی علیھما السلام التقیا فقال لہ عیسی علیہ السلام استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ الآخر استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ عیسی علیہ السلام سلّمتُ علی نفسی وسلّم اللہ علیک فعرف۔ اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا۔

وروی ابن عساکر ان ابوی یحیی خرجا فی تطلّبہ فوجداہ عند بحیرۃ اردن فلما اجتمعا بہ ابکاھما بکاءً شدیدًا لما ھو فیہ من العبادۃ والخوف من اللہ عزوجل۔ وروی ابن المبارکؒ عن وھیب قال فقد زکریا ابنہ یحیی ثلثۃ ایام فخرج یلتمسہ فی البریۃ فاذا ھو قد احتفر قبرًا وقام فیہ یبکی علی نفسہ فقال یا بُنیّ انا اطلبک من ثلثۃ ایام وانت فی قبر قد احتفرتہ قائم تبکی فیہ فقال یا ابت الستَ انت اخبرتنی ان بین الجنۃ والنار مفازۃ لا تقطع الا بدموع البکائین فقال لہ ابک یا بُنیّ فبکیا جمیعًا۔

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین و مؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صخرہ پر ہوا۔ جہاں پر ستر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فعن زید بن واقد قال وکلنی الخلیفة الولید علی العمال فی بناء جامع دمشق فوجدنا فیہ مغارة فعرفنا الولید ذلك فوافانا فی اللیل و بین یدیہ الشمع فنزل فاذا ھی ای المغارة کنیسة لطیفة ثلاثة اذرع فی ثلاثة اذرع واذا فیھا صندوق ففتح الصندوق فاذا فیہ سفط وفی السفط رأس یحیی بن زکریا علیھما السلام مکتوب علیہ ھذا رأس یحیی بن زکریا فامر بہ الولید فرده الی مکانہ وقال اجعلوا العمود الذی فوقہ مغیرًا من بین الاعمدة فجعل علی الرأس عمود مسفط الرأس۔ وفی روایة عن زید بن واقد ان ذلك الموضع کان تحت رکن من ارکان القبة یعنی قبل ان تبنی قال وکان علی الرأس شعر و بشر و ذکر فی البدایة ج ۹ ص ۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس یحیی بن زکریا وقد اخرج من اللیطة القبلیة الشرقیة التی عند مجلس بجیلة فوضع تحت عمود الکاسة قال الاوزاعی ھو العمود الرابع المسفط انتھی۔

قد جاء فی بعض الروایات ان یحییٰ علیہ السلام ھو الذی یذبح الموت یوم القیامة یضجعہ و یذبحہ بشفرة تکون فی یدہ والناس ینظرون الیہ والموت یکون فی صورة کبش املح فیوقف علی سور بین الجنة والنار وقیل الذی یذبح الموت جبریل علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

عیسٰی علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صفِ انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اولاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت فی صحیح الروایات و بنص القرآن۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا ورفعناہ مکاناً علیاً لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامساً۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔ سادساً۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے باجماعت ادا فرمائیں گے وھذا اکرام عظیم للہ تعالیٰ لامة محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سابعاً۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال اللہ تعالیٰ حکایةً یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ ثامناً حدیث ہے عن ابی ھریرة مرفوعاً کل

بنی ادم یطعن الشیطان فی جنبه حین یولد الا عیسی بن مریم۔ ذھب یطعن فطعن فی الحجاب۔ اخرجہ احمد۔ تاسعًا پیدا ہونے کے فورًا بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برأت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ و یکلم الناس فی المھد۔ کما صرح بہ القرآن۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المھد میں آپ کے شرکاء تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عاشرًا۔ آپ کی والدہ بقول بعض علماء نبیہ تھیں۔ ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریمؑ نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصۂ رجال ہے۔

وفی کتب التاریخ ان عیسٰی علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأۃ من جذام قبیلۃ بالیمن و یولد لہ ولدان یسمی احدھما محمدًا والاخر موسٰی یمکث اربعین سنۃ وقیل خمسًا واربعین سنۃ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعًا وقیل خمسًا ویدفن اذا مات فی روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل فی حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤیدہ ما ورد و یدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی من قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ ھذا واللہ اعلم۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپؐ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ و اخبار میں اختلاف ہے۔ عبدالمطلب کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس لہ او لانہ ولد وفی رأسہ شیبۃ۔

عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا، ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبدالمطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبدالمطلب یقول للناس السائلین ھذا عبدی حیاءً فلما دخل مکۃ احسن من حالہ و اظھر انہ ابن اخیہ۔

ہاشم کا اصل نام عمرو العلا تھا سمی ھاشما لھشم الثرید واطعامہ الناس۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زید تھا وعن الشافعیؒ ان اسمہ یزید۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور چھے بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وھو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابوطالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولھب اور اس کا نام عبدالعزی تھا (۹) حارث (۱۰) غیداق۔ اور اس کا نام حجل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوۃ والسلام۔ بنات عبدالمطلب یعنی عماتِ نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمۃ (۳) بیضاء اور یہ امّ حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) برۃ (۵) صفیۃ (۶) اروٰی۔

عبداللہ والدِ نبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائذ ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبد المطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نُتیلہ۔ ھالہ۔ لُبنیٰ۔ صفیہ۔ ممنعہ۔ فاطمہ زوجہ عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں عبداللہ۔ زبیر۔ ابوطالب۔ عاتکہ۔ امیمۃ۔ بیضاء۔ برۃ۔ عبدالمطلب کی دوسری زوجہ نتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ نتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضرار۔ عبدالمطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وھیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبدالمطلب کی چوتھی زوجہ لبنیٰ تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنیٰ کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولھب۔ عبدالمطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروٰی۔ عبدالمطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممنعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غیداق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۵۲۔

نسب آمنۃ امّ النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپؐ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے اخوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام واقعہ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعہ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکمؒ چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپؐ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولّد میں مشہور چار اقوال ہیں۔(۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔(۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقتِ چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبیّ علیہ السلام یوم الاثنین ونُبّئَ یوم الاثنین وھاجَرَ من مکّۃَ یوم الاثنین ودَخَل المدینۃَ یوم الاثنین وتوفّیَ یوم الاثنین وعن ابن عباسؓ وُلِدَ یومَ الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ النبوۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وتوفّی یوم الاثنین فی ربیع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہٰذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقولِ بعض آپؐ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ما روی عن عثمان بن ابی العاص عن امّہ رضی اللہ عنہما انھا شھدت ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شیئ انظر الیہ من البیت الّا نورًا وانی لانظر الی النجوم تدنوحتی انّی لاقول لتقعن علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپؐ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سُئِل عن صَومِ یوم الاثنین فقال فیہ ولدتُّ۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء۔ واہلِ کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپؐ کے تولّد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولّد کی تکمیل ہو کر آپؐ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقتِ قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولّد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سہیلیؒ واقدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تولّد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبانِ فصیح ان الفاظ پر تکلّم فرمایا جلالُ ربّی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکلّم فرمایا اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ اس بات میں کوئی بُعد نہیں کہ ان سب پر تکلّم فرمایا ہو ولادت کے ساتویں دن عبد المطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا اردت ان یحمدہ اللہ فی السماءِ ویحمدہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک محمد اشہر اسماء ہے

نبی علیہ السلام کے دو نامِ مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمّد (۲) احمد۔
کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپؐ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزماںؐ کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپؐ کے تولّد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہلِ کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرفِ نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہوجائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔
تولّد کے بعد اوّلاً آپؐ کو ثوبیہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمہؓ کان محمد یشبُّ فی الیوم شباب الصبیّ فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پاگئے۔ لیکن یہ بات واقدی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولّد کے آٹھ ماہ بیس دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپؐ کے سرپرست آپؐ کے جد عبدالمطلب تھے۔ جب آپؐ چھے یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا اور عبدالمطلب نے آپؐ کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔
اور جب آپؐ کی عمر چھے سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہوگیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔
ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومتِ سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفور ہیں
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہلِ فترت میں سے تھے اور زمانۂ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہٰذا اس میں صرف

توحید ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موحد تھے۔

قول ثانی توقف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پا گئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپؐ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہٰذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہٰذا جو احادیث ان کے عدم ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما روی مسلم اَنَّ رجلاً قال یا رسولَ اللہ اَینَ اَبِیْ؟ قال فی النار فلما قفیٰ دعاہ فقال اِنَّ اَبِی واَباکَ فی النارِ۔ وما روی الحاکم عن ابن مسعودؓ انَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلسَ الی قبرٍ فناجاہ طویلاً ثم بکیٰ فبکینا لِبکائہٖ وفیہ فقال ما اَبکاکم فقلنا بکینا لِبکائکَ فقال اِنَّ القبرَ الذی جَلستُ عندہٗ قبرُ امنۃ وانّی استأذنتُ ربّی فی زیارتہا فاذِن لی وانّی استأذنتُہٗ فی الاستغفار فلم یأذَن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپؐ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پا گئے۔ قال الحاکم وبدئ الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یومَ الاربعاء للیلتین بقیتا من شہر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپؐ کو ابوالقاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے عبداللہ تھے۔ انھیں طیب وطاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقول بعض طیب وطاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم وعبداللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہٰذا حضرت خدیجہؓ سے صرف دو بیٹے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے تھے آپؐ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اول زینبؓ زوجہ ابوالعاص بن ربیعؓ (۲) فاطمہؓ زوجہ علی بن ابی طالبؓ (۳) رقیہؓ زوجہ عثمان بن عفانؓ (۴)

ام کلثوم رضؓ زوجہ عثمان بن عفان رضؓ۔ جب رقیہ رضؓ کی وفات ہوئی تو ام کلثوم رضؓ کے ساتھ عثمان رضؓ کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہ رضؓ کی وفات رمضان شریف سنہ ۲ھ میں ہوئی اور حضرت ام کلثوم رضؓ نے شعبان سنہ ۹ھ میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہ رضؓ میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینب رضؓ پھر رقیہ رضؓ پھر ام کلثوم رضؓ پھر فاطمہ رضؓ۔ تو فاطمہ رضؓ سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علماء ام کلثوم رضؓ فاطمہ رضؓ سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہ رضؓ سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہ رضؓ کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجۃ ثم سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ وام حبیبۃ وام سلمۃ وزینب بنت جحش ومیمونۃ وجویریۃ وصفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال وابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں وابومحذورہ مکہ میں وسعد القرظ قبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا سنہ ۱۰ھ میں اور چار عمرے کیے ہیں اور بنفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوئے ہیں کما قال محمد بن اسحٰق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرایا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابناء ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ووصّٰی بھا ابراھیم بنیہ الآیۃ۔ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مؤرخ اپنی کتاب المحبر، ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں بنو ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل وامہ ھاجر ام ولد (۲) واسحاق وامہ سارۃ بنت لابن بن بثویل بن ناحور (۳) ومدن و (۴) مدون و (۵) یقشان و (۶) زمرون و (۷) اشبق و (۸) شُوح وامھم قنطورا بنت مقطور من العرب العاربۃ فسیّر ابراھیم علیہ السلام مدون واشبق وشوح وضم الباقین فوقع ھؤلاء الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بھا فترکُ خراسان منھم۔ انتھی۔

مؤرخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ وقنطورا وہاجر۔ ہاجر میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ ام ولد تھیں۔ ہاجر وسارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوجہ کا نام حجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شورخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوجہ کا نام قنطورا بنت مفطور تھا۔ ان سے چھٹے بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقسان (۴) زمران (۵) یسبق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسبق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقسان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارضِ مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا آنزلتَ اسماعیلَ و اسحاق معك وأمرتنا ان ننزلَ ارضَ الغربةِ والوحشةِ فقال ابراھیم بذٰلك اُمِرتُ فعلّمھم اسمًا من اسماء اللہ تعالٰی فكانوا یستسقون به ویستنصرون فمنھم مَن نزَل خراسان فجاءَتھم الخزر فقالوا ینبغی للذی علّمكم ھذا اَن یكونَ خیرَ اھلِ الارضِ اومَلِكَ الارضِ۔ انتھٰی ماذكرابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹

وكان من ولد مدین بن ابراھیم علیه السلام۔ شعیب بن یوبب بن عیفا بن مدین۔ ومالك بن ذعر بن یوبب بن عیفا الذی استخرج یوسف علیه السلام من الجب۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابناء اسمٰعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحابِ تاریخ کا اختلاف ہے۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ آدبیل۔ مبسم۔ مشمع۔ دوما۔ دوام۔ مسّا۔ حداد۔ ثیما۔ یطور۔ نافش۔ ثم قال وكل ھؤلاء قد أنسلَ ولما قبض اسماعیل علیه السلام قام بالبیت بعدہٗ نابت بن اسمٰعیل ثم قام من بعدہٖ اناس بن جرھم لغلبة جرھم علٰی ولد اسماعیل علیه السلام۔ اھ۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدر۔ ادبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ ادد۔ وطور۔ نفیس۔ طما۔ قیدمان۔ اکثر عرب نابت و قیدر کی اولاد ہیں۔ قال وامھم اسمھا السیدۃ بنت مضاض بن عمرو الجرھمی وھی التی قال لھا ابراھیم علیه السلام اذ قدم مكة وھی زوجة اسمٰعیل علیه السلام قولی لزوجك اذا جاء قد رَضیتُ لك عتبة بابك اھ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب مؤرخ محبر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیذا۔ نیاوذ (وهونبث) آذبل۔ منشا۔ مشماعة۔ دوما۔ ماش۔ آذور۔ طیما۔ یطور۔ نبش۔ قیذم۔ کتاب المحبر ص۳۸۶۔ هذا و الله اعلم وعلمہ اتم۔

اولادِ یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ دونوں توأمین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیا بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیا آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسحر وقیل فی یسحر یشحر۔ لیا سے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راحیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو باندیوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی دان۔ نفتالی۔ حادر۔ آشر۔ لہٰذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولادِ یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعا له اسحاق ان یجعل الله فی ذریته الانبیاء والملوك ودعا العیص ان تکون ذریتك عدد اکثیرا کالتراب ولا یملکهم احد غیرهم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۶۴۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راحیل ولیا ابنتی لیان بن بتویل بن الیاس وکان الناس یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث الله تعالی موسی علیه السلام وانزل علیه التوراة فذلك قوله تعالی وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا وراحیل۔ قاله الطبری فی تاریخ ج ۱ ص۱۶۵۔ قال وماتت راحیل فی نفاسها بنیامین فکان الغلامان یوسف وبنیامین فی حجر یعقوب علیه السلام فاحبهما وعطف علیهما لیتمهما من امهما وکان احب الخلق الیه یوسف علیه السلام فحسده اخوته ورأی یوسف فی المنام کأن احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأهم ساجدین له فحدث اباه فقال یا بنی لا تقصص رؤیاك علی اخوتك فیکیدوا لك کیدا ان

الشیطان للانسان عدو مبین۔

یعقوب علیہ السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں تھیں وھو ایوب بن موص ابن رغویل وکان ابو ایوب ممن اٰمن بابراھیم علیہ السلام یوم احراق نمرود وکانت زوجۃ التی امر بضربھا بالضغث ابنۃ لیعقوب بن اسحاق علیھما السلام یقال لھا لیا کان یعقوب زوجھا منہ۔ بعض مؤرخین کی رائے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متأخر اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں۔

محبر ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام وھو اسرائیل علیہ السلام۔ قال فیہ واسماء وُلد یعقوب شمعون وربیل ویھوذا ولاوی و یساخر وزبلون ودنیا (وامھم اُلیّۃ بنت احبن بن بتویل بن ناحور) وجاذ واُشیر (وامھما بلھا اَمَۃ راحیل) ویوسف وبنیامین (وامھما راحیل اخت اُلیّۃ) ودان ونفتالی (وامھما زلفا اَمَۃ اُلیّۃ)

فمن وُلد لاوی بن یعقوب موسیٰ وھارون علیھما السلام۔ ابنا عمران بن قاھث بن لاوی ابن یعقوب وزکریا بن یشوی وابنہ یحییٰ من ولد ھارون بن عمران وقارون بن یصھر بن قاھث ابن لاوی۔ والسامری۔ واسمہ میخا بن رعویل بن قاھث بن لاوی وام موسیٰ اسمھا یوخابذ بنت لاوی وھی عمۃ ابیہ۔

ومن ولد یھوذا سلیمان بن داؤد بن ایشی بن عُوبَذ بن باعذ بن شلمون بن نحشون بن عمّینادب بن اٰرم بن حضرون بن فارص بن یھوذا ومن بنی لاوی ایضًا قریضۃ والنضیر وھٰذا من یھود المدینۃ بنو النحام بن یحوم بن عوف بن قیس بن فنحاص بن العازر بن الکاھن بن ھارون ابن عمران بن قاھث بن لاوی۔

ومن ولد یوسف النبی علیہ السلام الیسع بن عدی بن شوتلم بن افرایم بن یوسف بن یعقوب علیھما السلام۔ ویوشع بن نون بن افرایم بن یوسف ھو فتی موسیٰ علیہ السلام وکان یونس بن متی من ولد بنیامین بن یعقوب وکان مع ولد العیص بن اسحاق ایوب علیہ السلام بن زارح بن اَموص بن لیفرز بن العیص بن اسحاق۔ والخضر۔ وھو خضرون بن عمیایل بن فلان بن العیص۔ و الیاس بن تشبین بن العازر بن الکاھن بن ھارون علیہ السلام۔ انتھی بلفظہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

تمت خلاصۃ کتابی مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء

ہاروت وماروت ۔ قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت و ما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ الآیۃ۔ ہاروت وماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قراءت الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحانِ انسان سحر سکھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقولِ بعض ہاروت وماروت زمانہ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت وماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو اُن کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کر لو۔ فرشتوں نے ہاروت وماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورتِ بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوتِ شہویہ پیدا فرما دی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل وانصاف سے فیصلے کرتے رہے تاآنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بت کی پرستش شروع کر دیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کر دیں۔

ہاروت وماروت نے زہرہ کی شرط قبول کر لی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جا سکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کر کے وہ ستارہ بنا دیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جا سکے اللہ تعالیٰ نے قوتِ صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذابِ دنیا و عذابِ آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذابِ دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیھما ان ائتیا بابل فانطلقا الی بابل فخسف بھما فھما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الی یوم القیامة وعن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فی سفر فقال لی ارمق الکوکب فاذا طلعت ایقظنی فلما طلعت ایقظته فاستوی جالسا فجعل ینظر الیها ویسبها سبا شدیدا فقلت یرحمک الله ابا عبد الرحمن نجم ساطع مطیع ماله تسبه فقال اما ان هذه کانت بغیا فی بنی اسرائیل فلقی الملکان منها ما لقیا۔

وعن ابن عباس رضی الله عنهما ان المرأة التی فتن بها الملکان مسخت فهی هذه الکوکبة الحمراء یعنی الزهرة واخرج الدیلمی عن علی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم سئل عن المسوخ فقال هم ثلاثة عشر الفیل والدب والخنزیر والقرد والجریث والضب والوطواط والعقرب والدعموص والعنکبوت والارنب وسهیل والزهرة فقیل یا رسول الله وما سبب مسخهم فقال اما الفیل فکان رجلا جبارا لوطیا لا یدع رطبا ولا یابسا واما الدب فکان مؤنثا یدعو الناس الی نفسه واما الخنزیر فکان من النصاری الذین سألوا المائدة فلما نزلت کفروا واما القردة فیهود اعتدوا فی السبت واما الجریث فکان دیوثا یدعو الرجال الی حلیلته واما الضب فکان اعرابیا یسرق الحاج بمحجنه واما الوطواط فکان رجلا یسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فکان رجلا لا یسلم احد من لسانه واما الدعموص فکان نماما یفرق بین الاحبة واما العنکبوت فامرأة سحرت زوجها واما الارنب فامرأة کانت لا تطهر من حیض واما سهیل فکان عشارا بالیمن واما الزهرة فکانت بنتا لبعض ملوک بنی اسرائیل افتتن بها هاروت وماروت. کذا فی الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۳۔

اس قسم کے متعدد آثار درمنثور وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف، موضوع و مردود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ محدثین و محققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں ما ذکرہ اهل الاخبار ونقله المفسرون فی قصة هاروت وماروت لم یرد منه شئ لا سقیم ولا صحیح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی البحر المحیط ان جمیع ذلک لا یصح منه شئ ولم یصح ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یلعن الزهرة ولا ابن عمر رضی الله عنهما وقال الامام الرازی هذه الروایة فاسدة مردودة غیر مقبولة۔

(☆)

ونص الشهاب العراقی علی ان من اعتقد فی هاروت وماروت انهما ملکان یعذبان علی خطیئتهما مع الزهرة فهو کافر بالله العظیم فان الملائکة معصومون قال الله تعالی لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون والزهرة کانت یوم خلق الله تعالی السموات والارض۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزھرۃ وسھیل وھما نجمان
نقیل ھما ممسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأی سھیلا شتمہ واذا رأی الزھرۃ شتمھا وقال
ان سھیلا کان عشارا بالیمن یظلم الناس وان الزھرۃ کانت صاحبۃ ھاروت وماروت فمسخھما اللہ
تعالی شھابا وقال مجاھد کان ابن عمر اذا قیل لہ طلعت الحمرۃ قال لا مرحبا بھا ولا اھلا یعنی الزھرۃ وقال
بعضھم ھذا لا یصح فان ھذہ النجوم خلقت حین خلقت السماء لانہ روی فی الخبر ان السماء لما خلقت خلق
فیھا سبعۃ دورات زحل والمشتری وبھرام والزھرۃ وعطارد والشمس والقمر ھذا معنی قولہ تعالی و
ھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون ۔ وجعل مصلحۃ الدنیا بھذہ
السبعۃ الدورات ۔

فثبت بھذا ان قول المسخ لا یصح فان الزھرۃ وسھیلا کانا قبل آدم علیہ السلام والذی روی عن
ابن عمر ان سھیلا کان عشارا وان الزھرۃ فتنت ھاروت وماروت فھو کما قالوا کان رجل اسمہ سھیل
وامرأۃ مسماۃ بالزھرۃ فمسخھما اللہ شھابا ولکنھما لم یبقیا بل ھلکا وصارا الی النار واما الذی روی انہ کان
یشتمہ فاحتمل انہ لم یشتم الکواکب وانما شتم سھیلا الذی کان عشارا وکذلک الزھرۃ ۔ انتھی بتصرف

علامہ آلوسی روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلک من باب الرموز والاشارات فیراد
من الملکین العقل النظری والعقل العملی اللذان ھما من عالم القدس ومن المرأۃ المسماۃ بالزھرۃ النفس
الناطقۃ ومن تعرضھما لھا تعلیمھما لھا ما یسعدھا ومن حملھا ایاھما علی المعاصی تحریضھا ایاھما بحکم
الطبیعۃ المزاجیۃ الی المیل الی السفلیات المدنسۃ لجوھرھما ومن صعودھا الی السماء بما تعلمت منھما
عروجھا الی الملأ الاعلی ومخالطتھا مع القدسیین بسبب انتصاحھا بنصحھما ومن بقائھما معذبین
بقاؤھما مشغولین بتدبیر الجسد وحرمانھما عن العروج الی سماء الحضرۃ لان طائر العقل لا یحوم حول حماھا ۔
ھذا واللہ اعلم ۔

الجن قرآن شریف میں جن کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول
آمنا باللہ وبالیوم الآخر الخ کی شرح میں مذکور ہے ۔ جن نوع انس کی طرح مکلف بالایمان اور عقل و حواس
رکھنے والی نوع ہے ۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے ۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے ۔ اور بدن جن لطیف ہوتا
ہے لہذا قابل رؤیت نہیں ۔ البتہ جب جن دیگر حیوانات کی شکل میں ہو جائے تو وہ نظر آتا ہے ۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعاً ضروری ہے ۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود
ہے ۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجود جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ صحابہؓ اور
اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جھمیہ اور معتزلہ میں سے بعض

وجودِ جنّ کے منکر ہیں۔
ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجنّ وجمھور طوائف الکفار علی اثبات الجنّ فوجود الجن تواترت به اخبار الانبیاء علیھم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انھم احیاء عقلاء فاعلون بالارادة مأمورون منھیون لیسوا صفاتٍ و اعراضاً قائمة بالانسان اوغیرہ کما یزعمه بعض الملاحدة۔ فامر الجن ظاھر یعرفه العامة والخاصة لم یمکن لطائفة من طوائف المؤمنین بالرسل ان ینکرھم وکذلک جمھور الکفار کعامة اھل الکتاب قائلون بھم وکذلک عامة مشرکی العرب وغیرھم من اولاد سام والھند وغیرھم من اولاد حام۔ انتھی بحاصله۔
قال امام الحرمین فی کتابه الشامل ان کثیراً من الفلاسفة وجماھیر القدریة وکافة الزنادقة انکروا الشیاطین والجن راساً ولا یبعد لوانکر ذلک من لا یتشبّث بالشریعة وانما العجب من انکار القدریة مع نصوص القرآن وتواتر الاخبار واستفاضة الآثار ثم ساق جملة من نصوص الکتاب والسنة۔ وقال ابو القاسم الانصاریؒ فی شرح الارشاد وقد انکرھم معظم المعتزلة ودلّ انکارھم ایاھم علی قلة مبالاتھم و رکاکة دیاناتھم فلیس فی اثباتھم مستحیل عقلی۔ انتھی۔ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول و مکلف تین انواع ہیں ملائکہ و انسان و جن۔ قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا۔
زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃ رضؓ مرفوعاً ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق اربعة اصناف الملائکة والشیاطین والجن والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس و شیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وخلق الجانّ من مارج من نار وقال اللہ والجانّ خلقناہ من قبل من نار السموم وقال حکایةً عن ابلیس خلقتنی من نار وخلقته من طین۔ عام احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجن تو جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر و گمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوھری کل عاتٍ متمرد من الجن والانس والدواب شیطان وقال ابن عبد البر کل جنی ان خبث فھو شیطان فان زاد علی ذلک فھو مارد فان زاد علی ذلک وقوی امرہ قالوا عفریت والجمع عفاریت۔
جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبداللہ بن عمرؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابوالجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابوالانس ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال خلق اللہ سومیا ابا الجن وھو الذی خلق من مارج من نار وعن عبد اللہ بن عمروؓ قال خلق اللہ تعالی بنی الجان قبل آدم بالفی سنۃ۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنھوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کران سے زمین کو خالی کر دیا اوران کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جن کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداءؓ مرفوعاً خلق اللہ الجن ثلاثۃ اصناف۔ صنفٌ حیاتٌ وعقارب وخشاش الارض وصنفٌ کالریح فی الھواء وصنفٌ علیھم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثۃ اصناف، صنف کالبھائم قال اللہ تعالیٰ لھم قلوب لایفقھون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا ولھم اذان لایسمعون بھا الآیۃ وصنفٌ اجسادھم اجساد بنی آدم وارواحھم ارواح شیاطین وصنفٌ فی ظل اللہ تعالی یوم لاظل الاظلہ۔

جن مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً ان بالمدینۃ نفراً من الجن قد اسلموا فاذا رأیتم من ھذہ الھوام شیئاً فانذروہ ثلاثاً فان بدا لکم فاقتلوہ۔ اور بعض علماء تشکل جن بصور مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصور مختلفہ نہیں ہو سکتے۔ واختارہ القاضی ابویعلیؒ۔ ابویعلی اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال ان احداً لایستطیع ان یتغیر عن صورتہ التی خلقہ اللہ علیھا ولکن لھم سحرۃ کسحرتکم فاذا رأیتم ذلک فاذنوا۔

بہرحال جنات کی اصل شکل قابل رؤیت نہیں ہے ولذا قال الشافعیؒ من زعم انہ یری الجن ابطلنا شھادتہ ای یری الجن فی صورتھم الاصلیۃ لقول اللہ تعالی فی کتابہ الکریم انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لاترونھم۔

جن عموماً جنگلوں اور نجس جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان ھذہ الحشوش محضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث رواہ الترمذی والنسائی وفی روایۃ ابن سنی فلیقل بسم اللہ وروی ابوداود عن جابرؓ مرفوعاً اذا دخل الرجل منزلہ وذکر اسم اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لامبیت لکم ولاعشاء واذا ذکر اسم اللہ عند

دخوله ولم یذکرہ عند طعامه یقول ادرکتم العشاء ولا مبیت لکم واذا لم یذکر اسم الله عند دخوله قال ادرکتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقۂ اکل و شرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضهم اکلهم وشربهم تشمم استرواح لا مضغ ولا بلع وهذا القول لا دلیل له والقول المختار ان اکلهم وشربهم مضغ وبلع کما ثبت فی الاحادیث الصحیحة وفی حدیث امیة عند ابی داؤد وفیه ما زال الشیطان یأکل معه فلما ذکر الله استقاء ما فی بطنه وفی حدیث صحیح نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یستنجی بالعظم والروث وقال انه زاد اخوانکم من الجن وفی حدیث ابن عمرؓ عند مسلم مرفوعاً لا یأکلن احد منکم بشماله ولا یشربن بها فان الشیطان یأکل بشماله ویشرب بها۔ وکان الامام الاعمش یقول تزوج الینا جنی فقلت له ما احب الطعام الیکم فقال الارز قال فاتیناه به فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احداً فقلت فیکم من هذه الاهواء التی فینا قال نعم قلت فما الرافضة فیکم قال شرنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح و توالد اولاد اور بیاہ و شادی کا سلسلہ جاری ہے قال الله تعالیٰ لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان والطمث هو الجماع والافتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقوله تعالیٰ فبای الاء ربکما تکذبان۔ نیز قرآن و سنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفت امر و نہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول و نبی نہیں آیا بلکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا روی عن ابن عباسؓ ومجاهدؒ وابن جریجؒ۔ لیکن ابن حزم ظاہری و ضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباسؓ ان الجن قتلوا نبیاً لهم قبل آدم اسمه یوسف وان الله تعالیٰ بعث الیهم رسولاً فامرهم بطاعته وان لا یشرکوا به شیئاً وان لا یقتل بعضهم بعضاً۔ ضحاکؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس الم یأتکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی یعنی بذلک رسلا من الانس ورسلا من الجن۔ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انہم قد انذروا فصح انہم جاءہم انبیاء منہم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجن نبی من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجن من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جن وانس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفی الصحیحین عن ابی ھریرۃ مرفوعًا بعثت الی الاحمر والاسود۔ قیل ھم العرب والعجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود۔ قرآن مجید میں استماع جن للقرآن اوران کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذ صرفنا الیک نفرًا من الجن یستمعون القرآن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعتِ جن نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جاکر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایاتِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھے بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مومن جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علما کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل وشرب کریں گے یا نہیں۔ حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں ان الجن الذین یدخلون الجنۃ یوم القیامۃ نراھم فیھا ولا یرونا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انہم لا یدخلونھا بل یکونون فی ربضھا یراھم الانس من حیث لا یرونہم وھذا القول ماثور عن مالک والشافعی واحمد ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ وقال البعض انہم علی الاعراف وقال البعض بالتوقف۔ ابو حنیفہؒ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی وجنی کے مابین انعقادِ نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ ملکہ بلقیس کے والدین میں سے ایک نوعِ جن میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جنی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالعکس ہوا اور بعض میں توالد بھی ہوا۔ قول امام اعمش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ وعن الزھری مرسلا قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجن وقال عقبۃ الاصم سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکرھہ وسألت الحسن البصریؒ عن ذلک فکرھہ وحکی ان رجلا اتی الحسن البصریؒ فقال ان رجلا من الجن یخطب

فتاتنا فقال الحسن لا تزوجوہ ولا تکرموہ وقال حرب قلت للامام اسحق رجل رکب البحر فکسر بہ فتزوج جنیۃ قال مناکحۃ الجن مکروھۃ وفی الفتاوی السراجیۃ من کتب الاحناف لا تجوز المناکحۃ بین الجن والانس وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفی قنیۃ المنیۃ سئل الحسن البصری عن التزویج بجنیۃ فقال یجوز بشہود رجلین شیخ سنوی شافعی نے عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیہ وبالعکس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورۃ النحل و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وفی سورۃ الروم ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا من انفسکم ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعمش کے نزدیک بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے فانہ حضر نکاحًا للجن بکوفی اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالکؒ کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ ہے جو آکام المرجان ص ۶۹ پر قاضی بدرالدین حنفی متوفی ۷۶۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سفر فی والدی لاحضار آھلہ من الشرق فلما جزت البسیرۃ الجأنا المطر الی ان غنا فی مغارۃ وکنت فی جماعۃ فبینا انا نائم اذا انا بشئ یوقظنی فانتبھت فاذا بامرأۃ وسط من النساء لھا عین واحدۃ مشقوقۃ بالطول فارتعت فقالت ما علیک من بأس انما اتیتک لتتزوج ابنۃ لی کالقمر فقلت لخوف منھا علی خیرۃ اللہ تعالی ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتھم فاذا ھم کھیئۃ المرأۃ التی اتتنی عیونھم کلھا مشقوقۃ بالطول فی ھیئۃ قاض وشھود فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم نھضوا وعادت المرأۃ ومعھا جاریۃ حسناء الا ان عینھا مثل عین امھا وترکتھا عندی وانصرفت فزاد خوفی واستیحاشی وبقیت ارمی من کان عندی بالحجارۃ حتی یستیقظوا فما انتبہ منھم احد فاقبلت علی الدعاء والتضرع ثم آن الرحیل فرحلنا وتلک الشابۃ لا تفارقنی فدمت علی ھذا ثلاثۃ ایام فلما کان الیوم الرابع اتتنی المرأۃ وقالت کان ھذہ الشابۃ ما اعجبتک وکأنک تحب فراقھا فقلت ای واللہ قالت فطلقھا فطلقتھا فانصرفت ثم لم ارھما بعد۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابلیس۔ ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں متکرر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا عَلَم ونام ہے جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلایا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود و رجیم ہوجانے کے بعد اس کا نام ابلیس ہوگیا فھو من الابلاس کأنہ اُبلس ای یئس من رحمۃ اللہ یقال ابلس الرجل ابلاسًا فھو مُبلس اذا یئس۔ مردود و رجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعدہ

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاخرج ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباسؓ قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ "عزازیل" وکان من الملائکۃ "ذوی الاجنحۃ الاربعۃ" ثم ابلس بعد۔

وعن ابی المثنیٰ قال کان اسم ابلیس نائل فلما سخط اللہ تعالیٰ سمی شیطانا۔ وعن ابن عباسؓ لما عصی ابلیس لُعِن وصار شیطانا وعن سفیان قال کنیۃ "ابلیس ابو کدوس"۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنابریں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجمہ وعلمیت کے۔ بہرحال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل ھو عربی ولم ینصرف للتعریف ولانہ لا نظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثلہ نحو اخریط واحفیل واصلیت۔اھ۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسمِ کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولادِ ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسمِ عَلَم ومختص ہے رئیسِ طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم وانسان ہے۔ آدم اسمِ عَلَم ہے اور انسان اسمِ کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوذ واستعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہو جائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے۔ صرف فردِ واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں مروی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور مأخذ شطن ہے۔ لہٰذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یاء زائدہ ہے۔ بنابریں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذلک کل متمرد لبعد غورہ فی الشر قالہ ابو البقاء ویقال لبعدہ عن رحمۃ اللہ اولبعدہ عن الخیر اولبعد عداوتہ للانسان اولبعد من اتبعہ من اللہ ومن الجنۃ وقال الجوھری شطن عنہ بَعُدَ واَشطَنَہ اَبعَدَہ وقال ابن السکیت شطنہ یشطنہ شطنًا اذا خالف عن نیۃ وجھہ وبئر شطون بعیدۃ القعر وقال القاضی ابو یعلی الشیاطین مردۃ الجن واشرارھم۔ یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش وگمراہ وشریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوھری کل عات متمرد من الجن والانس والدواب شیطان والعرب تسمی الحیۃ شیطانا۔ انتھی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاۃ من الجن وھم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یاء اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف ونون مزیدتین کی وجہ سے یقال شاط یشیط اذا ھلك فالشیطان لتمردہ ھالك وقال البعض ھو منصرف لثبوت مؤنثہ شیطانۃ ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یکون مؤنثہ علی فعلانۃ۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ جنس ملائکہ میں سے تھا پھر مردود و رجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنس جن میں سے ہے لقولہ تعالیٰ الا ابلیس کان من الجن ولان الملائکۃ لا یستکبرون وابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من مارج من نار کما فی القرآن وقال اللہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین والملائکۃ خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا الملائکۃ خلقوا من النور ولما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعۃ والموقوفۃ انہ کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا الخ سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمانِ دنیا میں بستا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو بھی شامل ہے اور اس ظاہری خلط کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مامور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد و اختلاط کی وجہ سے متصل ہو سکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے مستقل امر ہوا ہو لقولہ تعالیٰ اذ امرتك اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحیوان ج ا ص ۲۰۱ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکۃ طرفۃ عین وانہ لاصل الجن کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمٰن بن زید وشہر بن حوشب ما کان من الملائکۃ قط والاستثناء منقطع وقال شہر بن حوشب وغیرہ من العلماء کان من الجن الذین ظفر بھم الملائکۃ فاسرہ بعضھم وذھب بہ الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انہ ابو الجن کما ان آدم ابو البشر والاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال اللہ تعالیٰ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنی ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولادیں اور خود اس کا

سلسلۂ تناسل وتوالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اِناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ تو ان میں تناسل وتوالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اِناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ۔ حیاۃ الحیوان میں ہے واعلم ان المشھور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلك یستدل علی ان لیس من الملائکۃ لان الملائکۃ لایتناسلون لانھم لیس فیھم اناث وقیل الجن جنس وابلیس واحد منھم ولاشك ان الجن ذریتہ بنص القران ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلق لابلیس نسلًا وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منہ شظیۃ من نار فخلق منھا امرأتہ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلتُ نعم قال اَخبِرنی ھل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلك العرس ماشھدتہ۔ قال ثم ذکرتُ قولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی فقلتُ انہ لاتکون ذریۃ اِلّامن زوجۃ فقلت نعم۔

وذکر مجاھد ان من ذریۃ ابلیس لاقیس وولھان وھو صاحب الطھارۃ والصلاۃ والھفاف وھو صاحب الصحاری ومرۃ وبہ یکنی ابلیس ابامرۃ وزلنبور وھو صاحب الاسواق یزین اللغو والحلف الکاذب ومدح السلعۃ وبتر وھو صاحب المصائب یزین خمش الوجوہ ولطم الخدود وشق الجیوب والابیض وھو الذی یوسوس للانبیاء علیھم السلام والاعور وھو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل وعجز المرأۃ وداسم وھو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ تعالی دخل معہ ووسوس لہ فالقی الشر بینہ وبین اھلہ فان اکل ولم یذکر اسم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ و رأی شیئًا یکرھہ وخاصم اھلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ ومطوس وھو صاحب الاخبار یأتی بھا فیلقیھا فی افواہ الناس ولایکون لھا اصل ولاحقیقۃ والاقنص وامھم طرطبۃ ثم کلھم عدو لبنی ادم لقولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب محبر ص ۳۹۵ پر اسماء اولادِ ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں عن مجاھد قال ولد ابلیس خمسۃ فتم الشر بینھم وھم الثبر وزلفیون وداسم وقال الزیادی الثبر وداسم و الاعور ومسوط فالثبر صاحب المصیبات وزلفیون الذی ینزغ بین الناس وداسم صاحب الوسواس و الاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکزھا وسط السوق یغدو وامع اول من یغدو فیطرح بین الناس الخصومات والجدال انتھی۔ قال النوویؒ وغیرہ ابلیس کنیتہ ابومرۃ واختلف العلماء فی انہ ھل ھو من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن ام لا۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؒ وقتادۃؒ وابن جریرؒ والزجاجؒ وابن الانباریؒ کان ابلیس من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن وکان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وکان من خزان الجنۃ

وکان رئیس ملائکۃ سماء الدنیا وسلطانہا وسلطان الارض وکان من اشد الملائکۃ اجتہاداً واکثرھم علماً وکان یوسوس مابین السماء والارض فرأی بذلک لنفسہ شرفاً عظیماً فذلک الذی دعاہ الی الکبر فعصی وکفر ولذلک قیل اذا کان خطیئۃ الانسان فی کبر فلا ترجہ وان کانت خطیئتہ فی معصیۃ فارجہ۔ انتھی۔ بیضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ا ص ۲۲۹ و آکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقۃ بن مالک کی صورت میں شریک ہوکر میدانِ بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کہتا تھا لاغالب لکم انی جارلکم۔ اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر ومعاصی وجنگ وجدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ وامریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت وپرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤید دسمبر ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی وابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت وپرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع وقبیح ومستکرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح وبدشکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح وخیر کا دشمن ہے اور اس کی بدشکلی وہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل وقبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کمرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح وثنا میں خاص قسم کے اذکار وکلمات کفریہ وشرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت ونماز ہے العیاذ باللہ۔

ان کلماتِ خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح وخیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کرتے ہیں جو شیطان کو قبیح ورجیم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اول اول یہ جہلاء اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کہ یہ بو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصور نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیام وانڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصور ولیام وانڈی کو ان کی حالتِ عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلظ قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیام وانڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے روح الحق و خلاصۃ الصلاح والخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نورِ ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فریب، کذب و ریا و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کرینگے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقتِ موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیام وانڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنیے۔

قال المصور ولیام وانڈی بقیت فی ضیافتھم وقتاً طویلاً وسمعتُ صلاتھم الشیطانیۃ مراراً ونقلتھا وھی ھذہ الکلمات" لك یا نورَ الوجودِ اکرس نفسی باحترام ومحبۃ وایمانٍ انتَ خلاصۃُ الصلاحِ ولھذا اُعدّ لك بانّی ساکون عدوّاً لِلالٰہ الشّر انت روح الحق ولھذا اعدّك بکرہ الکذب والرّیاء و الخرافات۔

انت یا ابلیس النور الابدی ولھذا سوف أکون کارھاً للظلام وابذل فی خدمتك نفسی و نفیسی انا لك یا ابلیس! جسماً وروحاً فافعل لی کل مایؤول الی تمجید امھك اقبل صلاتی و تذللی واثر طریقی ببھائك الساطع وعند مایدنو یومی الاخیر تجدنی شجاعاً ھادئاً عند استقبال الموت وعلی تمام الاستعداد للانتقال الی امجادك فی النیران الابدیۃ آمین۔

قال المصور المذکور ھذہ ھی الصلاۃ وعلی الذین یدخلون فی ھذا الدین الشیطانی ان یعیدوھا کلمۃ فکلمۃ عند مایلقیھا علیھم الکاھن الاکبر الملقب بطران جھنم ویضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعاً سمیکا اسود اللون علی وجهه و یقام الی امام الکاهن بوقار وانکسار قلب ۔ ففی اللیلة التی اجتمعت فیها جنود ابلیس کانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة فذهلت لرؤیتها فلما جیئ بهذه المؤمنة الجدیدة الی دائرة جوق جهنم وهم صنعوا هناک دائرة اسمها جوق جهنم امرت تلک المرأة بالرکوع فامتثلت ورفع یدیها للصلاة ففعلت واذ ذاک تلا مطران جهنم کلاماً کفریاً یقشعر لسماعه الجسم کانت تلک المرأة المغرورة تعیده بصوت جهوری و بکل خشوع وبعد الفراغ منه اعلن ایمانها وقبولها بنتاً لابلیس اللعین ۔

قال ذلک المصوّر ولیام وانڈی وبعد ان رأیت کل هذه الغرائب والمدهشات سألت احداً من اجناد ابلیس قائلاً ما معنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیحها علی عبادة الله رب العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلک اننا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذة والجمال فی عبادته مما لا نجده فی عبادة الله فان الله الذی نقرأ عن شرائعه المملوأة بالوعید والخوف من عذاب الآخرة وترک کل مایلذ للنفس فی العالم من اجله لا یجتذب قلوبنا الی الله بل یبعدها عنه فان الله تعالی ینکر علینا حریة القول والعمل بما یخالف شریعته ویحرم کل ما نمیل الیه الشهوات من ملاذ الدنیا اما الشیطان فعلی عکس ذلک فهو یبیح لنا التصرف کما نحب ونشتهی فایهما الافضل الشیطان ام الله ۔

هذا خلاصة ماذکر المصوّر ولیام وانڈی حسب ما نشره جریدة المؤیّد. اعاذنا الله من اغواء الشیطان، وهذا ناصرا طا مستفتیا. هذا والله اعلم و علمه احکم.

الخضر علیہ السلام اَوکالذی مرّ علیٰ قریۃ وھی خاویۃ علیٰ عروشہا کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام بَلیا بن مَلکان ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وھب بن منبہ اسم الخضر بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام قال وکان ابوہ من الملوک۔ اھ۔

خضر آپ کا لقب ہے۔ وجہ تلقیب میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانہ جلس علی فروۃ بیضاء فصارت خضراء والفروۃ وجہ الارض اولانہ کان اذا صلّی اخضرّ ما حولہ وفی صحیح البخاری عن ابی ھریرۃ مرفوعاً انما سمی الخضر لانہ جلس علی فروۃ فاذا ھی تھتز من خلفہ خضراء۔ آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اوّل۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلبی و بلا واسطہ بیٹے ہیں۔ فھو ابن اٰدم علیہ السلام ولد من بطن حوّا بغیر واسطۃ رواہ الدارقطنی بسند ضعیف (۲) ھو ابن قابیل بن اٰدم واسمہ خضرون وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابو حاتم (۳) انہ من سبط ھارون اخی موسی علیھما السلام (۴) انہ ابن بنت فرعون حکاہ محمد بن ایوب (۵) انہ الیسع حکی ذلک عن مقاتل (۶) انہ من ولد فارس (۷) انہ من ولد بعض من اٰمن بابراھیم علیہ السلام (۸) قیل کان ابوہ فارسیاً و اُمّہ رومیۃ۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند الاکثر نبی ہیں لما فی القرآن وما فعلتہ عن امری وھذا ظاھر فی انہ فعلہ بامر اللہ والقول بالالھام بعید اذ لا یجوز القتل بالالھام وایضاً فکیف یکون النبی تابعاً لغیر النبی فی قصۃ موسی علیہ السلام۔ شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیاً انما کان ولیاً وبذلک قال کثیر من الصوفیۃ وقال الماوردی انہ ملک من الملائکۃ۔

اختلاف سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر علماء کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخضر علیہ السلام فی البحر والیسع فی البر یجتمعان کل لیلۃ عند الردم الذی بناہ ذو القرنین ویحجان ویعتمران کل عام وروی ابن شاھین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعۃ من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس واثنان فی الارض الخضر و الیاس کذا فی الاصابۃ۔

وقال النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۷۷ قال الاکثرون من العلماء ھو حی موجود بین اظھرنا وذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ واھل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتھم فی رؤیتہ والاجتماع بہ والاخذ عنہ و سؤالہ وجوابہ ووجودہ فی المواضع الشریفۃ ومواطن الخیر اکثر من ان تحصر قال ابن الصلاح ھو حی عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ معھم فی ذلک وانما شذ بانکارہ بعض المحدثین وفی اٰخر صحیح مسلم فی احادیث الدجال انہ یقتل رجلاً ثم یحیی قال ابراھیم بن سفیان صاحب مسلم یقال ان ذلک الرجل ھو الخضر وکذا قال معمر فی مسندہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدل البخاری بالحدیث ان علی رأس مائۃ سنۃ لا یبقی علی وجہ الارض ممن ھو علیھا احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمھور علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لو کان حیاً لزمہ المجیٔ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان بہ واتباعہ وقد قال علیہ السلام لوکان موسی حیًّا ما وسعہ الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے دیکھئے ابی حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجاءت التعزیۃ فجاءھم آت یسمعون حسہ ولا یرون شخصہ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ وخلفًا من کل ھالك ودرکًا من کل ما فات فباللہ فثقوا وایاہ فارجوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من ھذا؟ ھذا الخضر وذکر ابن حجر باسنادہ عن رباح بن عبیدۃ قال رأیتُ رجلاً یماشی عمر بن عبد العزیزؒ معتمدًا علی یدہ فقلت فی نفسی ان ھذا الرجل لجافٍ فلما صلی قلت یا اباحفص من الرجل الذی کان معك معتمدًا علی یدك آنفًا قال وقد رأیتہ یا رباح قلت نعم قال انی لاراك رجلاً صالحًا ذاك اخی الخضر بشّرنی انی سأَلی فاعدل قال ابن حجر ھذا اصلح اسناد وقفت علیہ فی ھذا الباب۔ الاصابۃ ج۱ ص۴۵۰۔

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر وذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبد اللہ بن اسعد الیافعیؒ کان یعتقد ان الخضر حیؒ قال فذکرت لہ ما نقل عن البخاری والحربی وغیرھما من انکار ذلك فغضب وقال من قال انہ مات غضبتُ علیہ قال فقلنا رجعنا عن اعتقاد موتہ اھ۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضرؑ کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جوابًا فرمایا۔ کمافی الحاوی، ج۱ ص ۱۳۹۔

للناس خلفٌ شاعَ فی خضرٍ وھل	اَودٰی قد یمًا اوحَیِی ببقاء
ولکل قولٍ حجّۃٌ مشھورۃٌ	تَسمُو علی الجوزاءِ فی العلیاء
والمرتضیٰ قولُ الحیاۃِ فکم لہ	حُجَجٌ تجلّ الدھر عن احصاء
خضرٌ و الیاسٌ بارضٍ مثل ما	عیسیٰ و ادریس بَقُوا بسماء
ھذا جوابُ ابنِ السیوطیِّ الذی	یَرجُی مِن الرحمٰن خیرَ جزاء

حافظ ابن تیمیہؒ وفاتِ خضرؑ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازمًا ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علماء سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ هذا والله اعلم وبغيبه احكم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن ماتان بن العازر بن ایلیوذ بن صادق بن عاذر یون بن ایلیا بن ابیوذ بن زربابیل بن شلتائیل بن یوحینا بن یاشیا بن راحبعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکر ابن حبیب فی کتابہ المحبر ص۳۹۔ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورۂ صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلبہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے یحیی علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے وذکروا ان مریم حملت بعیسی ولها ثلاث عشرة سنة و ان عیسی علیه السلام عاش الی ان رفع اثنتین وثلاثین سنة وایاما وان مریم بقیت بعد رفعه ست سنین وکان جمیع عمرها نیفا وخمسین سنة وان یحیی علیه السلام قتل قبل ان یرفع عیسی علیه السلام ومات عمران بن ماثان وام مریم حامل بمریم فلما ولدت مریم کفلها زکریا واسم ام مریم حنة بنت فاقود بن قبیل واسم اخت حنة ام یحیی الاشباع ابنة فاقود۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص۵۶ لاخلاف فی ان مریم من سلالة داؤد علیه السلام وکان ابوها عمران صاحب صلاة بنی اسرائیل فی زمانه وکان زکریا علیه السلام نبی ذلك الزمان زوج اخت مریم اشیاع فی قول الجمهور وقیل زوج خالتها اشیاع۔ اه۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالیٰ نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ و تفاسیر میں ہے آیت وانی اعیذها الخ کے تحت وقول امها کما فی التنزیل وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم قد استجیب لها فی هذا کما تقبل نذرها فروی ابوهریرة مرفوعا ما من مولود الا والشیطان یمسه حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان ایاه الا مریم وابنها ثم یقول ابوهریرة واقرأوا ان شئتم وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم اخرجه احمد واخرج احمد عن ابی هریرة مرفوعا کل انسان تلده امه یلکزه الشیطان فی حضینه الا ما کان من مریم وابنها الم تر الی الصبی حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول الله قال ذلك حین یلکزه الشیطان بحضنیه۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیہ تھیں لیکن جمہور کے نزدیک نبوت خاصہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدیقہ تھیں۔ صدیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً خیر نسائہا مریم بنت عمران وخیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد۔ واخرج احمد عن انس مرفوعاً حسبک من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمد۔ واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعاً فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردویہ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ مرفوعاً کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا ثلاث مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذا لقیت ضرائرک فاقرئیھن منی السلام قالت یا رسول اللہ وھل تزوجت قبلی قال لا ولکن اللہ زوجنی مریم بنت عمران وآسیۃ بنت مزاحم وکلثم اخت موسیٰ ھذا واللہ اعلم۔

الملائکۃ علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبحون اللیل والنہار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اِعلامِ الکِرام باَحوالِ الملائکۃِ العِظام۔ یہ اس کا محصّل ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت وکُنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملاک ہے۔ اصل میں مألک بتقدیم ہمزہ علی اللام تھا من الالوکۃ وہی الرسالۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکت ہمزہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ جس طرح عالمِ اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالمِ علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے ؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں۔

مذہب[۱] اول ۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال بدلنے پر قادر ہیں ۔ فہی اجسامٌ لطیفۃٌ ہوائیۃٌ تقدِر علی التشکُّل باشکال مختلفۃٍ مسکنہا السموٰت وھو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص ۲۱۳ ۔ قال الروحانی لیس ھذا قول اکثر المسلمین بل اکثرھم علی انہا اجسام نورانیۃ ۔

مذہب[۲] ثانی ۔ قال الشہاب الخفاجیؒ فی شرح انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۱۹ مذھب الملیّین انہم اجسام لطیفۃ نورانیۃ قابلۃ للتشکل لان الانبیاء علیہم السلام کانوا یرونہم فی صورٍ مختلفۃ اھ۔ و قال البیضاویؒ اختلف الناس فی حقیقتِہم بعد اتفاقہم علی انہا ذوات موجودۃٌ قائمۃٌ بانفسِہا فذھب اکثر المسلمین الی انہا اجسام لطیفۃٌ قادرۃ علی التشکل باشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسل کانوا یرونہم کذلک اھ۔ وقال العلامۃ الآلوسیؒ فی تفسیرہ ج ۱ ص ۲۱۵ ذھب اکثر المسلمین الی انہا اجسام نورانیۃ وقیل ہوائیۃ قادرۃ علی التشکل والظھور باشکال مختلفۃ باذن اللہ تعالیٰ ۔

ویؤید کونہم اجساما نورانیۃ لا ہوائیۃ ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجانّ من مارجٍ من نار وخلق آدم مما وصف لکم۔ اخرجہ کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزھد الرقاق ولفظہ بصیغۃ المجہول خلقت الملائکۃ من نور الخ ۔

مذہب[۳] ثالث ۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کواکب سعادت ونحوست تقسیم کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری ۔

مذہب[۴] رابع ۔ مجوس وبعض ثنویہ ظلمت ونور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں ۔ قال النیسابوری ومنہم معظم المجوس والثنویۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانہما عندھم جوھران حسّاسان مختاران قادران متضادا النفس والصورۃ مختلفا الفعل والتدبیر فجوھر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌّ طیبُ الریح کریمُ النفس یَسُرُّ ولا یَضُرُّ وینفع ولا یمنع ویحیی ولا یبلی وجوھرُ الظلمۃِ ضدُّ ذلک فالنور یولِد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیلِ التناکح بل کتولّد الحکمۃ من الحکیم والضوء من المضیئ وجوھرُ الظلمۃ یولِد الاعداء وھم الشیاطین کتولد السفہ من السفیہ۔ انتھیٰ ۔

مذہب[۵] خامس ۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جواہر غیر متحیزہ ہیں۔ یعنی وہ محل ومکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاریٰ کہتے ہیں انها هي الانفس الناطقة المفارقة لابدانها فان كانت صافية خيرة فهي الملائكة وان كانت خبيثة كثيفة فالشياطين۔ تو نصاریٰ کے نزدیک موت کے بعد ارواح خارجہ من الابدان فرشتے کہلاتی ہیں ویرد علیهم قوله تعالیٰ واذ قال ربك للملائكة انى جاعل في الارض خليفة۔ لانها قبل خلق البشر۔

مذہب سادس۔ قائلین بکونہا جواہر غیر متحیزہ میں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انها جواهر مجردة مخالفة للنفوس الناطقة في الحقيقة وصرح بعض الفلاسفة بانها العقول العشرة والنفوس الفلكية التي تحرك الافلاك۔ قال النيسابوري وقال آخرون وهم الفلاسفة انها مخالفة لنوع النفوس الناطقة البشرية وانها اكمل قوة واكثر علما ونسبتها الى النفوس البشرية كنسبة الشمس الى الاضواء ثم منها نفوس ناطقة فلكية ومنها عقول مجردة ومنهم من اثبت انواعا اخر من الملائكة وهي الارضية المدبرة لاحوال العالم السفلي خيرها الملائكة وشريرها الشياطين وقد يستدل عليها اصحاب المجاهدة من جهة المكاشفة واصحاب الحاجات والضرورات من جهة مشاهدة الآثار العجيبة والهداية الى المعالجات النادرة الغريبة وتركيب المعجونات واستخراج صنعة الترياق كما يحكى انه كان لجالينوس وجع في الكبد فرأى في المنام كأن امرأ يأمره ان يفصد الشريان الذي على ظهر كفه اليمنى بين السبابة والابهام نفعل فعوفي ومما يدل على ذلك حال الرؤيا الصادقة۔ ا ھ۔ راجع دائرة المعارف لمحمد فريد وجدى ج ۱ ص ۲۶۶۔

بہرحال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ ملائکہ ہیں اور عقلِ فعال جو ماتحتِ فلکِ قمر میں متصرف ہے۔ جبریل علیہ السلام ہیں عقلِ فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسلمین مخلوق و حادث ہیں اور عقولِ عشرہ کو فلاسفہ قدیم و غیر مخلوق مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مامور من اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مامور نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً۔ عقولِ عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحابِ قوتِ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ بدیہی ہو کر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

رابعًا فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ خزانہ ومحافظ ہیں ہمارے علوم کلیہ ومدرکات عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امور جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات حسِ مشترک کا اور حافظ خزانہ ہے امور جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات واہم کے لیے۔ لیکن اہلِ اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے ومحافظ نہیں مانتے۔

خامسًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ کل دنیا کے لیے خالق ومتصرف ہیں۔ یہی عقول عشرہ آسمان کے مُوجد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شفاء امراض وقضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی احل المشکلات وقاضی الحاجات ودافع البلیات ورافع الدرجات ہیں۔ اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بیدک الخیر۔ لیکن اہلِ اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادسًا۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالق عالم ومعطی وواہب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول وسائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف وافعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیشِ نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء واعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن وفعلہ کن۔

سابعًا۔ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقلِ فعّال مراد ہے۔ مثل قولہ تعالی انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثَمَّ امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول شیطان رجیم۔ قال ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرد علی المنطقیین ص۲۷۵ زعم بعض الفلاسفۃ ان ھذا ھو العقل الفعّال لانہ دائم الفیض فیقال فی ردہ قد قال لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثَمَّ والعقل الفعّال لو قدر وجودہ فلا تاثیر لہ فیما ثَمَّ وانما تاثیرہ عندکم فیما تحت فلک القمر فکیف ولا حقیقۃ لہ۔ اھ۔

وبالجملہ فلاسفہ جن جواہر مجردہ ونفوس مجردہ وعقول کو فرشتے کہتے ہیں اصول اسلام کی رُو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشیخ الامام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الرد علی اھل المنطق ص۲۷۵ وملائکۃ اللہ الذین یدبرہم امر السماء والارض وھم المدبرات امرًا والمقسمات امرًا التی اقسم اللہ تعالی بھا فی کتابہ لیست ھی الکواکب عند احد من سلف الامۃ ولیست الملائکۃ ھی العقول والنفوس التی تثبتھا الفلاسفۃ المشاؤن اتباع ارسطو ونحوھم وبین خطأ من یظن ذلک ویجمع بین ما قالوہ وبین ما جاءت بہ الرسل ویقول ان قولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل۔ ھو حجۃ لھم علی العقل الاول ویسمونہ القلم لیجعلوا ذلک مطابقًا لقولہ اول ما خلق اللہ القلم وذکرنا فی غیر ھذا الموضع ان حدیث العقل

ضعیف باتفاق اهل المعرفة بالحدیث بل هو موضوع ۔
ومع هذا فلفظه اوّل ما خلق اللّٰہ العقل قال له اَقبِل فاَقبَلَ فقال له اَدبِر فَاَدبَر فقال وعزّتی ما خلقتُ خلقاً اکرم علیّ منك فبِك اٰخذُ وبك اُعطِی وبك الثواب وبك العقاب۔ فان کان الحدیث صحیحاً فهو حجة علیهم لانّ معناه انه خاطب العقل فی اول اوقات خلقه بهذا الخطاب وفیه انه لم یخلق خلقاً اکرم علیه منه فهذا یدل علی انه خلق قبله غیره وایضاً فالعقل فی لغة الرسول واصحابه وامته عرض من الاعراض یکون مصدر عقل یعقِل عقلاً کما فی قوله لعلّهم یعقلون. ولعلّکم تعقلون۔ لهم قلوب لا یعقلون بها ونحو ذلك قد یراد به الغریزة التی فی الانسان۔ والعقل فی لغة الفلاسفة جوهر مجرّد قائم بنفسه فاین هذا من ذاك ؟ ولهذا قال فی الحدیث فبك اٰخذ وبك اعطی وبك الثواب وبك العقاب وهذا یقال فی عقل بنی اٰدم وهم یزعمون ان اول ما صدر عن اللّٰہ جوهر قائم بنفسه وانه رب جمیع العالم وان العقل العاشر هو رب کل ما تحت فلك القمر ومنه تنزلت الکتب علی الانبیاء۔ انتهی بتصرف ۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفہ اسلام نے تطبیق فلسفہ و اسلام کی کوشش کی ہے وہ سعی لاحاصل ہے ۔

مذہب سابع ۔ بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللّٰہ تعالٰی وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثاً۔ (الزخرف)۔

مذہب ثامن ۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل و منفعل مانتے ہیں ۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں ۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا ۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص۱۳۱ ومن العجب ان عند الصابئة اکثر الروحانیات قابلة منفعلة وانما الفاعل الکامل واحد وعن هذا صار بعضهم الی ان الملائکة اناث وقد اخبر التنزیل عنهم بذلك وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثاً ۔

مذہب تاسع ۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں ۔ ان میں سے دو فرقے کواکب پرست ہیں ۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ نیّرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں ۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے ۔ اس فرقہ والے سورج کی عبادت کرتے ہیں ۔

قال الشهرستانی فی کتابه الملل ج ۲ ص۲۵۵ ولم ینقل للهند مذهب فی عبادة الکواکب الا فرقتان توجّهتا الی النیّرین الشمس والقمر فعبدة الشمس زعموا ان الشمس مَلَك من الملائکة ولها نفس وعقل

ومنها نور الکواکب وضیاء العالم وتکوّن الموجودات السفلیة وهی ملک الفلک فتستحق التعظیم والسجود والتبخیر والدعاء اھ۔ دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ وزعموا ان القمر ملک من الملائکة یستحق التعظیم والعبادة والیه تدبیر هذا العالم السفلی والامور الجزئیة فیه وبزیادة القمر ونقصانه تعرف الازمان والساعات وهو تلو الشمس وقرینها ومنها نوره۔ اھ۔ هذا واللہ اعلم

تم الفصل الاول ویلیه الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امینِ وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزالِ عذاب وتباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل مؤکل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغتِ سریانی میں عبداللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانیہ میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے وروی عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمة ان اسم جبریل عبد اللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العمدة ج ۱ ص ۷۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبدالرحمن یا عبدالعزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب واضافت مقلوبہ ہے لہٰذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامة السهیلی فی الروض ج ۱ ص ۱۵۵ واسم جبریل سریانی ومعناہ عبد الرحمن او عبد العزیز هکذا جاء عن ابن عباس موقوفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصح واکثر الناس علی ان اخر الاسم هو اسم اللہ وهو ایل وکان شیخنا رحمه اللہ یذهب مذهب طائفة من اهل العلم فی ان هذه الاسماء اضافتها مقلوبة وکذلک الاضافة فی کلام العجم یقولون فی غلام زید زید غلام فعلی هذا یکون ایل عبارة عن العبد ویکون اول الاسم عبارة عن اسم من اسماء اللہ تعالی الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل کما تقول عبد اللہ وعبد الرحمن الا تری ان لفظ عبد یتکرر بلفظ واحد والاسماء الفاظها مختلفة۔ اھ۔

وقال فی العمدة وذهبت طائفة الی ان الاضافة فی هذه الاسماء مقلوبة فایل هو العبد و اوله اسم من اسماء اللہ تعالی والجبر عند العجم هو اصلاح ما فسد وهی توافق معناه من جهة العربیة فان فی الوحی اصلاح ما فسد وجبر ما وهی من الدین ولم یکن هذا الاسم معروفا بمکة ولا بارض العرب ولذا انه علیه السلام لما ذکرہ لخدیجة رضی اللہ عنها انطلقت لتسأل من عنده علم من الکتاب کعداس ونسطور الراهب فقالا قدوس قدوس ومن این هذا الاسم بهذه البلاد ورأیت فی اثناء مطالعتی فی الکتب ان اسم جبریل علیه الصلاة والسلام عبد الجلیل وکنیته ابو الفتوح واسم میکائیل عبد الرزاق وکنیته ابو الغنائم واسم اسرافیل عبد الخالق وکنیته ابو المنافخ واسم عزرائیل

عبد الجبار کنیتہ ابو یحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح و روح القدس والناموس الاکبر وطاووس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریل کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ ہیں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ لہ ست اجنحۃ فی کل واحدۃ مائۃ جناح ولہ وراء ذلک جناحان لاینشرھما الا عند ھلاک القری۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثر مرسل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائل یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمہ اللہ وھذا الاثر یرد قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالی اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر یعنی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال و دوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطی ان جبریل ھو السفیر بین اللہ و بین انبیائہ ولا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ انتھی۔ واعترض علیہ بعضھم بان اسرافیل کان سفیرا بین اللہ و بین نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فعن الشعبی انہ جاءتہ صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ وقرن بنبوتہ اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبریل کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۴۳۔ واخرج احمد بن حنبل ویعقوب بن سفیان فی تاریخھما وابن سعد والبیھقی عن الشعبی قال نزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین فکان یعلمہ الکلمۃ والشئ ولا ینزل القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبرئیل فنزل القرآن علی لسانہ عشرین سنۃ عشرا بمکۃ وعشرا بالمدینۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۳۔ وروی ان اسرافیل قرن بہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ ثلاث سنین یسمع حسہ ولا یری شخصہ یعلمہ الشئ بعد الشئ۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالی عن ذلک بان السفیر ھو المرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجئ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان ولک ان تقول ان کان المراد بالمجئ الیہ بوحی من اللہ تعالی کما ھو المتبادر فلیس فی ھذہ الروایۃ ان اسرافیل کان یاتیہ بوحی فی تلک المدۃ وجواب الحافظ السیوطی رحمہ اللہ یقتضی ان اسرافیل غیرہ

من الملائکۃ کان یاتیہ بوحی من اللہ قبل مجئ جبریل لہ صلی اللہ علیہ وسلم بوحی غیر النبوۃ ولا یخرجہ ذلک عن الاختصاص باسم السفیر وبان اسرافیل لم ینزل لغیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کما ثبت فی الحدیث فلم یکن السفیر بین اللہ وجمیع انبیائہ قیل وانما خص بذلک لانہ اول من سجد من الملائکۃ لآدم علیہ السلام هذا ما هو مذکور فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۵ ۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے ۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے ۔ سیوطی کی عبارتِ حاوی یہ ہے ۔

وصل کتاب الاعلام الی حلب فوقف علیہ واقف فرأی قولی فیہ ان جبریل هو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ لا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ ۔ فکتب علی الهامش بخطہ ما نصہ بل قد عرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ قال الحافظ برهان الدین الحلبی فی شرح البخاری ۔ اعلم ان فی کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع صور ذکرها السهیلی فی روضہ الی ان قال سابعها وحی اسرافیل کما ثبت عن الشعبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل بہ اسرافیل فکان یترایٰ لہ ویاتیہ بالکلمۃ والشیٔ ثم وکل بہ جبریل ۔ قال ابن عبد البر فی اول الاستیعاب وساق سندا الی الشعبی قال انزلت علیہ النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین ثم نقل عن شیخہ ابن الملقن ان المشهور ان جبریل ابتدأہ بالوحی ۔ انتهی ما کتبہ المعترض ۔

واقول الجواب عن ذلک من وجوہ ۔ احدها ما نقلہ المعترض نفسہ فی اٰخر کلامہ عن ابن الملقن ان المشهور ان جبریل ابتدأہ بالوحی وانما قال ابن الملقن ذلک لانہ الثابت فی احادیث الصحیحین وغیرهما واثر الشعبی مرسل او معضل فکیف یعتمد علیہ مع ثبوت خلافہ فی الصحیحین وغیرهما والعجب من المعترض کیف اعترض بما لم یثبت مع نقلہ فی اٰخر کلامہ ان المشهور خلاف ما اعترض بہ ۔

الوجہ الثانی ۔ ان المراد بالسفیر الذی هو مرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجئ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان کما ان کاتب السر مرصد للتوقیع عن السلطان ولا ینافی ذلک ان یوقع عنہ غیرہ فی بعض الاحیان فلا یسلب کاتب السر الاختصاص بهذا الاسم ولا یشارکہ فیہ من وقع مرۃ او مرتین فکذلک لا یسلب جبریل الاختصاص باسم السفیر ولا یشارکہ فیہ احد من الملائکۃ الذین جاءوا الی الانبیاء فی وقت ما وکم من ملک غیر اسرافیل جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قضایا متعددۃ کما هو فی کثیر من الاحادیث وجاء ملک الموت الی ابراهیم علیہ السلام فبشرہ بالخلۃ فعجب من المعترض کیف اقتصر علی اسرافیل دون مجئ غیرہ من الملائکۃ ۔

الوجہ الثالث۔ ان العبارۃ التی اوردتہا وھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغۃ الجمع واسرافیل لم ینزل الی احد غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد فی الحدیث۔ وذکر بعض العلماء فی حکمتہ انہ الموکل بالنفخ فی الصور والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث قرب الساعۃ وکانت بعثہ من اشراطھا فبعث الیہ اسرافیل بھذہ المناسبۃ ولم یبعث الی نبی قبلہ وحینئذ فالمبعوث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط لا یصدق علیہ انہ سفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغۃ الجمع لانہ لم یکن سفیرًا الا بین اللہ وبین نبی واحد والحکم المنفی عن المجموع لا یلزم نفیہ عن فرد من افراد ذلک المجموع فلا یصح النقض بہ۔

الوجہ الرابع۔ انہ قد ورد فی الحدیث ما ہو ھی اثر الشعبی وھو ما اخرجہ مسلم والنسائی و الحاکم عن ابن عباسؓ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس وعندہ جبریل اذ سمع نقیضًا من السماء من فوق فرفع جبریل بصرہ الی السماء فقال یا محمد ھذا ملک قد نزل لم ینزل الی الارض قط قال فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال ابشر بنورین اوتیتھما لم یؤتھما نبی قبلک فاتحۃ الکتاب و خواتیم سورۃ البقرۃ لن تقرأ حرفًا منھما الا اوتیتہ قال جماعۃ من العلماء ھذا الملک ھو اسرافیل۔ و اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد ھبط علی ملک من السماء ما ھبط علی نبی قبلی ولا یھبط علی احد بعدی وھو اسرافیل فقال انا رسول ربک الیک امرنی اخبرک ان شئت نبیًا عبدًا وان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبریل فاومأ الیّ ان تواضع فلو انی قلت نبیا ملکا لسارت الجبال معی ذھبا۔ وھاتان القضیتان بعد ابتداء الوحی بسنین کما یعرف من سائر طرق الاحادیث وھما ظاھران فی ان اسرافیل لم ینزل الیہ قبل ذلک فکیف یصح قول الشعبی انہ اتاہ فی ابتداء الوحی۔

الوجہ الخامس۔ انہ قد اقمنا فی الاعلام الدلیل علی ذلک عقبہ وھو قول ورقۃ جبریل امین اللہ بینہ وبین رسولہ وقول ابن سابط فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء۔ وقال عطاء بن السائب اول ما یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلۃ الحاجب و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما جبریل فصاحب الحرب صاحب المرسلین الحدیث و آثار اخر (وقلنا فی آخر الکلام) فعرف بمجموع ھذہ الآثار اختصاص جبریل من بین سائر الملائکۃ بالوحی الی الانبیاء انما کان عند المعترض من الفطنۃ ما یھتدی بہ لصحۃ ھذا الکلام اخذا من ھذہ الادلۃ ھذا آخر الجواب واللہ اعلم۔

سوال ۔ جبریل علیہ السلام نے کُل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب۔ صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عددِ نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۴ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستاً وعشرین الف مرۃ ولم یبلغ احد من الانبیاء علیہم السلام ھذا العدد۔ اہ۔ واللہ اعلم بصحۃ ھذا القول ولا ادری ما بحثت۔ ومن این اخذ ھذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام گاہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور تدقیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایامِ نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایامِ قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد ہذا پر ۲۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہو گیا اور پھر کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مومنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی بیان لیلۃ القدر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم الآیۃ۔ فعن الضحاک ان الروح ھنا جبریل وانہ ینزل ھو والملائکۃ فی لیلۃ القدر ویسلمون علی المسلمین وذلک فی کل سنۃ۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت سعد قالت قلت یا رسول اللہ ھل یرقد الجنب؟ قال ما احب ان یرقد حتی یتوضأ فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فھذا الحدیث یدل علی ان جبریل ینزل الی الارض ویحضر موتۃ کل مومن حضرہ الموت وھو علی طہارۃ۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریلؑ اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبرانی ونعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدیث الفتن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وصف الدجال قال فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ ویمر بالمدینۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا جبریل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ بروز قیامت فرشتوں میں بلکہ کل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اول من یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ۔ واخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللہ الی رسلہ واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام عموماً کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریلؑ کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی الخصائص الصغری خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برؤیتہ جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلک الصورۃ الا نبینا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۵۹۔ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ الا مرتین اما واحدۃ فانہ سألہ ان یریہ نفسہ فاراہ نفسہ فسد الافق واما الاخری فلیلۃ الاسراء عند السدرۃ۔ واخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل فی صورتہ ولہ ستمائۃ جناح کل جناح منہا قد سد الافق یسقط من جناحہ من التہاویل والدر والیاقوت ما اللہ بہ علیم۔ والتہاویل الاشیاء المختلفۃ الالوان ومنہا یقال لما یخرج من الریاض من الوان الزہر التہاویل۔ واخرج الطبرانی واحمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ التی خلق علیہا الا مرتین رآہ منہبطا من السماء الی الارض سادًّا عظم خلقہ ما بین السماء والارض۔ واخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتُ جبرئیل منہبطا قد ملأ ما بین السماء والارض علیہ ثیاب سندس معلقا بہ اللؤلؤ والیاقوت۔ واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتُ جبریل لہ ستمائۃ جناح من لؤلؤ قد نشرہا مثل ریش الطواویس۔ وفی الاحادیث واکثر ما کنتُ اراہ علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکنت احیاناً اراہ کما یری الرجل صاحبہ من وراء الغربال۔ واخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال کان جبرئیل یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبیؓ واخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبرئیل یاتینی علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکان دحیۃ رجلاً جمیلاً

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین و جمیل صحابی ہیں ھو دحیۃ بن خلیفۃ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانۂ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ و قیل کما فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۲۵۳ وکان اذا اتاہ علی صورۃ الآدمی یاتیہ بالوعد والبشارۃ۔اھ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر انہ ما نزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظۃ یحیطون بہ و بالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہما لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ ھذا واللہ اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل و میکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعاً یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواحِ حیوانات نکالنے پر موکل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عزرائیل فی سماء الدنیا وخلق اللہ رجلیہ فی تخوم الارضین ورأسہ فی السماء العلیا ووجھہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اعوان بعدد من یموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی رزقہ وینقضی اجلہ۔ قبضِ ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ وقال تعالیٰ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفتہ رسلنا ای اعوان ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جلیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال و امور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعتِ ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن وھب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ھم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم آجالہم فاذا توفوا النفس دفعوھا الی ملک الموت وھو کالعاقب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحتہ۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حملۃ العرش یاتی بتراب من الارض فلما ھوی لیأخذ قالت الارض اسألک بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

یکون للنار منه نصیب غدا فترکها فلما رجع الی ربه قال مامنعك ان تأتی بما امرتك قال سألتنی بك فعظمت ان ارد شیئا سألنی بك فارسل أخر فقال مثل ذلك حتی ارسلهم کلهم فأرسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذی ارسلنی احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض کلها من طیبها وخبیثها فجاء به الی ربه فصب علیه من ماء الجنة فصار حما مسنونا فخلق منه ادم - و اخرج ابوحذیفة اسحق بن بشر فی کتاب المبتدا عن ابن اسحق عن الزهری نحوه وسمی الملك المرسل اولا اسرافیل والثانی میکائیل. واخرج ابن عساکر من طریق السدی عن ابی مالك وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمی المرسل اولا جبریل والثانی میکائیل واخرج ابن عساکر ایضا عن یحیی بن خالد نحوه وسمی الاول جبریل والثانی میکائیل وقال فی أخره فسماه ملك الموت ووکله بالموت -

۳- کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمھیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی طاعت میں لگا دو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبضِ ارواح کے لیے بار بار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتے۔

۴- جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقتِ موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔

۵- عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔

۶- ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم وابن مندة کلاهما فی الصحابة من طریق جعفر بن محمد عن ابیه عن الحرث بن الخزرج عن ابیه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ونظر الی ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال یا ملك الموت ارفق بصاحبی فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عینا واعلم أنی بکل مؤمن رفیق واعلم یا محمد انی لاقبض روح ابن أدم فاذا صرخ صارخ قمت فی الدار ومعی روحه فقلت ماهذا الصارخ والله ماظلمناه ولاسبقنا اجله ولا استعجلنا قدره ومالنا فی قبضه من ذنب فان ترضوا بما صنع الله تؤجروا وان تسخطوا تأثموا وتؤزروا وان لنا عندکم عودة بعد عودة فالحذر الحذر ومامن اهل بیت شعر ولامدر بر ولافاجر سهل ولاجبل الا أنا اتصفحهم فی کل یوم ولیلة حتی لأنا أعرف بصغیرهم وکبیرهم منهم بانفسهم والله لو اردت أن اقبض روح

بعوضة ما قدرت على ذلك حتى يكون الله هو يأذن بقبضها قال جعفر بن محمد بلغنى انه انما يتصفحهم عند مواقيت الصلاة فاذا نظر عند الموت فان كان ممن يحافظ على الصلوات الخمس دنا منه الملك و طرد عنه الشيطان ويلقنه الملك لا اله الا الله محمد رسول الله فى ذلك الحال العظيم واخرجه ابن ابى حاتم فى تفسيرہ وابو الشيخ فى العظمة عن جعفر بن محمد عن ابيه مرفوعاً معضلاً واخرج ابن ابى الدنيا و ابو الشيخ عن الحسن قال ما من يوم الا وملك الموت يتصفح فى كل بيت ثلاث مرات فمن وجده منهم قد استوفى رزقه وانقضى اجله قبض روحه فاذا قبض روحه اقبل اهله برنة وبكاء فيأخذ ملك الموت بعضادتى الباب فيقول مالى اليكم من ذنب وانى لمأمور والله ما اكلت له رزقا ولا افنيت له عمرا و لا انتقصت له اجلا وان لى فيكم لعودة ثم عودة حتى لا ابقى منكم احدا قال الحسن فوالله لو يرون مقامه و يسمعون كلامه لذهلوا عن ميتهم ولبكوا على انفسهم ۔

۷۔ نیک انسان۔ صالح۔ سخی کے ساتھ بوقتِ موت عزرائیل علیہ السلام نرمی وخوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور بد کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المروزی فی الجنائز عن سليم بن عطية قال دخل سلمان على صديق له يعوده وهو بالموت فقال يا ملك الموت ارفق به فانه مؤمن فتكلم الرجل وقال انه يقول انى بكل مؤمن رفيق ۔ واخرج الزبير بن بكار وابن عساكر من طرق عن حميد بن ميمون عن ابيه قال كنت فيمن حضر المطلب بن عبد الله بن حنطب بمنبج وهو يجود بنفسه ولقى من الموت شدة فقال رجل ممن حضر وهو فى غشيته اللهم هون عليه فانه كان وكان يثنى عليه فافاق فقال من المتكلم فقالوا فلان فقال فان ملك الموت يقول لك انى بكل مؤمن سخى رفيق ثم مات فى الحال ۔ واخرج ابن ابى الدنيا عن عبيد بن عمير قال بينما ابراهيم صلوات الله على نبينا وعليه يوما فى داره اذ دخل عليه رجل حسن الشارة فقال يا عبد الله من ادخلك دارى فقال ادخلنيها ربها قال ربها احق بها فمن انت قال ملك الموت قال لقد نعت لى منك اشياء ما اراها فيك قال فأدبر فادبر فاذا اعيون مقبلة وعيون مدبرة واذا كل شعرة منه كأنها السنان قائم فتعوذ ابراهيم عليه السلام من ذلك وقال عد الى الصورة الاولى قال يا ابراهيم ان الله اذا بعثنى الى من يحب لقاءه بعثنى فى الصورة التى رأيت اولا ۔ الشارة بشين معجمة وراء خفيفة الهيئة ۔

واخرج عن وهب قال ان ابراهيم صلوات الله عليه رأى فى بيته رجلا فقال من انت ؟ قال انا ملك الموت قال ابراهيم ان كنت صادقا فأرنى منك آية اعرف انك ملك الموت قال له

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض بها المؤمنين قال فرأى من النور و البهاء شيئا لا يعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التي يقبض بها الكفار والفجار فرعب ابراهيم رعبا شديدا حتى ارتعدت فرائصه والصق بطنه بالارض وكادت نفسه ان تخرج ۔ واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معاً قالا لما اتخذ الله ابراهيم خليلا سأل ملك الموت ربه ان يأذن له ان يبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهيم فبشره فقال الحمد لله ثم قال یا ملك الموت ارنی كيف تقبض انفاس الكفار قال یا ابراهیم لا تطیق ذلك قال بلى قال اعرض فاعرض ثم نظر فاذا برجل اسود تنال رأسه السماء يخرج من فيه لهب النار ليس من شعرة فی جسده الا فی صورة رجل يخرج من فيه ومسامعه لهب النار فغشى على ابراهيم ثم افاق وقد تحول ملك الموت فی الصورة الاولى فقال یا ملك الموت لو لم يلق الكافر من البلاء والحزن الا صورتك لكفاه فأرنی کیف تقبض انفاس المؤمنين قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو رجل شاب احسن الناس وجها واطيبهم ريحاً فی ثیاب بیض فقال یا ملك الموت لو لم یر المؤمن عند الموت من قرة العين والكرامة الا صورتك هذه لكان يكفيه ۔

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے ہتھیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت و طباق کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو قبض روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص کی روح قبض کرنے کی ایک سپرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل جاتا ہے ۔ اخرج ابو الشیخ عن الحکم بن عتیبة قال الدنیا بین یدی ملك الموت بمنزلة الطست بین یدی الرجل واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن اشعث بن سلیم قال سأل ابراهیم صلوات الله علیه ملك الموت واسمه عزرائیل وله عینان فی وجهه وعینان فی قفاه فقال یا ملك الموت ماذا تصنع اذا كانت نفس بالمشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقى الزحفان كيف تصنع قال ادعو الارواح باذن الله فتكون بين اصبعي هاتين قال ودحيت له الارض فتركت كالطست يتناول منها حيث شاء واخرج ابن ابی الدنیا من طریق الحسن بن عمارة عن الحکم ان یعقوب علیه السلام

قال لملك الموت ما من نفس منفوسۃ الا و انت تقبض روحہا قال نعم قال فکیف وانت عندی ھھنا والانفس فی اطراف الارض قال ان اللہ سخرلی الدنیا فہی کالطست یوضع قدام احدکم فیتناول من اطرافہا ما شاء کذلک الدنیا عندی۔

واخرج الدینوری فی المجالسۃ عن ابی قیس الازدی قال قیل لملک الموت کیف تقبض الارواح قال ادعوہا فتجیبنی۔ واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ وابو نعیم عن شہر بن حوشب قال ملک الموت جالس والدنیا بین رکبتیہ واللوح الذی فیہ آجال بنی آدم بین یدیہ وبین یدیہ ملائکۃ قیام وھو یعرض اللوح لایطرف فاذا اتی علی اجل عبد قال اقبضوا ھذا۔ واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس انہ سئل عن نفسین اتفق موتہما فی طرفۃ عین واحد بالمشرق وواحد بالمغرب کیف قدرۃ ملک الموت علیہما قال ما قدرۃ ملک الموت علی اھل المشارق والمغارب والظلمات والھوی والبحور الا کرجل بین یدیہ مائدۃ یتناول من ایہا شاء۔ واخرج جویبر فی تفسیرہ عن الکلبی عن مجاھد عن ابن عباس قال ملک الموت الذی یتوفی الانفس کلہا وقد سلط علی ما فی الارض کما سلط احدکم علی ما فی راحتہ ومعہ ملائکۃ من ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ من ملائکۃ العذاب فاذا توفی نفسا طیبۃ دفعہا الی ملائکۃ الرحمۃ واذا توفی نفسا خبیثۃ دفعہا الی ملائکۃ العذاب۔

واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی المثنی الحمصی قال ان الدنیا سہلہا وجبلہا بین فخذی ملک الموت ومعہ ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب فیقبض الارواح فیعطی ھؤلاء لھؤلاء وھؤلاء لھؤلاء یعنی ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب قیل فاذا کانت وقعۃ وکان السیف مثل البرق قال یدعوھا فتاتیہ الانفس۔ واخرج ابن ابی حاتم عن زھیر بن محمد قال قیل یا رسول اللہ ملک الموت واحد والزحفان یلتقیان من المشرق والمغرب ومابین ذلک من السقط والھلاک فقال ان اللہ حوی الدنیا لملک الموت حتی جعلہا کالطست بین یدی احدکم فہل یفوتہ منہا شئ۔ واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف قال حدثنا عبداللہ بن نمیر عن الاعمش عن خیثمۃ قال اتی ملک الموت سلیمان بن داود وکان لہ صدیقا فقال لہ سلیمان مالک تاتی اھل البیت فتقبضہم جمیعا وتدع اھل البیت الی جنبہم لاتقبض منہم احدا قال لا اعلم بما اقبض منہا انما اکون تحت العرش فتلقی الی صکاک فیہا اسماء۔

مذکورہ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس عرش الٰہی سے ہر شخص کے نام کی پرچی (صکاک) پہنچتی ہے۔ واخرج احمد فی الزھد وابن ابی الدنیا عن عمر قال بلغنا ان ملک الموت لایعلم متی یحضر اجل الانسان حتی یؤمر بقبضہ۔

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے صرف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخرج الطبرانی عن الحسین ان جبریل ھبط علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم موتہ فقال کیف تجدک قال اجدنی یا جبریل مغموما واجدنی مکروبا فاستاذن ملک الموت علی الباب فقال جبریل یا محمد ھذا ملک الموت یستأذن علیک ما استأذن علی آدمی قبلک ولا یستأذن علی آدمی بعدک قال ائذن لہ فأذن لہ فاقبل حتی وقف بین یدیہ فقال ان اللہ ارسلنی الیک وامرنی ان اطیعک ان امرتنی ان اقبض نفسک قبضتھا وان کرھت ترکتھا قال وتفعل یا ملک الموت قال نعم بذلک امرت فقال لہ یا جبریل ان اللہ قد اشتاق الی لقائک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امض لما امرت بہ۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبض روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہو کر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہوگئی۔ اخرج المروزی وابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملک الموت کان یقبض الارواح بغیر وجع فسبہ الناس ولعنوہ فشکا الی ربہ فوضع اللہ الاوجاع ونسی ملک الموت یقال مات فلان بوجع کذا وکذا۔ واخرج ابو نعیم عن الاعمش قال کان ملک الموت یظھر للناس فیأتی الرجل فیقول اقض حاجتک فانی ارید ان اقبض روحک فشکا فانزل الداء وجعل الموت خفیۃ۔ و اخرج احمد والبزار والحاکم وصححہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان ملک الموت یأتی الناس عیانا فاتی موسی فلطمہ ففقأ عینہ فأتی ربہ فقال یا رب عبدک موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشققت علیہ قال لہ اذھب الی عبدی فقل لہ فلیضع یدہ علی جلد ثور فلہ بکل شعرۃ وارت یدہ سنۃ فاتاہ فقال ما بعد ھذا قال الموت قال فالآن قال فشمہ فقبض روحہ ورد اللہ الیہ عینہ فکان یأتی بعد ذلک الناس خفیۃ۔ واخرج ابو حذیفۃ اسحق بن بشر فی کتاب المبتدأ بسندہ عن ابن عمر قال قال ملک الموت یا رب ان عبدک ابراھیم جزع من الموت فقال لہ قل لہ الخلیل اذا طال بہ العھد من خلیلہ اشتاق الیہ فبلغہ فقال نعم یا رب قد اشتقت الی لقائک فاعطاہ ریحانۃ فشمھا فقبض فیھا روحہ۔ واخرج ابو الشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملک الموت قال لابراھیم علیہ السلام ان ربی امرنی

ان اقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا اسألك بحق الذي امرسلك ان تراجعني فيّ فقال ان خليلك سألني ان اراجعك فيه فقال ائته وقل له ان ربك يقول ان الخليل يحب لقاء خليله فأتاه فقال امض لما امرت به قال يا ابراهيم هل شربت شرابا قط قال لا قال فاستنكهه فقبض نفسه على ذلك۔

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ ہنس رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر مامور ہوں۔ اخرج ابو الفضل الطوسي في كتاب عيون الاخبار بسنده من طريق ابراهيم وابن النجار في تاريخ بغداد من طريق ابن هدبة عن انس مرفوعا ان ملك الموت لينظر في وجوه العباد في كل يوم سبعين نظرة فاذا ضحك العبد الذي بعث اليه يقول واعجبا بعثت اليه لاقبض۔

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار و احادیث مختلف وارد ہیں بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور ہیں جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چیونٹیوں وغیرہ وغیرہ حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفخ صور کے وقت تمام فرشتوں کی روحیں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی روحیں بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام و احترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشيخ والعقيلي في الضعفاء والديلمي عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آجال البهائم وخشاش الارض كلها في التسبيح فاذا انقضى تسبيحها قبض الله ارواحها وليس الى ملك الموت من ذلك شئ وله طريق آخر اخرجه الخطيب في الرواة عن مالك من حديث ابن عمر مثله قال ابن عطية والقرطبي وكان معنى ذلك ان الله يعدم حياتها بلا مباشرة ملك الموت واما الآدمي فتشرف بان خلق الله له ملكا واعوانه وجعل قبض روحه وانسلالها من جسده على يده لكن اخرج الخطيب في الرواة عن مالك عن سليمان بن معمر الكلابي قال حضرت مالك بن انس و سأله رجل عن البراغيث املك الموت يقبض ارواحها فأطرق طويلا ثم قال ألها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها۔

ثم رأيت جويبر اخرج فى تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت بقبض ارواح الآدميين فهو الذى يقبض ارواحهم وملك فى الجن وملك فى الشياطين وملك فى الطير والوحوش والسباع والخشاش والحيتان والنمل فهم اربعة املاك والملائكة يموتون فى الصعقة الاولى وان ملك الموت يلى قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء فى البحر فان الله يلى قبض ارواحهم لا يكل ذلك الى ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركبوا لجج البحر فى سبيله وجويبر ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع ولآخره شاهد مرفوع. واخرج ابن ماجه عن ابى امامة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح الا شهداء البحر فان الله يتولى قبض ارواحهم. واخرج ابن ابى شيبة فى المصنف عن عبد الله بن عيسى قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة فى البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك فى البحر فاتى قوما فاستحملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله ان تجرى ثم وقفت فاذا شجرة فى ناحية الماء فقال ضعونى على هذه الشجرة فوضعوه وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الى السماء فتكلم بكلامه الذى كان يعرج به فلم يقدر على ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فاتى صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الى ربه فصلى ودعا للملك وطلب الى ربه ان يكون هو الذى يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال انى طلبت الى ربى ان يشفعنى فيك كما شفعك فى وان اقبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات۔

۱۹۔ *ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھنے سے وہ بوقت نزع روح نرم برتاؤ فرماتے ہیں۔*

اخرج ابن عساكر فى تاريخه عن ابى زرعة قال قال لى نجيب بن ابى عبيد البزى رأيت ملك الموت فى النوم وهو يقول قل لابيك يصلى علىّ حتى ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابى بما رأيت فقال يابنى لانا ملك الموت انس منى بامك. واخرج ابن عساكر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم يبيت ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عنده فدعوت بدوات وقرطاس لاكتب وصيتى وغلبنى النوم فنمت ولم اكتبها فبينا انا نائم اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك دارى قال ادخلنيها ربها قلت من انت قال ملك الموت فرعبت منه فقال لا ترعب انى لم اومر بقبض روحك قلت فاكتب لى اذا براءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمددت يدى الى الدواة والقرطاس الذى

نمت عنه وهو عند رأسی فناولته فكتب بسم الله الرحمٰن الرحيم استغفر الله استغفر الله حتی
ملأ ظهر الکاغذ و بطنه ثم ناولنيه وقال هذا براءتك رحمك الله وانتبهت فزعا ودعوت بالسراج
فنظرت فاذا القرطاس الذی نمت وهو عند رأسی مكتوب بظهره و بطنه استغفر الله۔
هذا والله اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے
اور موکل بہ نفخ صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما
اخرج ابو الشیخ عن عکرمة بن خالد ان رجلاً قال یارسول الله ای الملائكة اکرم الله؟ فقال
جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فاما جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین و
اما میکائیل فصاحب کل قطرة تسقط وکل ورقة تنبت و اما ملك الموت فهو موكل بقبض
روح کل عبد فی برٍّ او بحرٍ واما اسرافیل فامین الله بینه وبینهم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بمنزلہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن
خالد بن ابی عمران قال جبریل امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلة الحاجب
کذا ذکر الحافظ السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ۱۶۳۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی
ہے بعدہ جبرئیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فی الحاوی اخرج
ابن ابی زمنین فی کتاب السنة عن کعب قال اذا اراد الله ان یوحی امراً جاء اللوح المحفوظ حتی
یصفق جبهةَ اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا الامر مكتوب فینادی جبریل فیلبیه فیقول اُمرتَ
بکذا امرت بکذا فیهبط جبریل علی النبی صلی الله علیه وسلم فیوحی الیه۔ واخرج ابو الشیخ عن ابی بکر
الهذلی قال اذا امر الله بالامر تدلت الالواح علی اسرافیل بما فیها من امر الله فینظر فیها اسرافیل
ثم ینادی جبریل فیجیبه وذکر نحوه۔ واخرج ابو الشیخ ایضاً عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلق
بالعرش فاذا اراد الله ان یوحی بشیٔ کتب فی اللوح فیجیٔ اللوح حتی یقرع جبهةَ اسرافیل فینظر
فیه فان کان الی اهل السماء دفعه الی میکائیل وان کان الی اهل الارض دفعه الی جبریل فاولُ
ما یحاسب یوم القیامة اللوح یدعی به ترعد فرائصه فیقال له هل بلغتَ؟ فیقول نعم فیقول
من یشهد لك؟ فیقول اسرافیل فیدعیٰ اسرافیل ترعد فرائصه فیقال له هل بلغك اللوح؟
فاذا قال نعم قال اللوح الحمد لله الذی نجانی من سوء الحساب ثم کذلك۔ واخرج ابو الشیخ عن
وهیب بن الورد قال اذا کان یوم القیامة دُعی اسرافیل تُرعد فرائصه فیقال ما صنعت فیما ادّی

الیک اللوح ؟ فیقول بلغت جبریل فیدعی جبریل ترعد فرائصه فیقال ما صنعت فیما بلغک اسرافیل ؟ فیقول بلغت الرسل فیؤتی بالرسل فیقال ما صنعتم فیما ادّی الیکم جبریل؟ فیقولون بلغنا الناس فهو قوله تعالیٰ فلنسألنّ الذین اُرسل الیهم ولنسألنّ المرسلین۔

واخرج ابن المبارک فی الزھد عن ابن ابی جبلة بسندہ قال اوّل من یدعی یوم القیامة اسرافیل فیقول اللہ هل بلغت عهدی ؟ فیقول نعم ربّ قد بلغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلغک اسرافیل عهدی ؟ فیقول نعم فیخلی عن اسرافیل فیقول لجبریل ما صنعت فی عهدی ؟ فیقول یا ربّ بلغت الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلغکم جبریل عهدی ؟ فیقولون نعم فیخلی عن جبریل۔ الحدیث۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ رہے کما فصّلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجعها۔ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوبار تشریف لائے تھے۔ اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد هبط علیّ مَلَکٌ من السماء ما هبط علی نبیّ قبلی ولا یهبط علی احدٍ بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول اللہ الیک اَمرنی ان اُخبرک اِن شئت نبیًّا عبدًا وان شئت نبیًّا مَلِکًا فنظرت الی جبریل فأومأ الیّ اَن تواضع فلو انّی قلت نبیًّا مَلِکًا لسارت الجبال معی ذهبًا۔

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں و اَشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے موکّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مُصوِّر و خالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف باللہ الامام الشعرانی رحمه اللہ فی الیواقیت ج ۱ ص۱۱۸ ان قلت فهل الملائکة الموکّلون بالارواح الذین یتولّون تصویر الاجنّة هم اَعوان عزرائیل و اسرافیل ؟ فالجواب هم اعوان اسرافیل علیه السلام الموکّل بالصّور وامّا اسرافیل علیه السلام فانما هو ناظرٌ الی صور الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لکل ما خلق اللہ تعالیٰ صورة مخصوصة فی ساق العرش اظهرها اللہ تعالیٰ قبل تکوینهم ثم انه لصوَر بنی اٰدم تشابهٌ وتشاکُلٌ فی الخلیقة لانهم علی صورة ابیهم اٰدم واٰدم هو کذلک فی الصور التی تحت العرش۔

والیہ الاشارۃ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وفی روایۃ علی صورۃ الرحمٰن ومعناہ الصورۃ التی صوّرھا الرحمٰن فی العرش او اللوح قبل خلق آدم علیہ السلام فان الحق تعالی لاصورۃ لہ لمباینتہ لجمیع خلقہ فافہم۔

فعلم ان اسرافیل ناظر الی الصور المنقوشۃ فی العرش وملک الارواح عند تصویر الجنین ناظر الی اسرافیل وتلک الصور کلھا حکایۃ عما فی علمہ الازلی سبحانہ وتعالی فیاخذ اسرافیل تلک الصور المختصۃ المسماۃ عند اللہ لتلک الذرۃ المخلقۃ المرباۃ ثم یلقیھا الی ملک الارحام وملک الارحام یلقیھا الی الجنین فی الرحم فیصورہ بتلک الصور المعینۃ والقاء الصورۃ انما یکون بالقاء نسختھا التی تلیق بھا۔

وانما اضاف تعالی التصویر فی الارحام الیہ بقولہ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لان ھذہ الاسباب مقدرۃ علی قضیۃ علمہ وتدبیرہ اجراء للعادۃ الحسنیٰ فھو تعالی مصور للصور ومصور مصوریھا لاخالق سواہ ولا مصور الا ھو ولذلک شدد الوعید علی من اتخذ الاصنام انتھی۔ ھذا واللہ اعلم۔

میکائیل علیہ السلام ۔ آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام موکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ ہیں اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن ابن سابط قال فی ام الکتاب کل شیئ ھو کائن الی یوم القیامۃ ووکل بہ ثلاثۃ من الملائکۃ فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیھم السلام ووکل ایضا بالھلکات اذا اراد اللہ ان یھلک قوما ووکلہ بالنصر عند القتال ووکل میکائیل بالقطر والنبات ووکل ملک الموت بقبض الانفس فاذا کان یوم القیامۃ عارضوا بین حفظھم وبین ما کان فی ام الکتاب فیجدونہ سواء۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خروج دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ وفی الحدیث فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں وتقادیر لکھی جاتی یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر وقضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق ونباتات وامطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الالوسی فی روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۲۱ ان ھھنا ثلاثۃ اشیاء الاول نفس تقدیر الامور ای تعیین

مقادیرھا واوقاتھا وذلك فی الازل والثانی اظہار تلك المقادیر للملائکۃ علیھم السلام بان تکتب فی اللوح المحفوظ وذلك فی لیلۃ النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادیر فی نسخ و تسلیمھا الی اربابھا من المدبرات فتدفع نسخۃ الارزاق والنبات والامطار الی میکائیل علیہ السلام ونسخۃ الحروب والریاح والجنود والزلازل والصواعق والخسف الی جبریل علیہ السلام ونسخۃ الاعمال الی اسرافیل علیہ السلام ونسخۃ المصائب الی ملك الموت وذلك فی لیلۃ القدر۔اھ۔ تمت رسالتی اعلام الکرام بحاصلھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ذو القرنین رحمہ اللہ۔ قرآن میں یہ اسم مذکور ہے۔ تفسیر ہٰذا میں شرح ان الذین کفروا سواء علیھم الخ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں ذو القرنین کا قصہ موجود ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت وقوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے۔ یاجوج و ماجوج کی سدّ آپ نے بنوائی اس سدّ کے طفیل آج تک یاجوج وماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں۔ اس سد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور اس میں سوراخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذو القرنین کی بڑی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشارق ومغارب تک پہنچے اقالیم دنیا کے مالک تھے۔

اس بات پر تو سب علماء قدماء ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی ورسول۔ دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ اغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج۲ ص۱۰۳ والصحیح انہ کان ملکا من الملوك العادلین وقیل کان نبیا وقیل رسولا واغرب من قال ملکا من الملائکۃ وابن عباس رضی اللہ عنھما قال کان ذو القرنین ملکا صالحا رضی اللہ عملہ واثنی علیہ فی کتابہ وکان منصورا وکان الخضر وزیرہ وذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو واسمٰعیل علیہ السلام وروی ان اللہ سخر لذی القرنین السحاب یحملہ حیث اراد۔

سبب تسمیہ بہ ذو القرنین میں اقوال ہیں قیل لانہ کان فی رأسہ شبہ القرنین وقال وھب کان لہ قرنان من نحاس فی رأسہ وھذا ضعیف اولانہ ملك فارس والروم فسمی بہ وقیل لانہ بلغ قرنی الشمس غربا وشرقا وملك مابینھما من الاراضی وھذا اشبہ الاقوال وھو قول الزھری وقال الحسن البصری کانت لہ غدیرتان من شعر یطأھما فسمی ذا القرنین۔

ذو القرنین کے نام میں اقوال ہیں۔ (۱) ان کا نام عبد اللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے۔ قالہ ابن عباس۔ (۲) مرزبان بن مرزبۃ (۳) وقیل اسمہ الصعب بن ذی مراثد وھو اول التبابعۃ وھو الذی حکم لابراھیم فی بئر السبع ذکرہ السھیلی (۴) وقیل انہ افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاک (۵) وذکر الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ھرمس اوھرویس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادۃ اسکندر ھو ذو القرنین وابوہ اول القیاصرۃ وکان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص۱۰۵۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھے قال بلغنی انہ ملک الارض کلھا اربعۃ مؤمنان وکافران سلیمان النبی وذوالقرنین ونمرود وبخت نصر وعن الحسن کان ذو القرنین ملک بعد النمرود۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط وافسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتے رہے اور لوگوں کو دعوت توحید دیتے رہے۔

فائدہ۔ اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر و اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر پلا میں ۳۵۶ھ ق پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۳۶ھ ق میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع وطاقت ور مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ھ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قیدی بنالیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بت پرست تھا۔ جنگ سے قبل بتخانوں میں جاکر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرتا۔

۳۳۱ھ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین، عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی رکسان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خوں ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔ ۳۲۷ھ ق میں ہندستان (موجودہ پاک وہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ پوروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کرکے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کرلیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ ۳۲۵ ق م میں اسکندر فوج سمیت بڑے کر و فر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب و افریقہ فتح کر کے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمران بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ ق م میں مرگیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدیہ کو حاکم بنادیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۲۱۹۔ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ و کافر و ظالم تھا بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔

شہرستانی ملل و نحل ج ۲ ص ۱۳۷ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ھو ذو القرنین الملک ولیس ھو المذکور فی القرآن بل ھو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فاقام عندہ خمس سنین یتعلم منہ الحکمۃ والادب وقیل للاسکندر ھذا انک تعظم مؤدبک اکثر من تعظیمک والدک قال لان ابی کان سبب حیاتی الفانیۃ ومؤدبی ھو سبب حیاتی الباقیۃ۔اھ۔

فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذوالقرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازیؒ نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذاً لارسطو فیکون مذھب ارسطو حقاً ورد علیہ العلامۃ النیسابوریؒ بان مذھب الفلاسفۃ لیس بباطل کلہ فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل۔اھ۔ بیضاوی و نیسابوری کی عبارات بھی اسی قول کی ترجیح پر دال ہیں۔

ہمارے خیال میں ذوالقرنین و اسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہوسکتے۔

اولاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد آمون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرھا۔ معبد آمون ایک بتکدے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بھا انہ لما دخل بابل کان بھا الصنم المشھور باسم بعل فقرب لہ قربانا علی عادتہ فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ۔اھ۔ وفیھا ثم انہ تجبر وتمرد حتی ادعی انہ ابن الالہ جوبتیر ودعا الناس الی عبادتہ۔اھ۔ اور ذوالقرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مؤمن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

علماء کی رائے ہیں ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی و مبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذا القرنین اِمّا ان تعذّب و اِمّا ان تتخذ فیھم حسنا قال امّا من ظلم فسوف نعذّبہ ثم یردّ الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و امّا من اٰمن وعمل صالحًا فلہ جزاءً الحسنیٰ۔

ثانیًا۔ ذوالقرنین سدِّ یاجوج و ماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے بناء سد کا ذکر نہیں کیا۔

ثالثًا۔ ذوالقرنین محبوبِ اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقویٰ سے بہت دور تھا۔ روی ابن الکواء انہ سأل علیًا رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال ھو عبد احبّ اللہ فاحبّہ وناصح اللہ فنصحہ فامرھم بتقوی اللہ تعالیٰ فضربوہ علی قرنہ فقتلوہ ثم بعثہ اللہ فضربوہ علی قرنہ فمات۔

رابعًا۔ اسکندر رومی تو سرے سے مؤمن و موحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلًا یقول لآخر یا ذا القرنین فقال مہ ماکفاکم ان تتسمّوا باسماء الانبیاء حتی تسمیتم باسماء الملائکۃ ذکرہ السہیلی۔ اسکندر رومی جیسے بُرے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے۔ وعن عبد اللہ بن عمروؓ قال کان ذوالقرنین نبیًّا و روی ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری اتبّع کان لعینا ام لا ولا ادری الحدود کفارات لاھلھا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبیٌّ ام لا۔ راجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳۔

خامسًا۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ سنہ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل علیہ السلام وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو و اسماعیل علیہ السلام۔ وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ ان ذا القرنین حج ماشیًا وان ابراھیم علیہ السلام لما سمع بقدومہ تلقاہ ودعا لہ۔ اھ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کان ابراھیم علیہ السلام بمکۃ واقبل ذوالقرنین علیھا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ھذہ البلدۃ ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ماینبغی لی ان ارکب فی بلدۃ فیھا ابراھیم خلیل الرحمٰن فنزل ذوالقرنین و

ومشى الى ابراهيم عليه السلام فسلّم عليه ابراهيم واعتنقه فكان هو اوّل من عانق عند السلام وفيه ايضًا وصف ذو القرنين بالاكبر احترازا من ذى القرنين الاصغر هو الاسكندر اليونانى فانه كان قريبًا من عيسىٰ عليه السلام وبين عيسىٰ وابراهيم عليهما السلام اكثر من الفى سنة و كان الاصغر كافرًا اه۔ هذا والله اعلم وعلمه اتم۔

سادسًا۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطو یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو ہی کے مشوروں پہ عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفیہ موجب کفر ہیں۔ امام غزالی نے کتاب تہافت فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مُفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے قدیم ہے، مخلوق نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی و ابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق والتیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالےٰ سے بلا اختیار صرف ایک شے یعنی عقلِ اوّل صادر ہوئی۔ فلکِ قمر سے نیچے یعنی زمین کے واقعات و امور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ عقلِ اوّل ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں جو یقیناً کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے عقائد کا معتقد تھا۔ لہٰذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور تھا۔ اس کے برخلاف ذو القرنین مؤمن و صالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان کی مدح نہیں کرسکتا۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ وضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ واہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدینار۔ مثلاً مّا بعوضۃً اور فدیحوھا وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم کی تفسیر میں درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار و درہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ وعلماء کو ان کے اوزان ومقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتمام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سُن لیں۔ دینار ومثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمّٰی اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال سّو جَو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے الدینار بسنجۃ اھل الحجاز عشرون قیراطاً والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندھم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج۱ ص۵۲۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطاً والدرھم اربعۃ عشر قیراطاً فیکون الدرھم الشرعی سبعین شعیرۃً والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتھی۔ شامی ج ۲ ص۳۰۔ وکذا فی البحر الرائق ج۲ ص۲۲۷۔ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطاً۔ کل قیراط اثنا عشر اُرزۃً۔ انتہیٰ۔ بہرحال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ سونے میں نصابِ زکوٰۃ حسب تصریح کتب حدیث وکتب فقہ بیس مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتّی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریباً ۷½ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستّر جَو۔ اوزان مروجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جَو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔

درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابد منہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد ونصاب سیم دو صد درہم است کہ پنجاہ وشش روپیہ سکہ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے لان التولجۃ (تولہ) فی اصطلاحنا اثنا عشر ما ہجۃ (ماشہ) وکل ما ہجۃ ثمانی حبۃ وعلی ھذا یکون نصاب الفضۃ بوزن بلادنا اثنین وخمسین تولجۃ وربع تولجۃ وست حبات ونصاب الذھب بوزن بلادنا سبع تولجات ونصف تولجۃ انتہی۔ شیخ انورؒ فرماتے ہیں ؎

درہم شرعی ازیں مسکیں شنو
کہ آں سہ ماسہ ہست یک سرخہ دو جو
باز دینارے کہ دارد اعتبار
وزن آں از سہ ماسہ داں نیم وچہار

صاع۔ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مُد بہر صورت صاع کے ربع کا نام ہے لہٰذا ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوفی کہلاتا ہے۔ صاع کوفی دو سو ستر تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھ چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی ۵ ۱/۳۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ منظوم یہ ہے:۔

۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار — چار رتی آر با ماسہ چہار
۲۔ مُد بود دو رطل و صاع از چار مد — سیر از ہشتاد تولہ مستمد
۳۔ تولہ دوازدہ ماسہ باشد اے پسر — ہشت رتی ماسہ باشد سربسر
۴۔ درہم شرعی زروحانی بگو — آں سہ ماسہ یک رتی باخمس او
۵۔ یاد کن مقدار صاع ہاشمی — وزنش از ارطال باشد دو وسی

۶۔ بعد ازیں صاعِ حجازی را بداں | پنج ارطال و ثلث رطل داں
۷۔ ہشت ارطال است صاعِ حنفی | دو صد و ہفتاد تولہ مستوی
۸۔ شصت صیعاں یک وسق شدائے دلیر | یعنی وزنش پنج من دو نیم سیر
۹۔ چار و سی تولہ ویک نیم از رتی | وزن رطل آمد شنوائے مبتدی
۱۰۔ اوقیہ دہ نیم تولہ مرتسم | آنکہ وزنش در کتب چہل از درم

یعنی اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ:۔ عند الاحناف اقل مہر دس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چونی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیساکہ سطور بالا میں معلوم ہوچکا ہے پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ تھی لہذا ایک درہم چونی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقل مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائلِ عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ و علماء کے لیے بہت مفید و مناسب ہے۔ علامۂ تاریخ زبیر بن بکارؒ کی رائے میں انسابِ طبقاتِ عرب چھے ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں:۔ (۱) شعب (۲) بعدہٗ قبیلہ (۳) بعدہ عمارہ (۴) بعدہ بطن (۵) بعدہ فخذ (۶) بعدہ فصیلہ۔

علامہ زین عراقیؒ نے انہیں درجِ ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے ؎

للعرب العرباء طباقٌ عدّة | فصلها الزبير وهي ستة
أعمّ ذالك الشعبُ فالقبيلة | عمارة بطن فخذ فصيلة

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ص ۳۱ پر لکھتے ہیں:۔
فالشعب اصلُ القبائل والقبيلةُ اصلُ العمارة والعمارةُ اصلُ البطون والبطن اصلُ الأفخاذ والفخذ اصلُ الفصيلة فيقال مضر شعب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل شعبه خزيمة وكنانة قبيلته عليه السلام وقريش عمارته عليه السلام وقصيّ بطنه عليه السلام وهاشم فخذه عليه السلام وبنو العباس فصيلته عليه السلام اھ۔

ابن کلبی قبائل کے چھے طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بطون (۷) افخاذ (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) ارہاط۔ کذا فی نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشوان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمارۃ (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جِیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثال الشعب وکنانۃ مثال القبیلۃ وقریشًا مثال العمارۃ وفهرًا مثال البطن وقُصَیًّا مثال الفخذ وھاشمًا مثال الجیل وآل العباس مثال الفصیلۃ۔ قرآن شریف میں ہے وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۰۹۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۱۸۷۔ اللسان ج ۱۲ ص ۵۷ ج ۱۶ ص ۱۹۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۸۳۔ نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲ منتخبات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۱۔

بعض نے شعب سے قبل جذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجمھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمارۃ (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرھط (۱۱) ثم الاُسرۃ (۱۲) ثم العِترۃ (۱۳) ثم الذُریۃ۔ کذا فی المفصل وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ ۳۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمہ اسلام و علماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث وصدر مدرسین دار العلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواھر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبع لکتاب اللہ و سنۃ رسولہ مع التبحّر فی العلوم من المعقول والمنقول وربّما وُصِف بہ من بلغ درجۃ الولایۃ وقد یُوصَفُ بہ من طال عمرہ فی الاسلام فدخل

فی عداد من شاب شیبۃً فی الاسلام کانت لہ نورًا۔ ولم تکن ھذہ اللفظۃ مشھورۃ بین القدماء بعد الشیخین الصدیق والفاروق رضی اللہ عنھما فانہ ورد وصفھما بذلک۔

وعن علی رضی اللہ عنہ فیما روی الطبری فی الریاض النضرۃ عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلًا جاء الی علی رضی اللہ عنہ فقال یا امیر المؤمنین سمعتُک تقول علی المنبر اللھم اصلحنی بما اصلحت بہ الخلفاء الراشدین المھدیین فمن ھم فاغرورقت عیناہ واھملھما ثم قال ابوبکر وعمر اماما الھدٰی وشیخا الاسلام ورجلا قریش المقتدی بھما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثم اشتھرھا جماعۃ من علماء السلف حتی تبذّلت علی رأس المائۃ الثامنۃ فوصف بھا من لا یحصی وصارت لقبًا لمن ولی القضاء الاکبر ولو عری عن العلم والسن فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ انتہی۔

وروی الواحدی رحمہ اللہ تعالٰی ان ابن ابی رئیس المنافقین واصحابہ استقبلھم نفرٌ من الصحابۃ فقال لقومہ انظروا کیف اردّ ھؤلاء السفھاء عنکم فاخذ بید ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال مرحبًا بالصدیق سید بنی تیم وشیخ الاسلام وثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار الباذل نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید عمر رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بسید بنی عدی الفاروق القوی فی دینہ الباذل نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید علی رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ سید بنی ھاشم ما خلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا الاٰیۃ علی ما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالٰی۔

ففی ھذہ الروایۃ اطلاق شیخ الاسلام علی الصدیق رضی اللہ عنہ۔ قال الشیخ الشھاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۳۴۰ شیخ الاسلام کان فی زمن الصحابۃ رضی اللہ عنھم یطلق علی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر وھما الشیخان ثم قال بعد ذکر ما قال السخاوی رحمہ اللہ تعالٰی قلت ثم صارت ھذہ اللفظۃ لقبًا لمن تولّی منصب الفتوٰی وان عری عن لباس العلم والتقوٰی ؎

لقد ھزلت حتی بدا من ھزالھا　　　کُلاھا وحتی سامھا کل مفلس

وقال مولانا عبد الحی رحمہ اللہ تعالٰی فی اواخر الفوائد البھیۃ ص ۱۱ کان العرف علی ان شیخ الاسلام یُطلق علی من تصدّی للافتاء وحلّ المشکلات فیما شجر بینھم من النزاع والخصام من الفقھاء العظام والفضلاء الفخام وقد اشتھر بھا من اخیار المائۃ الخامسۃ والسادسۃ

آعلامٌ منهم شیخ الاسلام ابوالحسن علی السغدی وشیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ السغدی وشیخ الاسلام علی بن محمد الاسبیجابی وشیخ الاسلام عبد الرشید البخاری جدّ صاحب الخلاصۃ وشیخ الاسلام برھان الدین المرغینانی صاحب الھدایۃ وشیخ الاسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الھدایۃ وشیخ الاسلام محمود الاوزجندی وغیرھم کذا ذکر الکفوی فی ترجمۃ شیخ الاسلام محمود الاوزجندیؒ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۔ کسریٰ وقیصر کا ذکر آیت واذ نجیناکم من آل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسریٰ ہر بادشاہِ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطانِ روم وشام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اوّلاً قیصر کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔ بعدہ کسریٰ کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اوّل من سُمّی قیصر من ملوک الروم ھو اغسطس والیہ تنسب القیاصرۃ بعدہٗ وھو الذی غلب علی آخر رجل مَلَکَ الیونان ومصر والاسکندریۃ من البطالسۃ ملوک الیونان وھو بطلیموس الحدید وقد ملک ثلاثین سنۃ ثم ملک بعدہٗ ابنتہ قلبطرہ وکان ملکھا اثنتین وعشرین سنۃ وکانت لھا حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوک الروم وھو اغسطس الی ان قتل زوجھا وقتلت ھی نفسھا وانتھت بھا ملک البطالسۃ علی مقدونیۃ وبلاد مصر من اسکندریۃ وغیرھا قالہ المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع آخر من ھذا الکتاب وغلبت الروم علی ملک الیونانیین وکان اول من ملک من الروم فیھا ساطوحاس وھو جانیوس الاصغر بن روم بن سماحلین فکان ملکہ اثنتین وعشرین سنۃ وقد قیل ان اول من ملک الیونانیین من ملوک الروم قیصرُ اسمہ ھا لوس ابن افلیوس ثم ملک بعدہٗ اغسطس بن قیصر ستا وخمسین سنۃ وھذا الملک ھو الاول من ملوک الروم واسمہ قیصرا وھو الثانی من ملوکھم۔

وتفسیر قیصر ای شق عنہ وذلک ان امّہ ماتت وھی حامل بہ فشق بطنھا فکان ھذا الملک یفتخر فی وقتہ بان النساء لم تلدہ وکذلک من حدث بعدہٗ من ملوک الروم ممن کان من ولدہٖ یفتخرون بھذا الفعل وما کان من امّھم فصارت سمۃ لمن طرأ بعدہٗ من ملوک الروم انتھی بتصرف مروج ج۱ ص۱۹۲۔

علم من ھذہٖ العبارۃ ان فی اول من سمی بقیصر قولین فقیل ھو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وهذا قول ثالث وهو ان اول القياصرة واول من سمی به قسطنطين بن قسطن بانی القسطنطينية وكان زمنه بعد المسيح بثلاثمائة سنة وهو اول من تنصر من ملوك الروم كذا ذكر ابن كثير فی البداية والنهاية ج ۲ ص۱۵۱۔

وذكر ابن خلدون ان اول من سمی بقيصر يونش بن غايش من ملوك الروم وكان قبل ولادة المسيح عليه السلام بقليل۔ وهذا قول رابع۔

وقيل اول من سمی بقيصر اغانيوس وكان ملكه قبل اوغسطس فهذا قول خامس كما سيأتی۔

وفی العمدة ج ا ص۵۰ ومعنی قيصر التبقير والقاف علی لغتهم غير صافية وذلك ان امه لما اتاها الطلق به ماتت فبقر بطنها عنه فخرج حيا وكان يفتخر بذلك لانه لم يخرج من فرج و اسم قيصر فی لغتهم مشتق من القطع لان احشاء امه قطعت حتی اخرج منها وكان شجاعا جبارا مقداما فی الحروب انتهی۔

وقيل اصل هذا الاسم جاشر فعربته العرب الی قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر - قال ابن خلدون فی تاريخه ج ۲ ص۱۹۹ فی تفصيل احوال ملوك الروم - انه خرج يونش بن غايش الی جهة الاندلس وحارب من كان بها الی ان ملك برطانية واشبونة ورجع الی رومة واستخلف علی الاندلس اكتبيان ابن اخيه يونان ثم قتل يونش قتله الوزراء فزحف اكتبيان ابن اخيه من الاندلس واخذ بثأر عمه وملك الرومة وعمه يونش هو الذی تسمی قيصر فصار سمة لملوكهم من بعده واصل هذا الاسم جاشر فعربته العرب الی قيصر ولفظ جاشر مشترك عندهم فيقال للشعر جاشر وزعموا ان يونش ولد وشعره تام يبلغ عينيه و يقال ايضا للمشقوق جاشر وزعموا ان قيصر ماتت امه وهی مقرب فبقر بطنها واستخرج يونش والاول اصح واقرب الی الصواب وكانت مدة ملك قيصر خمس سنين۔

وولد المسيح عيسی عليه السلام لثنتين واربعين سنة خلت من ملكه وهلك قيصر لست وخمسين من ملكه وبعد خمسة آلاف ومائتين لمبدأ الخليقة آدم عليه السلام۔ انتهی ماذكر ابن خلدون باختصار وفيه اختلاط فی طبع بعض الحروف فلا يعلم هل هذا الاسم يونس بن غايش او يولش او يونش والله اعلم۔

ونقل ابن خلدون عن ابن العميد مؤرخ النصاری ان امر رومة وهی بلدة كبيرة فی الروم كان راجعا الی الشيوخ الذين يدبرون امرهم وكانوا ثلاثمائة وعشرين رجلا لانهم كانوا حلفوا ا

ان لا یولّوا علیھم ملکاً وکانوا یقدمون واحداً منھم ویسمونہ الشیخ وانتھی تدبیرھم الی اغانیوس فدبرھم اربع سنین وھوالذی سمی قیصراً لان امہ ماتت وھوجنین فی بطنھا فبقروا بطنھا و اخرجوہ ولما کبرانتھت الیہ ریاسۃ ھؤلاء الشیوخ برھۃ اربع سنین ثم ولی من بعدہ یولیوش قیصر ثلاث سنین ثم ولی من بعدہ اوغشطش قیصر بن مرنوخس ولثنتین واربعین سنۃ من ملک اوغشطش ولد عیسی علیہ الصّلاۃ والسّلام بعد مولد یحیی علیہ السلام بثلاثۃ اشھر۔ انتھی باختصار۔

وکسریٰ بالکسر اشھر وجاز فتح الکاف کما فی القاموس والجمع اکاسرۃ وکساسرۃ واکاسر وکسوس والقیاس کِسرَون بکسر الکاف وفتح الراء کعیسَون وموسَون بفتح السین والنسبۃ الی کسریٰ کِسرِیّ بکسر الکاف وتشدید الیاء مثل حرمیّ وکِسرَویّ بکسر الکاف وفتح الراء کذا فی القاموس وغیرہ۔

قلت ان الامام الکبیر ثعلب صنّف کتاباً سماہ کتاب الفصیح صغیر الحجم ردّ علیہ امام النحاۃ المشھور بالزجاج فی نحو عشرۃ مواضع منہ فی مناظرۃ اتفقت بین الزجاج وثعلب۔ منھا ماقال الزجاج لہ وقلتَ کِسرٰی بکسر الکاف۔ وھذا خطأ انما ھو کَسریٰ (بالفتح) والدلیل علی ذلک انا وایاکم لانختلف فی النسبۃ الی کسریٰ یقال کَسرَویّ بفتح الکاف ولیس ھذا مما یغیر بالنسب لبعدہ منھا الاتری انک لونسبتَ الی مِعزٰی لقلت مِعزَویّ والی درھم قلت دِرھَمیّ ای بکسر المیم والدال ولایقال مَعزَویّ ولادَرھَمیّ ای لایقال بفتحھما کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج۱۲ ص۱۴۱۔

قال العبد الضعیف ماأخذ الزجاج خطأ بلاریب عند جمھور ائمۃ النحو واللغۃ فان صاحب القاموس وغیرہ من اھل اللغۃ صرّحوا بجواز الکسر والفتح فی کاف کسریٰ بل الکسر اشھر ولیشیر الیہ قول صاحب القاموس۔ وکسریٰ ویفتح۔ واما قول الزجاج ان النسبۃ الیہ کَسرَویّ بفتح الکاف وادعی الاجماع لمردود حیث صرّحوا انہ بکسر الکاف۔ قال العلامۃ الزبیدی فی تاج العروس ج۳ ص۵۲۳ فی شرح قول صاحب القاموس والنسبۃ کِسرِیّ وکِسرَویّ بکسر الکاف و فتح الراء وتشدید الیاء ولایقال کَسرَویّ بفتح الکاف انتھی۔

قال صاحب القاموس کسریٰ ملک الفرس معرّب خسرو بضم الخاء وفتح الراء ای واسع الملک۔ قال شارحہ العلامۃ الزبیدی فی شرحہ ای ھذا معناہ بالفارسیۃ ھکذا ترجمہ و تبعھم المصنّف ولاادری کیف ذلک فان خسرو ایضاً معرّب خوش رُو کما صرّحوا بذلک ومعناہ عندھم حسن الوجہ والراء مضمومۃ وسکوت المصنف مع معرفتہ لغوامض اللسان عجیب۔

ونقل شیخنا عن ابن درستویہ فی شرح الفصیح لیس فی کلام العرب اسم اوّلہ مضموم وآخرہ واو فلذلک عرّبوا خسرو وبنوہ علی فَعلیٰ بالفتح فی لغۃ وفِعلی بالکسر فی اخری وابدلوا الخاء کافاً علامۃ لتعریبہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما انشدنیہ شیخنا الامام البارع ابوعبداللہ محمد بن الشاذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ؎

لہ مقلۃٌ یعزی لبابل سحرھا	کانّ بھاھاروت قد اَودَع السحرا
یُذکّرنی عھدَ النجاشی خالُہ	واَجفانُہ الوسنیٰ تذکّرنی کسریٰ

ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۵۔ ان قلت مامعنی الحدیث الصحیح۔ اذاھلک قیصر فلا قیصر بعدہ واذاھلک کسریٰ فلاکسریٰ بعدہ قلنا معناہ لاقیصر بعدہ بالشام ولاکسریٰ بعدہ بالعراق قالہ الشافعی فی المختصر سبب الحدیث ان قریشاً کانت تأتی الشام والعراق کثیراً للتجارۃ فی الجاھلیۃ فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لمخالفتھم اھل الشام والعراق بالاسلام فقال علیہ الصلاۃ والسلام لاقیصر ولاکسریٰ ای بعدھما فی ھذین الاقلیمین ولاضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہ بالشام ولاکسریٰ بعدہ بالعراق ولایکون۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص۔

فائدہ۶۔ القیصر لقب کل من ملک الروم والشام والکسریٰ لقب کل من ملک فارس و کل من ملک الترک یقال لہ خاقان وکذا یسمّی کل من ملک الحبشۃ النجاشی۔ ویسمی ملک القبط فرعون۔ وملک مصر العزیز وملک حمیر تبع۔ وملک الھند دھمی۔ وملک الصین فغفور۔ وملک الزنج غانۃ۔ وملک الیونان بطلمیوس۔ وملک الیھود قیطون اومانح۔ وملک البربر جالوت۔ وملک الصابئۃ نمرود۔ وملک الیمن تبعاً۔ وملک فرغانۃ اخشید۔ وملک العرب من قبل العجم النعمان وملک افریقیہ جرجیر وملک خلاط شھرمان وملک السند فور۔ وملک الخزر تبیل وملک النوبۃ کابل وملک الصقالبۃ ماجد۔ وملک الارمن تقفور۔ وملک الاجات خداوندکار۔ وملک اشروشنہ افشین وملک خوارزم خوارزم شاہ۔ وملک جرجان صول۔ وملک اذربیجان اصبھبد وملک طبرستان سالار وملک اقلیم خلاط شھرمان ونیابۃ الروم دمشق واسکندریۃ ملک مقوقس۔ کذا ذکرالعینی وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۷۔ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اوّل۔ ھومن رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔ بقید ایمان وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقتِ ملاقات ورؤیۃ کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہوگئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنھوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بحیرا راہب اور اس کے نظرا۔

جنات میں سے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخولِ ملائکہ محلِ نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مبنی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلاً الی الملائکۃ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ سبکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپؐ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام سبکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبیداللہ بن جحش سابق زوج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مُبطلِ صحابیت ہے۔ لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعمٰی کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رُؤیۃ النبیؐ کے مواقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رؤیت کا موقع ملنا حکم رؤیت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

تعریفِ ثانی ہو مَن لَقِیَ النبیَّ علیہ السلام مؤمناً بہ و ماتَ علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعمٰی صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریفِ سابق پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے وفی الحدیث مَن رآنی فی المنام فکانما رآنی وفی روایۃ فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثّل بی۔ منام میں لقاء ورؤیۃ دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام بلاریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکامِ شرعیہ مبنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیشِ نظر تعریف میں قید یقظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریفِ ثالث کرتے ہیں۔

تعریفِ ثالث ھو مَن لَقِی النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃِ مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔

لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کاملین اور اصحابِ کشف اولیاء کو حالتِ بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت ورؤیت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انی اریٰ النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃ کرؤیۃ بعض الصحابۃ ایاہ۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکامِ اسلامیہ کتاب وسنت واجماع وقیاس پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی ہونا وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے رؤیۃ النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیاتِ دنیویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بکمالہا آپ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جا سکتی۔ عرفِ عام میں حیات فوق الارض وحیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے۔ اور حیاتِ برزخ امورِ مستورہ میں سے ہے۔

لہٰذا بذریعہ کشف رؤیۃ موجبِ صحابیت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت وقبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصح عدمِ صحابیت ہے۔ کما صرّح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیشِ نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنھیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ھذا الذی اختارہ البخاری واحمد والجمھور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایتِ حدیث یا شرکتِ غزوات یا بلوغ یا طول صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریفِ رابع۔ ھو مَن لَقِی النبیّ علیہ السلام وطالت مجالستہ مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۴۰۔ اما الصحابی ففیہ مذھبان اصحّھما و

ھومذھب البخاری وسائر المحدثین وجماعۃ من الفقھاء وغیرھم انہ کل مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوساعۃ وإن لم یجالسہ ویخالطہ۔ والثانی وھومذھب اکثر اھل الاصول انہ یشترط مجالستہ وھذا مقتضی العرف وذالک مقتضی اللغۃ وھکذا قال الامام ابوبکر ابن الباقلانی رحمہ اللہ وغیرہ۔ اھ۔

تعریف خامس۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وغزامعہ ومات علی الاسلام۔ یہ تعریف ان علماء کی ہے جوصحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہٰذا وہ بچے جونبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلائیں گے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وحفظت روایتہ عنہ علیہ السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وضبط انہ غزامعہ او استشھد بین یدیہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام وکان قد بلغ سن التمییز مؤمنا بہ ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبت ملاقات ونسبت رویت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکرہ ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح التحریر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلما ومات علی الاسلام او قبل النبوۃ ومات قبلھا علی الحنفیۃ کزید ابن عمرو بن نفیل او ارتد وعاد فی حیاتہ وعند جمھور الاصولیین من طالت صحبتہ متبعا لہ مدۃ یثبت معھا اطلاق صاحب فلان عرفا بلاتحدید فی الاصح۔ انتھی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہب شافعی کا مقتضیٰ ہے۔ کیونکہ مذہب شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے احناف کے نزدیک نفسِ ارتداد مُحبِط اعمالِ صالحہ ہے اور صحبت اشرف اعمال میں سے ہے۔ لہٰذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی رد المحتار ج ا ص ۱ لکنھم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجردۃ عن الثواب ولذا لایجب علیہ قضاؤھا سوی عبادۃ بقی سببھا کالحج وکصلاۃ صلاھا فارتد فاسلم فی وقتھا وعلی ھذا فقد یقال تعودُ صحبتُہ مجردۃً عن الثواب وقد یقال إن أسلم فی حیاۃ النبی علیہ السلام لاتعود صحبتہ مالم یلقہ لبقاء سببھا انتھی۔

فائدہ۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اول مہاجرین۔ دوم انصار۔ سوم ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین وانصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اوّلون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اوّلون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہلِ قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس وکعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعدہ یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیبؒ انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون قال ھم الذین صلّوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعۃ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اوّلین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعبیؒ۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگِ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ماذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع وتابعیؔ ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ دو قول ہیں۔ احدُھما الذی رأی صحابیًا اولقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتبعُوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنّات تجری تحتھا الانھار، الآیۃ۔

واما تابعوالتابعین فھم الذین رأوا التابعی ولقوہ اوجالسوہ۔ ولھم ایضًا فضلٌ فی الجملۃ

ففی الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدۃ۱۰۔ محدثین مثل حاکم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اوّل وہ طبقہ جنھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولادِ صحابہؓ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضلِ تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن المسیبؒ فقیل لہ علقمۃ والاسود فقال سعید وعلقمۃ والاسود وعنہ انہ قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النہدی وقیس بن ابی حازم وعنہ انہ قال افضلہم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تہذیب الاسماء و لعلہ اراد افضلہم فی ظاہر علوم الشرع والا فاویسؒ خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اُویس القرنی ہو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاہد اہل المدینۃ یقولون افضل التابعین ابن المسیب واہل الکوفۃ اُویس واہل البصرۃ الحسن البصریؒ اھ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدۃ۱۱۔ عرب عربیؔ واَعراب اَعرابیؔ الفاظ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ عربیؔ واعرابیؔ میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہٰذا عجمی پر اطلاقِ عربی نہیں ہو سکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب سے ہو یا عجم سے۔

لہٰذا دونوں میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اَعرابی کی جمع اَعراب ہے باسقاط یاء النسبۃ مثل روم ورومی وحبش وحبشی۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدۃ۱۲۔ الشیخان۔ آیت والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء میں مذکور ہیں۔ علم حدیث میں اور روایتِ حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری وامام مسلم مراد ہوتے ہیں۔ یقال رواہ الشیخان ای البخاری ومسلم فی صحیحیہما دونوں اماموں کو امت میں یہ عظیم منقبت حاصل ہے کہ مباحثِ روایت وحدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے شیخ واستاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد صلاۃ جمعہ

۱۴ ارشوال ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عید الفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریۂ خرتنک میں مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب[۲] فلسفہ میں شیخین سے ابو علی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب[۳] نحو و صرف بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور[۴] نحو و صرف کوفی میں کسائی و فراء مراد ہوتے ہیں۔ کتب[۵] فقہ حنفی میں شیخین سے مراد ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ ہوتے ہیں۔ اور علم[۶] معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبد القاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبد القاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب[۷] تفسیر میں شیخین سے مراد زمخشری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ[۸] رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور[۹] علم کلام میں اس سے ابو الحسن اشعریؒ و امام ماتریدیؒ مراد ہوتے ہیں۔

فائدہ[۱۳]۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث الٓمٓ و حروف مقطعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء اربعہ راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی۔ اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔

سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبد العزیزؒ تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز انتہی۔ کذا ذکر النووی فی تہذیب الاسماء ج۲ ۱۸۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۰۱ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھے ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج۷ صفحہ ۱۳۸ کانت ولایۃ عمر عشر سنین وخمسۃ اشہر واحدا وعشرین یوما وقیل عشر سنین وستۃ اشہر واربعۃ ایام اھ بحذف۔ عثمان ذو النورین رضی اللہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج۷ صفحہ ۱۹۰ فکانت خلافتہ ای خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الا اثنی عشر یوما واما عمرہ فانہ جاوز ثنتین وثمانین سنۃ اھ بتصرف۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایۃ ج ۷، ص ۳۳۱۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی ۴۱ھ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہوگئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحتِ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہوگئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدین الحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوۃ من طریق سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکاً۔ وانما کملت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافۃ لمعاویۃ فی ربیع الاول من سنۃ ۴۱ھ وذلک کمال ثلاثین سنۃ من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ وھذا من دلائل النبوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۸ ص ۱۶، وقال فیہا ج ۱ ص ۱۹ وقد انقضت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فایام معاویۃ اول الملک فھو اول ملوک الاسلام وخیارھم. واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدۃ قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدا رحمۃً ونبوۃً ثم یکون رحمۃً وخلافۃً ثم کائن ملکاً عضوضاً ثم کائن عتواً وجبریۃ وفساداً فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید۔ انتہی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاھلیۃ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاھلیۃ ھی حالۃ الناس قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاھلیۃ الجھلاء توکید وقیل معناھا الجاھلیۃ القدیمۃ اھ۔

زمانۂ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اول جاہلیتِ عامہ یعنی قبل النبوۃ والبعثۃ کا زمانہ۔ دوم جاہلیت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ ان لفظ الجاھلیۃ اسم حدث فی الاسلام للزمن الذی کان قبل البعثۃ. کذا فی المزھر ص ۱۷۶۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کئی آیات میں مذکور ہے أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ۔

کبھی جاہلیت کے ساتھ بطور صفت لفظ جہلاء برائے مبالغہ وتاکید ذکر کرتے ہیں فالجاهلية الجهلاء يريدون بها الجاهلية القديمة كما فى محيط المحيط ص۳۰۹ واساس البلاغة ج۱ ص۱۴۵۔ وقيل وكانوا اذا عابوا شيئًا واستبشعوه قالوا كان ذلك فى الجاهلية الجهلاء كذا فى اقرب الموارد ص۱۴۷۔ فالجاهلية الجهلاء هى الوثنية التى جاء بها الاسلام وقد أنّب القرآن المشركين على حميتهم الوثنية فقال إذ جعل الذين كفروا فى قلوبهم الحمية حمية الجاهلية۔

جاہلیت کے معنی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضدِ علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُمّی یعنی اَن پڑھ بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل مأخذ ہے جاہلیۃ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب ومشرکینِ عرب اکثر اُمّی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضدِ علم ہے۔ لیکن جہل وجاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باللہ وبرسولہ فالجاهلية من الجهل بالله وبرسوله وبشرائع الدين الالٰهى۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہلِ عُرفی ہے۔ عُرفِ عام وعرفِ شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارت گری۔ بے جا غصب وغیرہ وہ افعالِ قبیحہ واخلاقِ شنیعہ جو جاہلینِ عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل وجاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہٰذا جاہلیت ضدِ اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن وسنّت میں جاہلیت وجاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ وعبادُ الرحمٰن الذين يمشون على الارض هونًا وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ قال الطبرى فى تفسيره ج۱۹ ص۲۲۔ انهم يمشون عليها بالحلم لا يجهلون على من جهل عليهم۔ سورۂ بقرہ میں ہے قالوا أتتخذنا هزوًا قال اعوذ بالله ان اكون من الجٰهلين۔ سورہ اعراف میں ہے خُذِ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ سورہ ہود میں ہے انى أعظك ان تكون من الجاهلين۔ واخرج الترمذى عن خولة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو

مُحتضِنٌ اَحَدَ ابنی ابنتِہ وھو یقول انکم لتُبَخِّلون وتُجبِّنُون وتجھلون وانکم لمن ریحان اللّٰہ ۔ جامع ترمذی ج۲ ص۲۱۔ وورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذرؓ رضی اللہ عنہ انک امرؤ فیک جاھلیۃ۔ وفی حدیث اٰخر اذا کان احدکم صائمًا فلا یرفث ولا یجھل ۔ وفی حدیث اٰخر اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ: اخرجہ احمد فی مسندہٖ ج۲ ص۱۱ ص۱۰۳ ص۱۸۷ وج۳ ص۴۲۵۔
اور تقریبًا یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں ؎

الا لا یجھلن احدٌ علینا　　　فنجھل فوقَ جھلِ الجاھلینا

متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں ۔ لسان العرب وغیرہ میں ہے ۔ وذھب اٰخرون ان الجاھلیۃ من المفاخرۃ بالانساب والتباھی بالاحساب والکبر والتجبر وغیر ذلک من الخلال التی کانت من ابرز صفات الجاھلیین ۔
راجع اللسان ج۱۳ ص۱۳۷ واساس البلاغۃ ج۱ ص۱۴۵ وصحاح الجوھری ج۲ ص۱۶۹ وشرح المعلقات السبع للزوزنی ص۱۷۶ والاغانی ج۲۱ ص۲۰۰ وبلوغ الارب ج۱ ص۱۶۔
مستشرق گولڈزیہر لکھتا ہے الجھل ضد الحلم لا ضد العلم ا ھ ۔ کتاب فجر الاسلام ص ۸۷ میں ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق گولڈزھیر ان المقصود الاول من الکلمۃ السفہ الذی ھو ضد الحلم والانفۃ والخفۃ والغضب وما الی ذلک من معان وھی امور کانت واضحۃ فی حیاۃ الجاھلیین ویقابلھا الاسلام الذی ھو مصطلح مستحدث ایضًا ظھر بظھور الاسلام وعمادہ الخضوع للّٰہ والانقیاد لہ ۔ انتھی بتصرف ۔
قرآن حکیم میں جس جاہلیتِ اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے ۔ سورہ احزاب میں ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ ۔ فقیل الجاھلیۃ الاولیٰ التی ولد فیھا ابراھیمؑ والجاھلیۃ الاخری التی ولد فیھا محمدؐ کذا فی طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۴۳ ص۱۳۵۔ وقیل الاولیٰ بین عیسی ومحمدؐ ۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسیٰ و محمد علیہما السلام کے مابین ہے ۔ اور بعض کے نزدیک وہ دو ہیں ۔ بلوغ الارب وغیرہ میں ہے وقد ادّی اختلافٌ فی مفھوم الاٰیۃ الی تصوّر وجود جاھلیتین جاھلیۃ قدیمۃ وجاھلیۃٌ اخری ھی التی کانت عند ولادۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولیس المعنی انّ ثم جاھلیۃٌ اخری وقد اوقع لفظ الجاھلیۃ علی تلک المدۃ التی قبل الاسلام کما لا یخفی ۔ بلوغ الارب ج۱ ص۱۵ ۔
عصر جاہلیت و مبدأ جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصرِ جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیا علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصارِ جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذهب بعضهم الی ان الجاهلیۃ کانت فیما بین نوح وادریس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص۱۳۳۔ وذهب آخرون الی انها کانت بین آدم ونوح او انها بین موسیٰ وعیسی او الفترۃ التی کانت بین عیسی محمد صلی الله علیہم وسلم واما منتهاها فظهور الرسول ونزول الوحی عند الاکثرین او فتح مکۃ عند جماعۃ کذا فی المفصل ج ۱ ص۳۱۔

وفی الصحاح مابین کل رسولین من رسل الله عزوجل من الزمان الذی انقطعت فیہ الرسالۃ۔ وفی الحدیث فترۃ مابین عیسی ومحمد علیهما السلام۔ راجع لتفصیل هذا البحث لسان العرب ج۱۳ ص۲۷، بلوغ الارب ج ۱ ص۱۶، تاریخ الطبری ج ۱ ص۵۳، الاساطیر العربیۃ ص۲، المزهر ص۱۲۶، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص۳۱ وغیر ذلك من المراجع۔ هذا والله اعلم۔

فائدۃ۱۵ فی حساب الجُمّل۔ بحث الٓمٓ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جُمَّل بضم جیم وفتح میم مشدد ہے۔ بعض علما تخفیفِ میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف ہجائیہ وحروفِ معجم مراد ہے۔ حروفِ ہجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف با تا ثا جیم تا آخر۔ اسے حسابِ ابجد بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیشِ نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے:۔

الف ۱۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ہ ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریق ترکیب ماہرینِ فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ وکلمات بنتے ہیں۔ یعنی ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔ اور بعض علما ساٹ بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد الترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجمی لغات میں چھے حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ چ۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ چ ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہود میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے الٓمٓ الٓرٰ وغیرہ حروف مقطعات سنے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدتِ بقاءِ امتِ محمدیہ پر حمل کیا۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر وکبیر۔ مثلاً صغیر میں عددِ میم ۴۰ اور عددِ نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹۰ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمّی کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مسمیٰ مفردات ہی ہیں۔ اور کبیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسم میم ہے۔ اور اس اسم میں دو میم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حساب جمل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب وعدد کا وہ پرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف ونجد کے اور بعض مکہ مکرمہ وحجاز کے اور بعض مصر ومدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذاب یوم الظلہ کی وعید سنائی اللہ تعالےٰ نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لھم شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین الی قولہ فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ انہ کان عذاب یوم عظیم۔ وقال فی سورۃ ھود والی مدین اخاھم شعیبًا الی قولہ ولما جاء امرنا نجینا شعیبًا والذین آمنوا معہ برحمۃ منا واخذت الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۸۵ وکان اھل مدین قومًا عربًا یسکنون مدینتھم مدین التی ھی قریۃ من ارض معان من اطراف الشام مما یلی ناحیۃ الحجاز قریبًا من بحیرۃ قوم لوط ویقال شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ویقال شعیب بن نویب بن عیفا ابن مدین بن ابراھیم ؑ۔ ویقال شعیب بن ضیفون بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام۔ بہرحال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں سے تھے۔

وفی مروج الذھب ج ۲ ص ۱۴۵ وقد تنازع اھل الشرائع فی قوم شعیب بن نویل بن رعویل ابن مر بن عنقاء بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وکان لسانہ العربیۃ فمنھم من رأی انھم من العرب البائدۃ ومنھم من رأی انھم من ولد المحض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وان شعیبا اخوھم فی النسب وقد کانوا عدۃ ملوک تفرقوا فی ممالک متصلۃ ومنفصلۃ فمنھم المسمی بابی جاد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت وھم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل علی اسماء ھؤلاء الملوک وھی التسعۃ والعشرون حرفا التی یدور علیھا حساب الجمل وقد قیل فی ھذہ الاحرف غیر ما ذکرنا۔

وكان ابجد ملك مكة وما يليها من الحجاز وكان هوز وحطى ملكين ببلاد وجّ وهى ارض الطائف وما اتصل بذلك من ارض نجد. وكلمن وسعفص وقرشت ملوكا بمدين وقيل ببلاد مصر وكان كلمن على ملك مدين ومن الناس من رأى انه كان ملكا على جميع من سمينا مشاعًا متصلا على ماذكرنا وان عذاب يوم الظلة كان فى ملك كلمن منهم وان شعيبًا دعاهم فكذبوه فوعدهم بعذاب يوم الظلة ففُتح عليهم باب من السماء من نار فاتت عليهم فرثت حارثة بنت كلمن اباها فقالت وكانت بالحجاز ؎

كلمن هدّ مركنى ۔ ھلكه وسط المحله
سيّدُ القوم اتاه الـ ۔ ـحتفُ نارًا تحت ظُلّه
كوّنت نارًا واضحت ۔ دار قومى مضمحله

وفى ذلك يقول المنتصر بن المنذر المدينى ؎

الا ياشعيبُ قد نطقت مقالةً ۔ اتيت بها عمرًا وحىّ بنى عمرو
وهم ملكوا ارض الحجاز واوجها ۔ كمثل شعاع الشمس فى صورة البدر
ملوكُ بنى حُطّى وسعفص ذى الندى ۔ وهوّز ارباب البنية والحجر
وهم قطنوا البيت الحرام ورتّبوا ۔ خطورًا وساموا فى المكارم والفخر

ولهؤلاء الملوك اخبار عجيبة من حروب وسير وكيفية تغلبهم على هذه الممالك وتملكهم عليها وابادتهم من كان فيها وعليها قبلهم من الامم انتهى ما فى المروج.

قال ابن جرير الطبرى فى تاريخه ج ا ص۹۹ عن القاسم بن سليمان عن الشعبى قال ابجد وهوز وحطى وكلمن وقرشت كانوا ملوكا جبابرة فتفكر قرشت يومًا فقال تبارك الله احسن الخالقين. (لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقين) فمسخه الله تعالى فجعله اجدهاق (اى ازدهاق) وله سبعة ارؤس فهو هذا الذى بدنباوند وجميع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقاليم كلها وانه كان ساحرًا فاجرًا. اھ. هذا والله اعلم.

فائدہ [۱۶] الزندیق ۔ آیت واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس کی شرح میں مذکور ہے۔ زندیق کی تفسیر شرعی و احکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ زندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

امرِ اول۔ زندیق کی تفسیر میں کلام علماء و فقہاء مختلف ہے۔ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما متقاربان اور بایں معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر ؎

ظللتُ حیرانَ اَمشِی فی اَزِقّتِہا کأنّنِی مصحفٌ فی بیتِ زِندیق

قول ثانی۔ فقہاء فرماتے ہیں ھو من یُبطِن الکفر و یُظہِر الاسلام کالمنافق وقالوا ھو کفرٌ بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کالمنافق و فی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن ھذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فما معنی التشبیہ وجعلہ قسمًا من المنافق وایضًا اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی ان توبتہ مقبولۃ فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولۃ اتفاقًا مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قالہ القونوی فی شرح البیضاوی ج ۲ ص ۱۶۔

قول ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یؤمن بالاٰخرۃ ولا بالخالق ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی والجصاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالیٰ اٰمنوا کما اٰمن الناس فلو کان الزندیق مفسّرًا بھذا التفسیر فلا مساس لہ فی ھذا المقام ولا یصح الاستدلال بھذہ الاٰیۃ علی قبول توبتہ کما لا یخفیٰ اذ الزندیق المفسر بھذا التفسیر یباین منافقی المدینۃ لانہم کانوا من الیھود وکانوا معترفین بالخالق وبالاٰخرۃ وبفناء الدھر۔ فعلم ان ھذا التفسیر مخدوش۔ متعدد کتابوں میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاوی قارئ الھدایۃ الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ انتھی۔

قول رابع۔ قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یُثبِتُ الشریک وعلی من ینکر حکمتہ۔ انتہیٰ کذا فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۲۔ تفسیر ہذا پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزرا ہے۔

قول خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لسانًا یا عملاً اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مُبطِن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلی ہے جو متعدد اصناف و انواعِ زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدۂ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنھیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں :۔

اولاً یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیاً یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقاء دہر کا خواہ وجودِ خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثاً۔ ھو شامل لما فی فتاوی قارئ الھدایۃ ان الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر

ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ۔

رابعًا۔ یہ شامل ہے اس زندیق کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا لسان عرب میں معروف ہے وھو من ینفی الباری تعالیٰ اویثبت الشریک اومن ینکر حکمتہ۔

خامسًا۔ یہ شامل ہے مُلحد کو بھی وھومن مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر من الحد فی الدین ای حاد وعدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندیق ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندیق کی ایک قسم ہے۔

سادسًا۔ اس میں داخل ہے اباحی بھی۔ وھو الذی یعتقد اباحۃ المحرمات۔

سابعًا۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلف بالصوم والصلاۃ نہیں ہیں۔ یہ بھی اباحیین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالتہ نقلاً عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ومن جنس ذلک مایدعیہ بعض من یدعی التصوف انہ بلغ حالۃ بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلاۃ وحل لہ شرب المسکر والمعاصی واکل مال السلطان فھذا مما لا اشک فی وجوب قتلہ اذ ضررہ فی الدین اعظم وینفتح بہ باب من الاباحۃ لاینسد وضرر ھذا فوق ضرر من یقول بالاباحۃ مطلقاً فانہ یمتنع عن الاصغاء الیہ لظھور کفرہ اما ھذا فیزعم انہ لم یرتکب الا تخصیص عموم التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ۔ انتھی۔

ثامنًا۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت واہواء جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کرلیں اور تائب ہوجائیں فبہا ورنہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کلی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضۃ لنص القرآن فیکفر بھا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفتِ غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفی البزازیۃ یکفر بادعاء علم الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقہ۔ انتہی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض وقرامطہ وزنادقہ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سمٰوات میں خرق والتیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسماعیلی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ وباطنیہ ہے۔ قال فی نور العین اھل الاھواء اذا ظھرت بدعتھم

بحیث توجب الکفر فانہ یباح قتلھم جمیعًا اذا لم یرجعوا ولم یتوبوا واذا تابوا واسلموا تقبل توبتھم جمیعًا الا الاباحیۃ والغالیۃ والشیعۃ من الروافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لاتقبل توبتھم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلھا لانھم لم یعتقدوا بالصانع تعالٰی حتی یتوبوا ویرجعوا وقال بعضھم ان تاب قبل الاخذ والاظھار تقبل توبتہ والا فلا وھو قیاس فی قول ابی حنیفۃؒ وھو حسن جدًا۔ کذا فی الشامی۔

تاسعًا۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح و مرشد مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانۂ حال کے زنادقہ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے رہائش و اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کر کے بطور ذمّی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوگئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمّی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہٰذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ و داعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اور وہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحیہ و روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہوگئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعتِ اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کر کے ذمّی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہوسکتی اور اگر داعی و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

بہر حال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کر کے بھی دار اسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ در مختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ویظھر اعتقاد حرمتہ انتھٰی۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندقہ کی وجہ سے جو بباطن حرمتِ خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اَولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن و احادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن و سنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ مثل قرامطہ و باطنیہ ہیں۔ صاحبِ مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ و باطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انّہ لا یحل اقرارھم فی دیار الاسلام بجزیۃ ولا غیرھا ولا تحل مناکحتھم ولا ذبائحھم۔ شامی ج ۳ ص ۴۴۲ پر ہے والحاصل انہم یصدق علیھم اسم الزندیق والمنافق والملحد ولا یخفی ان اقرارھم بالشہادتین مع ھذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلھم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدھم ظاھرًا الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانہم یدعون الاسلام ویقرون بالشہادتین وبعد الظفر بہم لا تقبل توبتہم اصلاً۔ وذکر فی التاتارخانیۃ انہ سئل فقہاء سمرقند عن رجل یظھر الاسلام والایمان ثم اقر بانی کنتُ اعتقد مع ذلک مذھب القرامطۃ وادعو الیہ الآن تبتُ ورجعت وھو یظھر الآن ما کان یظھرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابو عبد الکریم بن محمّد قتل القرامطۃ واستئصالھم فرض واما ھذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتغفل ویقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذھبہ وقال بعضھم یقتل بلا استغفال لانّ من ظھر منہ ذلک ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ ولو قبل منہ ذلک لھدموا الاسلام واضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلھم۔ انتہی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زنادقہ و قرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شعائر اللہ اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک و بے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو امہات المؤمنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استہزاء ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کرکے تشبہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندقہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیانِ باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت ظہور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعداز تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوا تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہوا تو وہ مرتد یا زندیق ہوگا اور مرتد و زندیق سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصر ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمالِ ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندیق ہے کمامر التفصیل من قبل۔ لہٰذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دارِ اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندیق ہے۔ وہ نصوص قطعیہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندقہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشراً۔ زندقہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سابّ النبی علیہ السلام و سابّ الشیخینؓ و سابّ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سابّ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شرنبلالی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سابّ النبی علیہ السلام سواء جاء تائباً من قبل نفسہ او شھد علیہ بذلک۔ انتھیٰ۔ درمختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم ارتدّ فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبّ نبیّ من الانبیاء فانہ یقتل حدًّا ولا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر بسبّ الشیخین۔ وفی البحر من سبّ الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ۔ انتھی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنھما فھو کافر وان کان یفضل علیاً علیھما فھو مبتدع۔

حادی عشر۔ زندیق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرین حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرین حدیث بلاریب کبار زنادقہ میں سے ہیں۔ انکار حدیث مستلزم ہے انکارِ قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیتِ احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ

فانتھوا۔ لہٰذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شرح قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہٰذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریف قرآنی نصوص واحادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققینِ شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں جُہّال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرفین کہتے ہیں کہ زمانۂ حال میں اسلام واحکامِ اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زنادقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنادقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہدی للمتقین سے نصاریٰ ویہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہٰذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکم دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ۔ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات واحادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانیہ ہے اور کفار دوزخی ہیں۔ یہ وہ چند انواع واصنافِ زندقہ ہیں جنھیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریف جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع ملحدین میں سے بعض کی توبہ قضاءً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنادقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنادقہ ہے اور زنادقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عملِ

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنّاق۔ خنّاق وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر دے۔ درمختار میں ہے الخنّاق لا توبۃ لہٗ۔ شامی ج۳ ص۳۲۲ پر ہے ان من خنق مرۃ لا یقتل ومن تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر، و انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الارض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔ انتہی بحاصلہ۔

امر ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل وماخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اکلیل مُعرّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر، معنی زندۃ فی الفارسیۃ الحی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زند ہے اور زند مزدک مجوسی کی کتاب کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا مأخذ ہے زن دین ای دین النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وھو معرب والجمع الزنادقۃ۔ کتاب مُغرِب میں ہے الزندیق معروف و زندقتہ انہ لا یؤمن بالآخرۃ ووحدانیۃ الخالق۔ وعن ثعلب لیس زندیق من کلام العرب ومعناہ علی ما تقولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انہ فارسی معرب واصلہ زندہ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وھم المانویۃ وکان المزدکیۃ یسمون بذلک و مزدك ھو الذی ظھر فی ایام قباد وھو ملك للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظھر کتابا سماہ زندا وھو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبیٌ فنسب اصحاب مزدك الی زند وعربت الکلمۃ فقیل زندیق۔ انتہی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے معلوم ہوا کہ زندیق کا مأخذ زند ہے جو نام ہے اس کتابِ مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں محل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبیٔ مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتا دیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افلاطون نے جو تقریباً ۴۰۰ ق م کے قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے "ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا کرتا تھا۔" بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ ۶۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنسن دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ سنہ ۲۲۰۰ ق م سے سنہ ۲۴۰۰ ق م تک ہے لیکن بعض ایسے مؤرخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ سنہ ۶۳۵۰ ق م کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ سنہ ۱۰۰۰ ق م سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہرحال ایرانی اور ملوکِ ایران وغیرہ مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژند اوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے

مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن ہرمز نے مانی بن یزید تلمیذ قاردون کو مع اس کے اتباع کے ایک حیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة الذی الیه اضیف الزنادقة وذلك ان الفرس حین اتاهم زرادشت بن اسپیمان بکتابهم المعروف بالبستاه باللغة الاولیٰ من الفارسیة وعمل له التفسیر وهو الزند وعمل لهذا التفسیر شرحاً سماه البازند وکان الزند بیاناً لتاویل المتقدم المنزل وکان من اورد فی شریعتهم شیئاً بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوه الی التاویل وانه منحرف عن الظواهر من المنزل الی تأویل هو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنی من الفرس وقالوا زندیق وعربوه والثنویة ای اصحاب مانی هم الزنادقة ولحق بهؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدوث العالم اھ۔

تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها ولله الحمد والمنة۔

فائدہ[۱۷]۔ المحدَث۔ آیت کلما اضاء لهم مشوا فیه واذا اظلم علیهم قاموا کی تفسیر میں محدَثین کا ذکر موجود ہے۔ محدَثین بفتح دال غیر مشدد متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب و تاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ[۶] طبقات ہیں۔

اول[۱]۔ جاهلیون۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانۂ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم[۲] مُخَضرَمون بضم میم و فتح خاء معجمہ و فتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرۂ راء خطاء ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلکان انه سمع فیه مخضرِم بکسر الراء و بالحاء المهملة و استغربه۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنھوں نے جاہلیت و اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید وحسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقه المحدِّثون علی کل من ادرك الجاهلیة وادرك حیاة النبی علیه السلام ولیست له صحبة ولم یشترط بعض اهل اللغة نفی الصحبة وفی المحکم رجل مخضرم اذا کان

نصف عمرہ فی الجاهلیة ونصفه فی الاسلام وقال ابن فارس انه من الاسماء التی حدثت فی الاسلام
وهو من قولهم لحم مخضرم اذا لم یدر من ذکر هو ام انثی او من خضرم الشئ اذا قطعه وخضرم فلان
عطیته اذا قطعها فکأنهم قطعوا عن الکفر الی الاسلام او لان رتبهم فی الشعر نقصت لان حال
الشعراء تطامنت بنزول القرآن کما قاله ابن فارس۔

سوم۔متقدمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدرِ
اسلام میں تھے مثل جریر و فرزدق۔

چہارم۔مولدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ۔

پنجم۔محدثون۔بفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام وبحتری
ومتنبی۔

ششم۔متأخرون۔متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز
وعراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاقِ علما حجت ہے۔ قواعد عربیہ ولغات میں ان کے اشعار سے استدلال
کرنا صحیح ہے۔متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کرنا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ
یعنی محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زمخشری
وعلامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کرنا درست ہے۔کیوں کہ ان کی
روایت مقبول ہے۔پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ
سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اظلم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے ؎

هما اظلما حالیّ ثمت اجلیا ظلامیهما عن وجه امرد اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں فانه ای اباتمام وان
کان من المحدثین لکنه من علماء العربیة فلا یبعد ان یجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه۔اھ۔
ویؤیده ما ذکر الازهری فی التهذیب ان کل واحد من اضاء و اظلم یکون لازما ومتعدیا۔
قال الشهاب الخفاجی فی عنایة القاضی ج ۱ ص۳۶۴ واختلف فی المحدثین فقیل لا یستشهد
بشعرهم مطلقا وقیل یستشهد به فی المعانی دون الالفاظ وقیل یستشهد بمن یوثق به منهم
مطلقا واختاره الزمخشری ومن حذا حذوه قال لانی اجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اعترض
علیه بان قبول الروایة مبنی علی الضبط والوثوق واعتبار القول مبنی علی معرفة الاوضاع اللغویة
والاحاطة بقوانینها ومن البین ان اتقان الروایة لا یستلزم اتقان الدرایة۔

وفي الكشف ان القول دراية خاصة فهي كنقل الحديث بالمعنى وقال المحقق التفتازاني القول بانه بمنزلة نقل الحديث بالمعنى ليس بسديد بل هو بعمل الراوي اشبه وهو لا يوجب السماع الا ان كان من علماء العربية الموثوق بهم فالظاهر انه لا يخالف مقتضاها فان استؤنس به ولم يجعل دليلاً لم يرد عليه ما ذكر ولا ما قيل من انه لو فتح هذا الباب لزم الاستدلال بكل ما وقع في كلام علماء المحدثين كالحريري واضرابه والحجة فيما رووه لا فيما رأوه وقد خطؤا المتنبي وابا تمام والبحتري في اشياء كثيرة كما هو مسطور في شروح تلك الدواوين انتهى. هذا والله اعلم بالصواب۔

فائدہ[۱۸] - الثُّرَیّا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثُریّا کو اردو میں پروین کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھے ۶ ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی دُوربین سے مجموعۂ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوربین میں ۶۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقدِ ثریا مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام مجموعۂ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے تھے۔ وفي انسان العيون ج ۱ ص ۱۹۴ عن العباس رضي الله عنه قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال انظر هل ترى في السماء من شيء؟ قلت نعم قال ما ترى؟ قلت الثريا قال اما انه سيملك هذه الامة بعددها من صلبك وقد اختلف الناس في عدد نجوم الثريا المرئية فقيل سبعة انجم وقيل تسعة وجمعنا بينهما بان الاول يكون هو المرئي لغالب الناس ولو غير حديد البصر والثاني لمن يكون حديد البصر منهم واما العدد المرئي له صلى الله عليه وسلم فقيل كان يرى احد عشر نجما وقيل اثنا عشر نجما وجمعنا بينهما بحمل الاول على ما اذا لم يمعن النظر والثاني على ما اذا امعن النظر وحينئذ يقتضي هذا ان تكون الخلفاء من بني العباس اثني عشر اه۔ قيل كواكب الثريا ستة او سبعة ؎

خليلي اني للثريا لحاسد   وانی علی ریب الزمان لواجد

تجمع فيها شملها وهي سبعة   وافقد من احبته وهو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت و بلندی کے لیے بطور مثال ثریا کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احاديث صحيحة تشير الى فضل ابي حنيفة منها قوله صلى الله عليه وسلم فيما رواه

الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ والطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ورواہ ابونعیم عن ابی ہریرۃ والشیرازی والطبرانی عن قیس بن سعد بن عبادۃ بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان العلم معلقاً عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ولفظ الطبرانی عن قیس لاتنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس وفی روایۃ مسلم عن ابی ہریرۃ لوکان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ وفی روایۃ للشیخین عن ابی ہریرۃ مرفوعاً والذی نفسی بیدہ لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ رجل من فارس ہذا وقد کان جد ابی حنیفۃ رحمہ اللہ من فارس علی ما علیہ الاکثرون ۔

قال الحافظ السیوطی رحمہ اللہ ہذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قال البیضاوی ان اللہ وصف فی الاصل ثم صار لہ تعالیٰ کالعلم مثل الثریا والصعق ۔ قال الشہاب الثریا تصغیر ثروی مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لکثرۃ کواکبہ ونقل علماً لامرأۃ ایضاً و الصَعَق بفتح العین شدۃ الصوت وبکسر العین الشدید الصوت والمتوقع للصاعقۃ والنازلۃ علیہ ولقب خویلد بن نفیل فارس بنی کلاب (خویلد ہذا لیس الذی ہو والد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) وتسکن عینہ ویقال صِعِق کابل لقب بہ لان تمیما اصابوا رأسہ بضربۃ فکان اذا سمع صوتا صعق اولانہ اتخذ طعاما فکفأت الریح قدرہ فلعنہا فارسل اللہ علیہ صاعقۃ وہما وصفان فی الاصل صارا علما بالغلبۃ والغلبۃ فی اللہ والثریا تقدیریۃ وفی الصعق تحقیقیۃ انتہیٰ ہذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم ۔

فصل

تفسیر بیضاوی مسمّٰی بہ انوار التنزیل واسرار التاویل علماء وطلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرجع العلماء والطلبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مغلق ومشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانۂ ماضی میں بھی علماء وطلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلّم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح وحواشی وتعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح وتعلیقات وحواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہذا کے شرّاح ومحشّین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء وطلبہ اس میں کافی معلومات وحقائقِ تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:۔

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجویؒ متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابو الفضل قرشی خطیبؒ مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ حل بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولہا الحمد للہ الذی انزل آیات بیّنات محکمۃ الخ۔

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ھ وقیل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض الخ۔

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانیؒ۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولہا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام الخ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ وصغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرامانیؒ متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید جامع شرح ہے۔

(۷) شرح عالم وفاضل مشہور بہ روشنی آیدینی۔
(۸) شرح وحاشیہ حافظ امان اللہ بن نوراللہ بنارسیؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔
(۹) حاشیہ وشرح مولوی عبدالحکیم لکھنویؒ ابن مولوی عبدالرب بن بحرالعلوم عبدالعلیم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔
(۱۰) شرح وحاشیہ مولانا شیخ نورالدین بن محمد احمد آبادی گجراتیؒ۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وحید عصر و فرید دہر تھے۔
(۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسرائیل سلہٹیؒ۔ یہ بڑے عالم وصاحب تقویٰ تھے۔
(۱۲) شرح وحاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیمؒ۔ مشہور بہ ابن تجید معلّم سلطان محمد خان۔ یہ مفید و جامع حاشیہ ہے جو حواشی کشاف کا ملخص ہے۔
(۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصریؒ متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل۔ اولها الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتب الخ۔ امام عبدالوہاب شعرانیؒ کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علقه املاءً بعد ان کُفّ بصره لما قرأ علیه۔ قال وغالبها بخطه وخط ولده جمال الدین۔
(۱۴) شرح وحاشیہ شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نواہد الابکار وشواہد الافکار۔
(۱۵) شرح وحاشیہ شیخ محمود بن حسین افضلی حاذقیؒ مشہور بہ صادقی گیلانیؒ متوفیٰ فی حدود ۹۷۰ھ۔ یہ سورہ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ھدایة الرواة الی الفارق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔
(۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمدؒ متوفیٰ فی حدود ۹۰۰ھ۔
(۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ مُنا وَعُوضؒ متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔
(۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرزؒ متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سیقول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبدالملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔
(۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ حنبلیؒ متوفی ۷۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشکلہ وغریبہ کی تشریح ہے

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرامانیؒ متوفی ۸۸۵ھ یہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام ہے تقشیر التفسیر۔

(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعیؒ مشہور بہ عجم سنان۔ اوّلہ الحمد للّٰہ الذی نَوّر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ فما کادوا یفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینیؒ متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات و نکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتداء سورت اعراف تک ہے اور آگے سورۂ نبأ سے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنفؒ نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامیؒ کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ و شرح علامہ سعد اللہ بن عیسیٰؒ شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ یہ سورۂ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف و شریف ابحاث پر مشتمل ہے۔ مدرسین کے نزدیک معتمد تھی۔

(۲۴) حاشیہ و شرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسامؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورۂ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورۂ ملک۔ مدثر۔ قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولی مصطفےٰ بن محمدؒ مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولی محمد بن عبد الوہابؒ مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طٰہٰ تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولی محمد بن مصطفی بن الحاج حسنؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاریؒ متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زہراوین سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین حلبی طبیبؒ۔

(۳۰) حاشیہ و شرح شیخ محمد عابد لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ متوفی ۹۷۵ھ وقیل ۹۹۷ھ۔

(۳۲) شرح شیخ ملا عبدالسلام لاہوریؒ متوفی ۱۰۲۷ھ۔

(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتیؒ متوفی ۹۸۲ھ۔

(۳۴) شرح شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللمعات۔ و اشعۃ اللمعات۔

(۳۵) تعلیقات ملا حسین خلخالیؒ۔ یہ سورت یٰس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولھا الحمد للہ الذی تولّہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ۔

(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبیؒ متوفی ۹۲۲ھ۔

(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیر بہ اخوینؒ متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف زہراوین پر ہے۔

(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبدالغنیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک ہے۔

(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صدرالدین شروانیؒ متوفی ۱۰۲۰ھ۔ یہ الٓمّٓ ذلك الکتٰب تک ہے۔

(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایۃ اللہ علائیؒ متوفی ۱۰۳۹ھ۔

(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرانشیؒ۔ یہ جزء نبأ پر ہے۔

(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امینؒ مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام تک ہے۔

(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنویؒ متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔ یہ مبنی ہے طریقۂ ایجاز بلکہ طریقۂ تعمیہ والغاز پر۔ اوّلھا الحمد للہ الذی فضّل بفضلہ العالمین علی الجاھلین الخ۔

(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمدؒ متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ زہراوین پر ہے اس کا نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔

(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاریؒ متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک ہے۔

(۴۶) حاشیۂ مولیٰ محمد بن ابراہیم حلبیؒ متوفی ۹۷۱ھ۔

(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعیؒ متوفی ۷۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔

(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعیؒ متوفی بمکۃ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبۂ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔

(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفیؒ۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا تکملہ سورت اسراء سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحیؒ متوفی ۱۲۰۰ھ نے۔

(۵۱) حاشیۂ عزّ الدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعیؒ متوفی ۸۱۹ھ۔

(۵۲) حاشیۂ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفیؒ شیخ سیوطی متوفی ۸۷۰ھ۔

(۵۳) حاشیۂ سری الدین محمد بن ابراہیمؒ درودی مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔

(۵۴) حاشیۂ ابن بلال حنفی محمد بن علیؒ۔

(۵۵) حاشیۂ قاضی عبدالحلیم بن شیخ نصوح رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۶ھ۔ یہ زہراوین و سورت نساء پر ہے۔

(۵۶) حاشیۂ قاضی محمد بن یوسف حمیدیؒ متوفی ۱۰۳۳ھ۔

(۵۷) حاشیۂ صدر عبداللہ بن محمد رومیؒ معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔

(۵۸) حاشیۂ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزیؒ متوفی ۹۲۷ھ۔

(۵۹) حاشیۂ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازیؒ متخلص بہ بسمل۔

(۶۰) حاشیۂ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمٰن شافعیؒ متوفی ۸۹۰ھ۔

(۶۱) حاشیۂ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکیؒ معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

(۶۲) حاشیۂ شیخ بورینی بدرالدین حسن دمشقیؒ متوفی ۱۰۲۴ھ۔

(۶۳) حاشیۂ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفیؒ المدرس بدمشق مشہور بہ شماخی متوفی ۱۱۹۹ھ۔

(۶۴) حاشیۂ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزء نبأ پر ہے۔

(۶۵) حاشیہ مولانا عبد الحکیم حنفی سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ۔
(۶۶) حاشیہ السید السند الشریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ۔
(۶۷) حاشیہ نور الدین محمد بن عبد الهادی حنفی نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۹ھ۔
(۶۸) حاشیہ بہاؤ الدین محمد بن حسین العاملی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی الہیئۃ۔
(۶۹) حاشیہ قُنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔
(۷۰) حاشیہ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفی متوفی ۱۰۳۰ھ۔
(۷۱) حاشیہ عضد الدین عبد الرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفی متوفی ۸۸۰ھ۔
(۷۲) حاشیہ محمد بن حمزہ حنفی نزیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔
(۷۳) حاشیہ مولیٰ محمد رومی امام جامع محمود پاشا متوفی ۹۷۳ھ۔
(۷۴) تخریج شیخ عبد الرؤف مناوی۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے مسمی بہ الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی۔ اوله الله احمد ان جعلنی من خدام اهل الکتاب الخ۔
(۷۵) تعلیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسی متوفی ۹۰۳ھ۔
(۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی لمحمد بن محمد بن عبد الرحمٰن المعروف بامام الکاملیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔
(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۹ھ یہ فهم لا یرجعون تک ہے۔
(۷۸) حاشیہ ابراہیم بن محمد مصری شافعی متوفی ۱۰۷۹ھ۔
(۷۹) حاشیہ محمود بن عبد اللہ موصلی مفتی متوفی ۱۰۸۲ھ۔
(۸۰) حاشیہ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ صاحب البحر المنتقیٰ۔
(۸۱) حاشیہ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانی متوفی ۱۰۵۱ھ۔
(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامۃ البیضاوی رحمه الله تعالیٰ هذا العبد الضعیف وشرحی له هذا ختمته فی نحو خمسین مجلدا وسمیته بازهار التسهیل وسمیت مقدمته باثمار التکمیل وهذه ترجمتی۔
فانا محمد موسیٰ ابن العارف بالله الزاهد التقی المولی شیر محمد منحه الله فی الجنۃ قصور العسجد

مولدی کتّہ خیل وهی قریۃ بین جبلین من مضافات بلدۃ ومدیریۃ دیرہ اسماعیل خان فی اقلیم سرحد من الپاکستان کان جدّنا الاعلی من سُکّان بلدۃ غزنی او من سکّان حوالیها من ولایۃ افغانستان واسم جدّنا هذا السیّد الشیخ احمد الروحانی وقبرہ فی سفح جبل من جبال غزنی یزار ومشهور فی تلك البلاد وکان من کبار اولیاء اللّٰه تعالی وکذلك ابی کان من الاولیاء الزاهدین العارفین ومن اهل الکشف والمعرفۃ الباطنیۃ ۔

وکان ابی دائم الاستغراق فی مراقبۃ اللّٰه وصفاته وامور الاٰخرۃ ومع فقرہ کان بجودہ وسخائه مشهورًا ولایزال اهل القریۃ یذکرون قصص جودہ العجیبۃ واحوال استغراقه ومراقبته و بصیرته القلبیّۃ قرأ ابی بعض الکتب الدینیّۃ علی بعض العلماء فی قریۃ کتّہ خیل ۔

مات ابی فی مرض طویل مرض اجتماع الماء فی البطن والمعدۃ وکنت عند موته صغیرًا ابن خمس سنوات بل اصغر ۔

وعند زیارتی لقبر والدی سمعت مرارًا من داخل قبرہ تلاوۃ القراٰن الشریف خصوصًا تلاوۃ سورۃ الملك التی هی منجیۃ تلاوۃ واضحۃ جیدۃ بلسان فصیح وصوت حسن یأخذ بمجامع القلوب ویجذبها کانّه مزمار من مزامیر اٰل داؤد وکنت اشعر بخوف وقشعریرۃ اوّلًا وکانت امّی تشجّعنی وتقول لی لاتخف فاستأنست بالتّلاوۃ وزال الخوف من سماع تلاوۃ القراٰن من داخل قبرہ وهذا من عجائب الکرامات ۔ وفی کتب التاریخ انّ بعض الناس کانوا یسمعون من قبر ثابت البنانی العارف باللّٰه تلاوۃ القراٰن الشریف ۔ ثم بعد موت الاب ربّتنی اُمّی الذاکرۃ للّٰه کثیرًا الصائمۃ القائمۃ للّٰه وقاسینا مصائب وشدائد فی زمن الصغر ۔

وقرأت اوائل کتب الفقه وجمیع کتب الفارسیۃ علی بعض علماء القریۃ ۔ ومع اشتغالی بهذہ الدروس زمن الطفولیّۃ اخدم امّی واساعدها فی امور تتعلق بداخل البیت وخارجه اشتغل جمع العلف لبعض دواب البیت وخدمۃ إتیان الماء من بعید وکان الماء فی بعض الازمنۃ علی بُعد ثلاثۃ امیال ۔ ثم خرجت باشارۃ صِهری زوج اختی الخلیفۃ احمد رحمه اللّٰه لتحصیل العلم الی بلدۃ عیسٰی خیل وهذا اول خروجی لطلب العلم حینما کان عمری نحو احدی عشرۃ سنۃ او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدۃ کتب منه فی اشهر عدیدۃ علی شیخی الخلیفۃ محمد رحمه اللّٰه باشراف المفتی محمود رحمه اللّٰه ۔

ثم ذهبتُ معه الی قریۃ اباخیل من قری مدیریۃ بنوں فمکثتُ فیها سنتین وحفظت هناك جمیع کتب الصرف الی الفصول الاکبریۃ وکتب النحو الی الکافیۃ واوائل کتب المنطق علی

مولانا جان محمد وعلى المفتى الكبير الزعيم الشهير فى العالم مولانا محمود ثم ذهبتُ مع الشيخ المفتى المذكور الى قرية عبد الخيل فبقيتُ معه هناك نحو سنتين وقرأت عليه شرح الجامی ومختصر المعانی والمنطق الی سلّم العلوم والمقامات واصول الشاشی وشرح المیبذی لهدایة الحکمة وشرح الوقایة وبعض کتب القراءة والتجوید۔

ثم سافرت الی اکوڑہ خٹک ومکثت فی دار العلوم الحقانیة نحو سنتین وقرأت هناك جمیع کتب المنطق الا القاضی مبارك وجمیع کتب الفلسفة واقلیدس والمیراث واصول الفقه الا التلویح والتوضیح وقرأت المطول وجمیع کتب الادب العربی۔

وسافرت من اکوڑہ خٹک فی الاجازات السنویة اجازات شهر رمضان الی بلدة راولپنڈی فقرأت ترجمة القرآن الشریف بتمامه علی المفسر الکبیر جامع الفنون مولانا غلام الله خان رحمه الله تعالی۔

ثم ذهبت الی ملتان ودخلت فی الجامعة الکبیرة قاسم العلوم فمکثتُ فیها ثلاثة اعوام و تخرجتُ من جمیع العلوم من الفقه والحدیث والتفسیر والمنطق والاصول وعلم القراءة قراءات السبع۔

ثم عُیّنتُ مدرّسًا فی مدرسة مطلع العلوم فی بلدة کوئٹه من اقلیم بلوچستان الی مدة ثم فی مدرسة اسلامیة فی بلدة بوریواله ثم فی قاسم العلوم ببلدة ملتان ثم فی الجامعة الاشرفیة ببلدة لاهور منذ سنة ۱۹۷۰ء وانا الی الآن فیها مشغولٌ بالتدریس والحمد لله رب العالمین۔

ثم ان الله تعالی وسبحانه علیّ فی باب العلم مِننًا ونِعمًا لا تُعدُّ ولا تحصی خصّنی بامور علمیّة شریفة ومننٍ عظیمة منیفة من بین علماء هذا العصر اول هذا تحدیثًا بنعمة الله الکریم وشکرًا الجزیل الائه لا فخرًا ورِیاءً وکیف یفخر من اوّله نطفة وآخره جیفة وبین یدیه القبر وعقبات الآخرة لایدری فیها مصیره وفیها یسئل عن ذرة ذرة من اعماله ؎

مابال من اوّله نطفةٌ وجیفةٌ آخره یفخر

فمما منّ الله تبارك وتعالی به علیّ انی ما سکنتُ فی مدرسة وجامعة للتحصیل الّا و انا اسبق الطلبة وفوقهم فی نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقنی فی ذلك احد منهم بل ما ساوانی منهم طالب قطّ وهکذا کان حالی الی ان تخرّجتُ من العلوم کلها حتی انّ بعض الطلبة من الرفقاء یجتهدون الی غایة ویحفظون کتب الدرس للامتحان خفیةً کی یفوقونی فی

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما نجح احد بمرامه هذا ولله الحمد۔ وحتى ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحيرون ويتعجبون من شدة ذكائى وقوة حافظتى وسعة مطالعتى واحاطتى بما فى كتب الدرس زمن التعلم۔ وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوى عنها الكشح اختصارًا۔

ومما منّ الله تبارك وتعالىٰ به علىّ انى كثيرًا ما كنت احُلّ المسائل المشكلة فى الفنون او العبارات الصعبة فى الكتب حلًّا يندمغ به الاشكالات فى زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلها المدرسون الكبار بل اساتذتى العظام فكانوا يختبروننى بأسألة استصعبوها او عجزوا عن حلها ويمتحنوننى فى الدرس بمواضع صعبة من العبارات فى الكتب التى قد قضوا عليها بالغلط وانا لا اعرف حالهم فكنت احلها بداهة واقرر تقريرًا ينتفى به اشكال الكلام وينحلّ المرام فيتعجّبون تعجبًا وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالىٰ وسبحانه ولا فخر۔ وهذا امر غريب قلّما رآه احد من العلماء فى المتعلمين وهنا غير واحد من الاخبار والقصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها۔

ومما منّ الله تبارك وتعالىٰ انّ الخصلة المذكورة لى باقية الى الآن بل ازدادت ازديادًا بتوفيق الله تعالىٰ واحسانه ولله الحمد والمنة۔ فاذكر بتوفيق الله تعالىٰ فى اثناء الدروس للطلبة وفى التصنيفات توجيهات واسرارًا من عند نفسى فى حلّ المعضلات العلميّة والمغلقات من فنون شتّى كالتفسير والحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربيّة و غير ذلك۔ فلى توجيهات جيّدة وتقريرات قويّة فى غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصافح الاذهان وتدخل الأذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر۔ ومصنّفاتى ودروسى شاهد اعدلٍ على ذلك ومن شكّ فليرجع الى كتبى نحو بغية الكامل وفتح العليم وفتح الله وغير ذلك۔

ومما منّ الله تعالىٰ به علىّ انه وفّقنى بفضله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلت عنها الزبر واستنباط غير واحد من توجيهات ووجوه ما فتق بها الآذان من قبلى وذلك عند حلّ سوال علمىّ مهمّ ودفع مشكلة علميّة قوية حتى انى ربما اذكر فى حلّ سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الى عدّة مآتٍ وكتبى تنبأك ما سطرتُ ان طالعتَ وحققتَ ويثلج بها صدرك ان فتّشتَ ودققتَ۔

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنيّة والوجوه العليّة نعمة من الله تعالىٰ عظيمة۔ ولا يقدر على الاستكثار هذا الا من رزق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقة النظر و ذاكرة قوية و ذهنا غواصا بفضل الله وكرمه۔ وان شئت مصداق ذلك فارجع الى بعض تصانيفى فذكرت فى كتابى فتح العليم نحو مائة وتسعين جوابا و توجيها لحل الاشكال العظيم فى تشبيه حديث كما صليت على ابراهيم۔ مع اسرار و دقائق علمية كثيرة من هذا الباب۔

حتى قال بعض العلماء بعد رؤية فتح العليم ما سمعنا ان احدا من العلماء القدماء ذكر لمسألة علمية هذا القدر من عدد الاجوبة والتوجيهات بل ولا نصفها وقال بعض كبار ائمة الحرمين الشريفين عند مطالعة فتح العليم ان امثال هذه التحقيقات لا يقدر عليها عامة علماء العصر وانما كان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة او اكثر من ذلك۔

و انهيت فى فتح الله وجوه خصائص الجلالة الى ما ينيف على خمسين وسبع مائة خاصة فلا يطلع احد من الفضلاء على هذا الكتاب الا وهو يتعجب من جمع هذه الخصائص الكثيرة اقول هذا تحديثا ولا فخر۔

ورأيت فى السلف الشيخ العلامة ابن القيم رحمه الله تعالى ممتازا فى هذه الخصلة السنية حيث سلك فى غير واحد من كتبه هذا المسلك من ذكر اجوبة ووجوه كثيرة لحل سوال واحد او ايضاح مطلب واحد فانا متبع منهجه و سالك سبيله وان كنت قليل البضاعة ذا قلم مكسور و صدر مصدور وانى للظالع ان يدرك شأو الضليع۔

أسير خلف ركاب النجب ذا عرج	مؤملا جبر ما لاقيت من عرج
فان لحقت بهم من بعد ما سبقوا	فكم لرب السما فى الناس من فرج
وان ظللت بقفر الارض منقطعا	فما على عرج فى ذاك من حرج

وحق والحق احق ان يحق ان البعيد قريب اذا التقى العزم والتوفيق كما ان القريب بعيد اذا التقى التفريط والتعويق۔

ومما من الله تعالى به على تصنيفى لكتب كثيرة فى فنون شتى وسهل الله لى طريق التاليف والتصنيف واسباب ذلك بتوفيقه وفضله فصنفت نحو مائة كتب فى فنون مختلفة من التفسير و الحديث والمنطق والفلسفة والهيئة والنجوم القديمة والحديثة وعلم المرايا وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربية والبلاغة وعلم التاريخ وغير ذلك واقول كما قال بعض القدماء من العلماء ما من مسألة مهمة من مهمات الفنون والعلوم الا وانا استطيع بفضله تعالى وكرمه ان اؤلف فيها كتابا كبيرا او رسالة بتوفيق الملك المنعام والحمد لله على احسانه وكرمه۔

ومما انعم الله تعالیٰ به علیّ فی باب التصنیف ان جعل تسویدی للتصانیف تبییضاً لها و مُسَوَّدَتی مبیّضةً علی ما جمعت علوماً کثیرة وحوالاتٍ علی کتب الائمة متوفرة ولله الحمد والمنة ولا فخر۔

وهذه خصلة نادرة الوجود منّ الله تعالیٰ وسبحانه بها علیّ فیما بین العلماء الکبار فانّ المصنفین اغلبهم یسوّدون اوّلاً بجمع المسائل من غیر رعایة ترتیب ومن غیر لحاظ تحسین نحو ذلك ثم یرجعون ویکرّرون النظر فیها فیبیّضُون بتغییر ما کتبوا اوّلاً وایقاع نبذ من المحو و الاثبات فیها وکون المسوّدة مبیّضةً قلّ من یتصف بها ویُعدّ هذا الوصف من النوادر و یورد فی اثناء المدائح۔

ولذا قال الشیخ عبدالحیّ اللکنوی رحمه الله وانی احمد الله حمداً کثیراً علی انه جعلنی فیما بین علماء عصری متصفاً بهذه الصفة وجعل مسوّداتی لمؤلّفاتی مبیّضة اوکالمبیّضة اه وقال الجلال السیوطی رحمه الله فی طبقات النحاة عند سرد احوال العلامة قطب الدین الشیرازی شارح حکمة الاشراق والقانون والتحفة الشاهیة ونهایة الادراك ان مسودته مبیّضة اه۔

ومما منّ الله تعالیٰ به علیّ التبحر فی العلوم کلها النقلیة والعقلیة من التفسیر والحدیث والفقه والکلام والاصول والمعانی والبیان والنحو والصرف والاشتقاق واللغة العربیة و سائر علوم العربیة وما یتعلق بذلك والمنطق والطبعیات والالهیات وعلم السماء والعالم و الهندسة وعلم الهیئة القدیمة الیونانیة والهیئة الحدیثة الکوبرنیکسیة۔ ولی تصانیف فی هذه العلوم وتعالیق علی کتبها۔

بل اعرف بالضبط والمعرفة الجیدة غیر واحد من الفنون التی لا یعرفها علماء العصر فضلاً عن التبحر والتمهّر فیها۔ ومشایخی الکبار واکابر علماء العصر الذین هم فی مرتبة مشایخی یعترفون لی بذلك وربما جعلونی حکماً فی تحقیق بعض المسائل المختلفة المهمّة وربّما فوّضُوا الیّ تحقیق مباحث مهمّة معضلة یعجز عن تحقیقها علماء الزمان عن آخرهم وطلبوا منّی بسطها وتحقیقها فحققتها بالادلة المقنعة واستقصیت الکلام فیها بالادلة الشافیة الکافیة بتوفیق الله تعالیٰ وفضله فسلّموا لذلك واعجبهم ما ذکرت وعملوا بوفق ما حرّرتُ و حقّقتُ ولله الحمد والمنة۔

وبالجملة سهّل الله تعالیٰ لی هذه العلوم لاسیّما العلوم العقلیة من المنطق والفلسفة بانواعها حیثُ وَهَبَ لی فیها مقام المجتهد المطلق. فابحث فی فصولها وابوابها واحکامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذكر الحقائق السنية وايراد الدقائق العليّة حسب اصول المعقول كأني مجتهدها ومؤسسها واغوص في مباحث لم يغص فيها احد قبلي واستنبط علوماً واسراراً لم يطمثهن احد من قبلي واستنبط خرائد لم يطمثهن احد غيري -

وابدى في الدرس بين حلقات الطلبة والعلماء من النكات المخفية والعلوم المستورة ما يظن السامع ان عمري مضى في هذا الفن الواحد وفي استحكامه - وهكذا احال درسي لجميع كتب الفنون العقلية والنقلية وهكذا يحسب سامع كل درس لي في جميع الفنون وذلك لكثرة ما يسمع من النقض والابرام على وفق الاصول وضبطي للاصول والفروع - ولكثرة ما يقرع سمعه من بدائع اللطائف ولطائف البدائع - ولله الحمد ولا فخر - ذكرت نبذاً مما من الله به علي تحديثاً بالنعم وترغيباً للطلبة والعلماء في جمع العلوم وهدايةً لهم الى مسالك الفنون واشارةً لهم الى ان من جدّ وَجدَ ومَن دقّ الباب ولَجَّ وَلَجَ ولنعم ما قيل ؏

بِجَدٍّ لا بِجِدٍّ كل مجدٍ   وهل جدٌّ بلا جِدٍّ بمجدٍ

هذا والله اعلم وعلمه اتم وفضله اجلّ ونعمه اكمل -

فصل

فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطاء کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ الاخطاء لاتحط عن مقام البیضاوی ومکانتہ فانہ عالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم الکبیر الذی لایخطئ بل الکبیر من تُعدّ اخطاؤہ وتحدّ دوتقل۔

(۱) بیضاویؒ نے مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور یہ تفسیر و قول خلافِ اولیٰ ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت وعلما محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت ومحققین کے نزدیک یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنی الافعال کاستجابَ بمعنی اجابَ وحکی الامام ابوزید اَوقَدَ و اِستوقَدَ بمعنی کاجاب واستجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اَوقدھا ہے ای طلبوا نارًا فاوقدھا۔ قول بالحذف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللہ بنورھم کا مفہوم درست ہوجائے۔ کیونکہ ذہابِ نور وجودِ نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلبِ نار سے تحققِ نار لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقدھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلمّا اضاءَتْ میں فا تفریع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبل اضاءۃ سبب ہوگا اضاءۃ کے لیے۔ اور اضاءۃ کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلبِ وقود پر۔ اور ایقاد سبب اضاءۃ تو ہوسکتا ہے طلبِ وقود نہیں ہوسکتا۔ بہرحال حسب تفصیل بیضاویؒ یہاں پر اشکالِ عظیم ہے جو بغیر قول بالمحذوف مندفع نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحذف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو قول بالمحذوف کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(۲) فلمّا اضاءت ماحولہ کی ترکیب میں بیضاویؒ نے متعدد احتمالات تبعاً للزمخشری ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزیدہ ہے اور حولہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ أبعد ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصًا زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اوّل اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی اَمکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معیّن پر دال ہوگا اور تقدیر فی مکانِ معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجدَ غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیرِ فی ظروفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرۃ فی الموصول المعتبر بہ عن المکان المعیّن۔ نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وھو لزوم المکان للمکان واتحاد الظرف مع المظروف وھو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہٗ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہو کر۔ اور حول سے بھی مراد اَمکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور مَا سے بھی مراد اَمکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاویؒ۔ والتقدیر فلما اضاءت النار الامکنۃ التی ثبتت فی الامکنۃ۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور مَا سے جو امکنہ مراد ہیں حولہٗ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علماء نے اگرچہ اس کا حل ذکر کیا ہے لیکن بہر حال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاویؒ جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ مَا زائدہ ہو نہایت بعید و باطل ہے۔ اوّلًا تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول بزیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں جلستُ ما مکانا یا جلستُ ما یوم الخمیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابو حیان نحوی بحر محیط جلد اول ص۸۰ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد اقرّ الزمخشری بھذا الوجہ مع انہ لا یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔ انتہٰی بتصرف۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں لا حاجۃ الی ارتکاب ما قلّ استعمالہ لاسیما زیادۃ مَا ھنا حتی ذکروا انھا لم تسمع ھنا ولم یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔

ویالیت شعری من این اخذ ذلك الزمخشری وکیف تبعہ البیضاوی۔ انتہی۔ روح المعانی ج ۱ ص ۱۶۵۔

(۳) مالك یوم الدین میں ایک قرارت مَلِكِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قرا تیں ہیں۔ امام عاصم وکسائی یہاں پر مالکِ پڑھتے ہیں اور باقی قرا مَلِک پڑھتے ہیں۔
بیضاوی قرارتِ مَلِک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وھو المختار لانہ قراءۃ اھل الحرمین الخ۔ بیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرارت ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قرار ومحدثین کے نزدیک قراراتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرارت پر دوسری قرارت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرارت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قراراتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بتواتر ثابت ہیں۔ بہرحال کسی ایک قرارت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔
لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کئی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کرکے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہ صحت کی جاسکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہرحال اولیٰ و احسن ہے قال ابو شامۃ قد اکثر المصنفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءۃ مالك وملك حتی بالغ بعضھم الی حد یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاولیٰ وھذا لیس بمحمود بعد ثبوت القراءتین واتصاف الرب بہما بمعناھما انتہی۔

(۴) بیضاویؒ محققین کاملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علم حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مس وتعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر ومحقق کے لیے یہ بڑا نقص وعیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع وضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔
(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیھم العذاب حتماً مقضیاً فیقرأ صبیٌ من صبیانہم فی الکتاب الحمد للہ رب العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنھم بذلك العذاب اربعین سنۃ۔۔ قال الحافظ العراقی انہ موضوع۔
(۲) اسی طرح آیتِ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان ھذا الحدیث ای حدیث

قصۃ رئیس المنافقین منکر وھو سلسلۃ الکذب لا سلسلۃ الذھب وآثار الوضع علیہ لائحۃ.
ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار واحادیثِ موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا خلوا الی شیاطینھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیاطین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور چند سطور قبل آپ نے ان آیات کا شان نزول رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہذا اس شان نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہوگا نہ کہ صغار منافقین الا ان یقال ان قول البیضاوی ھذا مبنی علی غیر تلک الروایۃ لکن فیہ بعدٌ لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمن ذلک ماقال البیضاوی علی ماذکرہ البہاء العاملی عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ ھود لیبلوکم ایکم احسن عملا ان الفعل معلق عن العمل وقال فی سورۃ الملک نقیض ذلک۔ وصرح فی سورۃ ھود بان التوراۃ کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورۃ المؤمنون نقیض ذلک۔ وقال عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ مریم وکان رسولاً نبیا ان الرسول لا یلزم ان یکون صاحب شریعۃ وقال فی سورۃ الحج نقیض ذلک۔ وصرح فی سورۃ النمل بان سلیمان علیہ السلام توجہ الی الحج بعد اتمام بیت المقدس وقال فی سورۃ سبأ نقیض ذلک ھذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغبؒ سے نقل فرماتے ہیں اور کشاف سے بھی اخذ کرتے ہیں لیکن گاہے گاہے تقلید زمخشری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنیٰ تحقیق کر لیتے کتبِ لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً ویمدھم فی طغیانہم یعمھون میں لکھتے ہیں من مد الجیش وأمدّہ اذا زادہ وقواہ لا من المد فی العمر فانہ یعدی باللام کاملی لہم ویدل علیہ قراءۃ ابن کثیر ویُمِدّھم اھ بحاصلہ۔ قراءتِ ابن کثیر میں یمِدُّ بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قراء یَمُدُّ بفتح یا وضم میم من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مدّ مجرد کے دو معنی ہیں اوّل زیادت۔ دوم امہال۔ اور مدّ فی العمر بمعنی امہال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللام ہے۔ اور امداد یعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدّ فی العمر یعنی امہال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاویؒ کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اوّل اس لیے کہ مد بمعنی امہال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح اَمدّ اِمداداً کا معنی صرف زادہٗ زیادۃً نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی امہل امہالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوھری مدّ اللہ فی عمرہٖ ومدّہٗ فی غیّہٖ ای امھلہٗ وطوّل لہٗ وروی عن ابن عباس ان المدّ ھھنا بمعنی الاملاء والاملاء ھو الامھال۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں والحق ان الامھال ھنا محتمل والیہ ذھب الزجاج وابن کیسان فقد ورد عند من یعول الیہ من اھل اللغۃ کل منھما ثلاثیاً ومزیداً ومعدّی بنفسہ وباللام وکلاھما من اصل واحد ومعناھما یرجع الی الزیادۃ کمّاً او کیفاً۔ انتہی۔

(۷) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہٰذا کے بعض مواضع میں مذہبِ متکلمین کی بجائے مذہبِ فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالَم اور احتیاجِ عالَم الی المؤثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وھو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواھر والاعراض فانھا لامکانھا وافتقارھا الی مؤثر واجب لذاتہ تدلّ علی وجودہٖ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفۂ یونان کا مسلک ہے۔ متکلمین کے نزدیک علتِ احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہب متکلمین کے مقابلہ میں مذہب فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص ومرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم وامام علماءِ اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیھم ولا الضّالّین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیھم الیھود لقولہ تعالیٰ فیھم من لعنہ اللہ وغضب علیہ والضّالّین النصاریٰ لقولہ تعالیٰ قد ضلّوا من قبل واَضلّوا کثیراً وقد روی مرفوعاً۔ اھ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہٖ وحسّنہ ابن حبان فی صحیحہٖ عن عدی بن حاتم واخرجہ ابن مردویہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہا بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیھم قال ھم الیھود ولا الضالین قال النصاری وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔
یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع واجماع سے اپنی رائے پر اعتماد کر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدول کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح واقوی شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلاف اولیٰ ہے۔
مثلاً بیضاوی نے سورت یٰس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری لمستقر لھا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری لمستقر لھا ای لحد معین ینتھی الیہ دورھا فشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ او لکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیھا بطء بحیث یظن ان لھا ھناک وقفۃ قال ع والشمس حیری لھا بالجو تدویم۔ اولا ستقرار لھا علی نھج مخصوص او لمنتھی مقدر لکل یوم من المشارق والمغارب فان لھا فی دورھا ثلثمائۃ وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیھا الی العام القابل او لمنقطع جریھا عند خراب العالم۔ انتہی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیت متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے
اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتدری این تذھب ھذہ قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انھا تذھب فتستأذن فی السجود فیؤذن لھا وکانھا قد قیل لھا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا قال ثم قرأ وذلک مستقر لھا قال وذلک فی قراءۃ عبد اللہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔
ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبد الحق رح فی اللمعات قد ذکر لہ ای لقولہ مستقر لھا فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ ھو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوھا فی تفسیرہ ولم یذکر ھذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشعر بضیق الصدر نسأل اللہ العافیۃ۔ انتہی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین ومفسرین وعلماء کرام کے نزدیک عیسٰی اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانہ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ۔ وفی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجعہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۲ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسٰی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسرائیلُ واحداً من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہٗ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرس بعد خالد بمائۃ سنۃٍ انتھٰی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فصل

اِس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ۔

یہاں پر ہم علمِ تفسیر کی تعریف و موضوع وغایت کا مختصراً ذکر کرتے ہیں:۔

حدِ تفسیر:۔ تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اول یہ کہ اس کا ماخذ فَسر بمعنی بیان وکشف ہے۔ بنابریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قولِ ثانی۔ یہ مقلوب سَفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال اَسفر الصبح ای اضاء۔ قال اللہ تعالیٰ والصبح اذا اسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف اعیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ مبنی ہے قلب پر اور قلب خلافِ اصل ہے۔

قولِ ثالث:۔ اس کا ماخذ تفسرۃ ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیشِ نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشفِ معانی اور ضیائے بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حدِ اصطلاحی۔ قیل ھو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقۃ البشریۃ بنابریں تعریف علم قرات خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل ھو علم یعرف بہ معانی کلام اللہ تعالیٰ او الفاظہ بحسب الطاقۃ البشریۃ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرات داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وقیل ھو العلم الباحث عن اصول کلام اللہ من حیث الدلالۃ علی المراد واختارہ التفتازانی وغیرہ۔

بیان موضوع وغایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادۃ الدارین والاعتصام بالعروۃ الوثقیٰ۔ کذا قالوا۔ والحق عندی اَن یقال اَنّ غایتہ الاطلاع علی مراد اللہ من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)۔

قرآن مجید سے مراد اللہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تفسیر دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجبِ ثواب ہیں۔ عُرفِ عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اَوْل ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکانہ صرف الآیۃ الیٰ ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایالۃ بمعنی سیاسۃ ہے کأنّ المؤوّل للکلام ساسَ الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ ابو عبیدؒ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قولِ ثانی۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق ابحاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قولِ ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل مایتعلق بالکتب الالٰھیۃ والتفسیر مایتعلق بھا او بغیرھا من کتب الفنون ھذا مایعلم من کلام الراغب۔

قول رابع۔ تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنّی۔ پس بطریقِ یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اللہ یہ ہے تفسیر ہے ففیہ شھادۃ علی انّ اللہ عنی باللفظ ھذا المعنیٰ۔ اور تاویل محتملات و معانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدون القطع وبدون الشھادۃ علی اللہ تعالیٰ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ھذا اٰخر ماتیسّر لھذا العبد الضعیف جمعہ وترتیبہ
وتحریرہ وقد استراح القلم منہ ضحوۃ یوم
الاربعاء الثامن والعشرین من الصفر سنۃ ۱۴۰۳ھ
والحمد للہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ اٰلہ و
اصحابہ اجمعین ؏

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء ثانی)

فصل در احوال انبیاء علیہم السلام

فهرست بعض مولّفات الروحانی البازی و هی کثیرة نذکر هٰهنا نبذةً منها و اکثرها باللغة العربیّة

في علم التفسير

١- شرح وتفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على علوم .

٢- ازهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على اربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير الشهير في الدنيا للمحقّق البيضاوى .

٣- كتابُ علوم القرآن في اصول التفسير و علومه الكلية .

٤- تفسير آية " قل يا عبادى الذين أسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله " الآية . هو مشتمل على غرائب اسرار تحتوى عليها هذه الآية . ذكر المصنّف فيه نحو سبعين سِرًّا و هذه الاسرار اللطيفة مثيرة لساكن العزمات الى روضات الجنّات .

٥- كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الاحكام الاسلامية و هو مشتمل على اسرار النسخ و مصالحه التي خلت عنها الكتب . صنّفه المصنّف دمغًا لمطاعن غلام احمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الاحاديث النبويّة في الاحكام الاسلاميّة و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هذا الملحد غلام احمد و أتباعه .

٦- فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير لا نظير له في كتب السلف و الخلف و هو يشتمل على نحو سبع مائة و خمسين من خصائص الاسم الله الجلالة .

٧- رسالة في تفسير " هدًى للمتّقين " فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ اشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

٨- مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١- شرح حصّة من صحيح مسلم رحمه الله تعالى .

٢- كتاب علوم الحديث . كتاب مفيد في اصول الحديث و علومه .

٣- شرح السنن و الجامع للامام الترمذى رحمه الله تعالى .

٤- فتح العليم بحلّ الاشكال العظيم في حديث كما "صلّيت على ابراهيم". كتاب كبير غريب بديع لا نظير له في كتب السلف و الخلف ذكر المصنّف فيه لحلّ هذا الاشكال نحو مائة و تسعين جوابًا .

٥- مختصر فتح العليم .

في علم الادب العربى

١- شرح ديوان ابى الطيّب المتنبّى .

٢- خصائص اللغة العربيّة و مزاياها كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه مشتمل على لطائف فضائل اللغة العربيّة.

٣- رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب يحتوى على لطائف التعريفات للمصدر الصريح و المصدر المؤول وحاصل المصدر و اسم المصدر و علم المصدر و الجنس و اسم الجنس و علم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع و الجنس اللغوى و الفقهى و العرفي و المنطقى و الاصولى و نحو ذلك و بيان الفروق بينها .

٤- الطوبى . قصيدة في نظم اسماء الله الحسني .

٥- الحسني . قصيدة في نظم اسماء النبي صلى الله عليه وسلّم .

٦- المباحث الممهدة . في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٧- ديوان القصائد . مشتمل على قصائد .

في علم النحو

١- بُغية الكامل السامى شرح المحصول و الحاصل لملا جامى . شرح مبسوط جمع مباحث متعلّقة بالفعل و الحرف و الاسم و حدودها و علاماتها . هو كتاب لا نظير له في كتب النحو .

٢- التعليقات على الفوائد الضيائيّة للجامى .

٣- النجم السعد في مباحث " امّابعد " جمع فيه المصنّف مباحث مفيدة لقولهم " امّا بعد " و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا من وجوه اعرابه . فانظر الى هذه الكلمة المختصرة والى هذه الوجوه الكثيرة .

٤- نفحة الرّيحانه في اسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على اسرار هذه اللّفظة .

٥- الطريق العادل الى بغية الكامل .

٦- كتاب الدّرة الفريدة . في الكلم التي تكون اسمًا و فعلاً و حرفًا او حوت قسمين من اقسام الكلمة الثلاثة . و هذا من غرائب كتب الدنيا .

في علم الصرف

١- كتاب الصّرف . كتاب نافع على منوال جديد .

٢- كتاب الابواب و تصريفاتها .

في علمى العروض و القوافي

١- الرّياض الناصرة شرح محيط الدّائرة.

٢- العيون الناظرة الى الرياض الناضرة . هو كتاب لطيف مشتمل على اصول هذا الفنّ و انواع الشعر و ما يتعلّق بذلك .

٣- كتاب الوافي شرح الكافي . شرح

مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١- كتاب الفروق اللغويةبين الالفاظ العربية.

٢- نعم النّول في اسرار لفظة القول . رسالة مشتملة على أبحاث لطيفة في مادة " ق ، و ، ل " .

٣- كتاب زيادة المعني لزيادة المبني . ذكر المصنّف فيه ان زيادة المادة تدلّ على زيادة المعني واتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة .

٤- لطائف البال في الفروق بين الاهل والآل. كتاب لا مثيل له في موضوعه .

٥- هل الاحاديث حُجّة في القواعد العربيّة و الضوابط اللغويّة . كتاب كبير مشتمل على بدائع و غرائب .

في علم التاريخ

١- تحبير الحسب بمعرفة اقسام العرب و طبقات العرب .

٢- الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة .

٣- مرآة النّجباء في تاريخ الانبياء .

٤- التحقيق في الزنديق .

٥- عبرة السائس باحوال ملوك فارس .

٦- غاية الطلب في اسواق العرب .

٧- إعلام الكرام باحوال الملائكة العظام .

٨- تراجم شارحى تفسير البيضاوى و مُحشّيه .

٩- الطاحون في احوال الطاعون .

١٠- النظرة الى الفترة . في بيان مصاديق زمن الفترة و اقسامها و احكامها .

١١- تاريخ العلماء و الاعيان .

في علم المنطق

١- شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي.

٢- التعليقات على شرح القاضى مبارك لسلّم العلوم .

٣- التعليقات على سلّم العلوم .

٤- التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥- الثمرات الالهاميّة لاختلاف اهل المنطق و العربيّة في ان حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالى او هو في التالى .

٦- شرح مبحث الوجود الرابطى من كتاب حمد الله .

٧- التحقيقات العلميّة في نفى الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق و علماء العربيّة . كتاب عويص لا يفهمه الا البعض من الافاضل . ذكر فيه المصنّف مباحث لا يقدر عليها الاّ مَن كان ذا مطالعة وسيعة جدًّا .

في علم الهيئة القديمة

١- التعليقات على التصريح شرح كتاب التشريح .

٢- التعليقات على شرح الجغميني .

٣- نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة.

٤- كتـاب أبعـاد السـيّارات و الثوابـت و أحجـامهنّ حسبما اقتضـاه علـم الفلـك القديم .

في علم الهيئة الجديدة

١- الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل.

٢- سماء الفكرى شـرح الهيئـة الكـبرى . في مجلّدين ضخيمين .

٣- الهيئة الوُسطى .

٤- النجــوم النُشــطى شــرح الهيئــة الوسطى .

٥- الهيئة الصغرى .

٦- مـدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى.

٧- ميزان الهيئة .

٨- اين محلّ السماوات السبع . كتاب نفيس مُهـمّ لم يصنّـف احـد قبـل هـذا في هـذا الموضوع . صنّفه المصنّـف لدفـع مطـاعن المتنوّريـن المبنيـّة علـى اطـلاق السـفن الفضائيّة الى القمر و الزهرة و غير ذلك .

٩- هل الكواكب والنجوم متحركة بذواتها.

١٠- هل السماء و الفلك مترادفان .

١١- عمـر العـالم و قيـام القيامـة عنـد علمـاء الفلك و علماء الاسلام .

١٢- الفلكيّـات الجديـدة . كتــاب جــامع

[illegible]

١- [illegible]

١٤- كـتـاب شـرح حـديث " انّ النبـي عليـه السلام كان يصلّى العشاء لسقوط القمـر لليلة ثالثة " .

١٥- التقاويم المختلفة و أحوال مباديها .

١٦- قدر المدّة من الفجر الى طلوع الشمس . كتـاب دقيـق لا يفهمـه الا المهـرة . الّفـه المصنّف عند تحكيم العلمـاء اياه في هـذه المسئلة الكثيرة الاختلاف .

١٧- هل للسماوات ابواب .

١٨- هل السماوات القرآنيّة اجسام صلبـة او هى عبارة عن طبقات فضائيّة .

١٩- هل الارض متحرّكة . جمع فيـه اقـوال علمــاء الاســلام و آراء الفلاسفة مـن القدماء و المحدثين .

٢٠- كتاب عيد الفطر و سير القمر .

٢١- كتـاب الهيئـة الحديثـة . كتـاب كبـير جـامـع لمسـائـل الفــنّ . هـــو اوّل كتاب صنّفه المصنّف في هذا الفنّ .

في الموضوعات المتفرّقة

١- كتـاب أسرار الاسراء الى بيت الـمقدس قبل العروج الى السماء .

٢- الخواصّ العلميّـة للاسمين محمـد و احمد اسمى نبيّنا صلّى الله عليه وسلّم .

٣- كتـاب الحكمة في حفظ الله الكعبة مـن اصحاب الفيل دون غيرهم مـن اصحـاب الحجّاج الظالم و من الملاحدة الباطنية .

٤- كتاب الحكايات الحكميّة .